فہم دین

جلد دوئم

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراط مستقیم پبلیکیشنز
5,6- مرکز الاولیس دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور
042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699

اهدنا الصراط المستقيم

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

وانک لتہدی الی صراط مستقیم

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

القرآن

اسلام کی آفاقی تعلیمات سے عوام کو روشناس کروانے کے لیے

فہمِ دین

جلد دوم

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

اہتمام

ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان

نام کتاب..........فہم دین جلد نمبر دوم

افادات..........مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی

مرتب..........مولانا عبدالکریم جلالی صاحب

پروف ریڈنگ.......محمد نعیم اللہ خاں قادری

طبع پنجم..........اگست 2008ء

صفحات..........472

تعداد..........600

با اہتمام..........شیخ محمد سرور اویسی

قیمت..........260

ملنے کے پتے

صراط مستقیم پبلی کیشنز کھیالی اڈہ گوجرانوالہ

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور / مکتبہ فیضان مدینہ لالہ موسیٰ / مکتبہ فیضان مدینہ گھکڑ / مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور / رضا بک شاپ گجرات / جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاولدین

صراطِ مستقیم

شاعر صلاح الدین سعیدی

عظمتوں کا اک حوالہ ہے صراطِ مستقیم
پستیوں میں اک ہمالہ ہے صراطِ مستقیم

عصر حاضر کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ اور
منفرد، یکتا، نرالا ہے صراطِ مستقیم

والی بغداد کا یہ ہے روحانی سلسلہ
معرفت کی مے کا پیالہ ہے صراط مستقیم

خیر آبادی کا امیں اور وارث فکر رضا
فقہ حنفی کا اجالا ہے صراطِ مستقیم

ہے محمد کی عطا سردار احمد کا جلال
نسبتوں کا بول بالا ہے صراطِ مستقیم

شاہ جلال الدین کے فیضان علمی کی نمود
بھکھی لنگر کا نوالہ ہے صراط مستقیم

یہ ادارہ ہے نظام مصطفیٰ کا پہرہ دار
شہ نورانی کا جیالا ہے صراط مستقیم

علم اور تقویٰ کا ہے اس دور میں کوہِ گراں
فقر کی گودی کا پالا ہے صراطِ مستقیم

حضرتِ آصف جلالی اس کے ہیں روحِ رواں
انہوں نے سانچے میں ڈھالا ہے صراطِ مستقیم

حضرتِ آصف جلالی چاند ہیں اس دور کے
اور ان کے گرد ہالہ ہے صراطِ مستقیم

علم کی پھیلا رہا ہے ہر طرف یہ روشنی
ظلمتِ شب کا ازالہ ہے صراطِ مستقیم

مجھ سے گر پوچھے کوئی جنت کا سیدھا راستہ
اے سعیدی لامحالہ ہے صراط مستقیم

فہرست مضامین

جلد نمبر 2

باب نمبر 14 اسلام میں دوستی کا معیار اور طریقِ کار

باب نمبر 15 سود اور اس کی اقسام

باب نمبر 16 ہم اور ہمارے عقائد

باب نمبر 17 اسوۂ حسنہ اور فیشن پرستی

باب نمبر 18 مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

باب نمبر 19 ترکِ تقلید اور اس کی تباہ کاریاں

باب نمبر 20 جہاد اور دہشت گردی میں فرق

باب نمبر 21 تصوف اور اسلام

باب نمبر 22 حواسِ نبوی

باب نمبر 23 جنتی آنکھ

باب نمبر 24 اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن

باب نمبر 25 اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

باب نمبر 26

مومن کا مقصدِ حیات

باب نمبر 14

اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار

ازافادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَہْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور شافع یوم النشور دستگیرِ جہاں غمگسارِ زماں سیدِ سروراں حامیٔ بے کساں امام المرسلین خاتم النبیین احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب' اربابِ فکر ودانش' اصحابِ محبت ومودّت' حاملین عقیدہ اہلسنت' نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین

ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہِ رمضان المبارک کی سعادتوں پرنور صبح میں اُدارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے چودھویں درس میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ راہِ علم میں ہمارے اس سفر کو قبول فرمائے اور ربّ ذوالجلال ہمیں منزل پر پہنچنے کی توفیق عطا

فرمائے۔آمین

آج کی گفتگو کا موضوع

"اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار" ہے

ہر شخص اپنی زندگی میں کسی نہ کسی سے دوستی کا رابطہ قائم کرتا ہے۔دوستی کو اپناتے وقت کس قدر بندے کو حساس ہونا چاہیئے اور دوست کے انتخاب میں اُس کو کتنی احتیاط برتنا چاہیئے۔اس سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہر وقت پیش نظر رہنا چاہیئے۔

"دوستی دین ہے"

حدیث نمبرا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

(مشکوۃ شریف،بحوالہ ترمذی ص ۴۲۷)

بندے کا دین وہی ہوتا ہے جو اُس کے دوست کا دین ہوتا ہے۔تو پھر تم میں کسی کو دوستی قائم کرتے وقت یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس کے ساتھ اپنی دوستی قائم کر رہا ہے۔

سادہ سے الفاظ میں مطلب یہ بنے گا کہ شریعت مطہرہ کی نگاہ میں دوستی دین کا نام ہے۔دوستی میں کس قدر بندے کو جانچ پڑتال کر کے کسی کو دوست بنانا چاہیئے۔یہ اتنا ہی اہم امر ہے جتنا کوئی شخص دین قبول کرتے وقت سوچتا ہے کہ میں اس دین میں داخل ہو رہا ہوں تو میں اس میں زندگی کیسے گزاروں گا۔

کیا اس کے تقاضے پورے کر سکتا ہوں یا نہیں کر سکتا یا اس کے تقاضے کیا کیا ہیں؟ جن کو مجھے ہر سانس میں پیش نظر رکھنا ہے۔

جس طرح دین بندے سے جدا نہیں ہوتا اور اُس کو دین کے ساتھ رہ کے پوری زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ایسے ہی دوستی کا بھی احاطہ ہے جو بندے کے ساتھ

چمٹ جاتی ہے تو ہر صبح وشام' ہر دن' ہر رات' ہر گھڑی' ہر لمحہ میں اُس دوستی کا بندے کے اوپر ایک اثر ہوتا ہے۔ تو اس واسطے دوست بناتے وقت صرف اسی معیار پر دوست نہ بنا لیا جائے کہ گزرتے گزرتے سرِ راہ کسی سے ملاقات ہوگئی تو وہیں سے ایک ملاقات پر ہی دوستی کی بنیاد رکھ لی جائے۔

شریعت میں آپ جس کو دوست بنانا چاہتے ہیں اُس کو بار بار دیکھنا پڑتا ہے۔ پھر اُس کے بعد اس کو بندہ دوستی کیلئے پسند کرتا ہے۔ کیونکہ:

حدیث نمبر۲: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (مشکوٰۃ شریف)

بندہ اُسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ آج وہ محبت کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ نمبر ۴۲۶، بحوالہ بخاری ومسلم)

اگر اُس کو جنت میں کسی کا ساتھ چاہیئے تو پھر آج اُسے جنتی سے محبت کرنی چاہیئے۔ اگر جہنم میں کسی کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو پھر آج جہنمی کے ساتھ اُس کو پیار کرنا چاہیئے۔ دوستی کا معیار کتنا اونچا ہونا چاہیئے جتنا جنتی کا بلند معیار ہے اور جنتی کی عظمت ہے۔ ان فرامین کو ابتدائً پیشِ نظر رکھنے سے ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ دوستی جس کو عارضی سمجھ کر اور ایک عمومی معاملہ قرار دے کر اس کے سلسلے میں احتیاط نہیں کی جاتی اور بندہ کسی کے ساتھ محبت والفت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ رویہ ہرگز اسلام کو پسند نہیں۔ اسلام میں دوستی چونکہ دین کی حیثیت میں ہے اور دوستی کا معیار دین کا معیار ہے تو پھر دوست کے انتخاب میں بھی انسان کو اچھی طرح اس معیار کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

آیہ مبارکہ: اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

(سورہ الزخرف، آیت ۶۷)

بڑے گہرے دوست قیامت کے دن آپس میں دشمن بن جائیں گے۔ مگر وہ

کہ جن کی دوستی کا معیار تقویٰ اور جن کی دوستی کی بنیاد تقویٰ ہے یہ لوگ آپس میں قیامت کے دن دشمن نہیں بنیں گے بلکہ ان کی دوستی قیامت کے دن زیادہ نکھر جائے گی۔

آج دنیا میں تو دوسری دوستیاں ساتھ ملی ہوئی ہیں لیکن قیامت کے دن چونکہ دوسری دوستیاں مٹ چکی ہوں گی تو دوستی کا یہی ماحول باقی رہ جائے گا۔ اس واسطے قیامت کا دن گھٹیا دوستیوں کے خاتمے کا دن اور قیامت کا دن عمدہ دوستی کی حکومت اور راج کا دن ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ اُس دوستی کو مزید واضح کر دے گا۔ ایسی دوستی والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

بُری دوستی کا وبال:

قرآن مجید برہان رشید میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کی دوستی کا ذکر کیا کہ جس نے اچھی دوستی کو چھوڑ کر بُری دوستی کو پسند کیا۔ تو وہ جس وقت قیامت کے دن اٹھے گا تو اپنے ہاتھ افسوس سے کاٹ رہا ہو گا کہ میں نے دوست کے سلسلے میں احتیاط سے کام کیوں نہ لیا۔

عقبہ بن معیط رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کے بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اصرار کرنے لگا کہ آپ میرے گھر تشریف لے چلیں، میں دوسرے لوگوں کی بھی دعوت پکاتا ہوں تو آج آپ کی بھی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ جب اُس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا ''میں تمہاری دعوت تب کھاؤں گا جب تم میرے اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کو تسلیم کر لو گے تو عقبہ بن ابی معیط نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس کے بعد امیہ بن خلف کو جب عقبہ بن معیط کے اسلام لانے کا پتہ چلا چونکہ یہ دونوں امیہ بن خلف اور عقبہ بن معیط گہرے دوست تھے تو امیہ بن خلف عقبہ بن

معیط کے پیچھے پڑ گیا کہ تم نے یہ دین قبول کیوں کیا اور تم اس سے دست بردار ہو جاؤ۔

عقبہ بن ابی معیط امیہ بن خلف کے سامنے اپنے ایمان کو مضبوط نہ رکھ سکا ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا تو اُس نے اسلام سے دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا۔

آیت نمبر ا: اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان کی دو آیات کا نزول فرمایا:

يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلاً (پارہ ۱۹، سورہ الفرقان، آیت ۲۷)

قیامت کے دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ رہا ہوگا۔

يَا لَيْتَنِيْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرسول سَبِيْلاً.

اور کہے گا:

کاش کہ میں دنیا میں اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کو اپنائے رکھتا۔ ان کے راستے پر رہتا' ان کی سنت پہ چلتا' ان کے دین کو مانتا' ان کے نظام اور ان کے ... کیلئے میں اپنی زندگی کو وقف کر دیتا۔

آیت نمبر ۲: يَا لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلاً

(پارہ ۱۹، سورہ الفرقان، آیت ۲۸)

کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا' میں امیہ بن خلف کے ساتھ نہ بیٹھتا۔ یہ ایک شخص جس نے دوستی کے سلسلے میں غلطی کی رب ذوالجلال نے آیات کا نزول کیا اور پھر اس میں عموم رکھا۔ لفظ اَلظَّالِمُ بھی عام کہہ دیا اور فُلَاں بھی عام کہہ دیا۔

وہ ایک بلند دوستی سے نیچے گرا اور ایک جہنمی کی دوستی میں مضبوط ہو گیا اور قیامت تک کیلئے اس آیت نے انسانیت کیلئے اس اصول کو واضح کر دیا کہ آج بھی دین بنیاد کی جو دوستی ہے اس کو چھوڑ کر محض دنیا کی بنیاد کی حیثیت میں جس دوستی کو اپنایا جا رہا ہے اور اُس میں چلا جاتا ہے تو اس کو اسی انجام کا سامنا ہوگا۔

قیامت کے دن ہاتھ کاٹتا پھرے گا' کف افسوس ملتا پھرے گا اور بار بار کہتا

بھرے گا کاش میں اتنی اچھی سنگت چھوڑ کے اتنی بُری سنگت کو قبول نہ کرتا۔ آج جو شخص تقویٰ کے سائبان کے نیچے بیٹھتا ہے۔ آج جو شخص پرہیزگاری کے موسم موجود رہتا ہے آج جو شخص ایسی بزم کا جلیس اور قرین ہے کہ جہاں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے انوار برستے ہیں۔ یہ حشر کے دن اپنے انہیں لمحات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا' میں نے کیسی خوبصورت زندگی گزاری ہے۔

لیکن آج جو ایسی بزم سے اٹھ کر کسی ایسی بزم میں چلا جائے جہاں اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور نحوستیں ہیں تو قیامت کے دن ہاتھ ملتا رہے گا' افسوس کرتا رہے گا کہ میں نے کتنا نقصان کیا اور میں نے دوستی کے سلسلے میں کتنی بڑی غلطی کی ہے۔ آج جو شخص کسی شرابی کے پاس بیٹھتا ہے' چور یا ڈاکو کے پاس بیٹھتا ہے' کسی لٹیرے یا فریبی کے پاس بیٹھتا ہے' کسی بدعقیدہ یا بدکردار کے پاس بیٹھتا ہے' اُسے کل حشر کو پتہ چلے گا کہ اس نے کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔

جو اس مجلس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کے پاس آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور خوش عقیدہ لوگوں کے ماحول میں رہتا ہے۔ اچھے کردار والے انسانوں کے ساتھ رہتا ہے تو اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اُس کیلئے سعادت افزاء ہو سکتا ہے۔ چاند کی چمک اُس کو میسر آ سکتی ہے۔ اس واسطے انسان کی طبیعت کے اندر یہ چیز واقع ہے کہ طبیعت چوری کرتی ہے۔

ایک طبیعت دوسری طبیعت سے چیزیں عکس کرتی ہے۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ انسان کی طبیعت دوسری طبیعت کے پیچھے لگی ہوئی ہوتی ہے۔ ویسے اپنے طور پر کبھی فولادی طرح ہے' کبھی ریشم کی طرح ہے' کبھی اس کا یہ خیال ہے کہ میں کسی سے کچھ بھی قبول نہیں کروں گا جو میرے اپنے نظریات ہیں وہی رکھوں گا۔ لیکن کوئی حالت اُس پہ ایسی بھی آئی ہوتی ہے کہ وہ فولادی طبیعت' شبنمی طبیعت بنی ہوئی ہوتی ہے اُسے پتہ ہی نہیں چلتا تو دوسری جگہ سے کوئی چیز فوراً اس کی طبیعت میں شامل ہو جاتی ہے۔

طبیعت جب دوسری طبیعت سے چوری کر رہی ہوتو اس شخص کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ میری طبیعت کہاں سے چوری کر رہی ہے اور کیا چوری کر رہی ہے اگر کسی مرد حق پرست کی بارگاہ میں بیٹھا ہے تو جس وقت اُس نے آہ بھری ہے ہوسکتا ہے کہ وہ سوز اس کے سینے میں بھی داخل ہو جائے اور اس کا سینہ بھی باغ باغ ہو جائے اور اگر کسی سرکش اور اللہ تعالیٰ کے بھگوڑے کے ساتھ بیٹھا ہے تو جس وقت وہ گناہوں کی پلاننگ کر رہا ہے ہو سکتا ہے کہ اس نیک کے دل میں بھی وہ وسوسہ شامل ہو جائے۔

تو اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا جب دوستی کا اتنا زیادہ اثر ہوسکتا ہے' اس کی تاثیر ہوسکتی ہے تو شروع سے دوست ہی اچھا بنا لو تا کہ اُس کے بعد کوئی پہرہ نہ دینا پڑے' کوئی پہرہ نہ لگانا پڑے جو بھی ہوگا اچھا ہوگا۔

ادھر سے نُور ملتا رہے گا' فیض بڑھتا رہے گا' نیکی کی دعوت ملے گی' نیکی کی خوشبو ملے گی اور نیکی کا پیغام ملے گا۔ انسان کبھی غافل بھی ہوگا تو پھر بھی وہ مستفیض ضرور ہوتا رہے گا اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ زندگی کی راہوں سے گزرتا ہوا جب آخرت کے اندر داخل ہو رہا ہوگا تو یہی دوستی جو دنیا کے اندر محض زندگی کے شب و روز گزارنے کا وسیلہ تھی اُس کے لئے جنت میں جانے کا بھی ذریعہ بن جائے گا۔

اچھے دوست اور بُرے دوست کی مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرامین ہمارے لئے اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں کہ دوستی کا معیار کتنا اونچا ہونا چاہیئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ مشکوۃ شریف ''بحوالہ بخاری و مسلم'' کے صفحہ ۴۲۶ پر موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دے کر اچھے اور بُرے دوست کے کردار کو واضح کر دیا۔ ایک چھوٹی سی مثال میں دریا کو کوزے کے اندر بند کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیث شریف: عَنْ ابیْ مُوسیٰ الاشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلّم مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَ نَافِخِ الْکِیْرِ حَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَ نَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَن یُحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً۔" (مشکوۃ المصابیح، ص ۴۲۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَ نَافِخِ الْکِیْرِ

اچھے دوست کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جس نے کستوری کا بنڈل اُٹھایا ہوا ہو اور بُرے دوست کی مثال لوہار کی بھٹی جیسی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے دوست کی مثال بیان کرنے کے بعد اُس کے تین کردار بیان کر دیئے۔ آپ نے فرمایا:

حَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ
وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً"

اچھا کستوری والا دوست تین حال سے خالی نہیں ہوگا۔ ایک نہ ایک کام اُن میں سے ضرور ہو کے رہے گا۔

(۱) یا تو وہ اتنا سخی ہے اتنا فیاض ہے کہ جونہی تم اُس کے پاس بیٹھے اس نے نوازشات کردیں۔ اُس نے کستوری کا حصہ تمہیں بھی دے دیا۔ اب بھی محرومی نہیں ہوئی کہ اُس کے پاس جو سوز تھا اُس کو بانٹ کے نصف حصہ یا اُس کا کچھ تمہیں بھی عطا کر دیا

(۲) اگر اُس طرف سے نوازشات کا سلسلہ تیز نہیں لیکن تمہاری طرف سے تڑپ اتنی ہے کہ تم نے قیمتاً وہ کستوری خرید لی' کستوری جس وقت موجود ہوگی تو وہ کستوری والا مفت میں تمہیں دے سکتا ہے یا پھر تم اُس سے خرید سکتے ہو۔ اگر یہ دونوں صورتیں ہی نہ ہو۔

(۳) اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو کستوری کا کمال یہ ہے کہ خود بخود ناک تک اُس

کی خوشبو پہنچ جاتی ہے۔ اگر دینے والا دیتا نہیں اور لینے والا لیتا نہیں۔ لیکن یہ کستوری کی اپنی شان ہے یہ اُس خوشبو کی اپنی مہک ہے اور اُس کی وجہ سے اُس کا اپنا فیض ہے۔ وہ فیض پہنچتا ہے اور جو کستوری والے کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ کستوری کا مالک نہیں تھا لیکن اُس کے پاس آ کے بیٹھ گیا ہے۔ یہ کستوری والے نے اُس کو حصہ دیا' نہ اس نے اُس سے خریدا ہے لیکن کستوری پر تو پہرہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ وہ خوشبو اس تک پہنچی اور بیٹھنے والے کا دماغ بھی معطر ہو گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک اپنے بہتر فرد کی حیثیت کو اُجاگر کر دیا۔ آپ نے فرمایا ''میری امت کا مصلح میری اُمت کا پرہیز گار میری امت کا متقی انسان میری اُمت میں جو صالح اور اللہ کا ولی ہے۔ اُس کا کردار ایسا ہی رہے گا۔ اُس کے پاس جو بھی آ کے بیٹھ جائے گا وہ کبھی بھی محروم نہیں رہے گا۔ اُس کے ساتھ دوستی کرنے والے کو کبھی بھی نقصان نہیں ہو گا۔ چونکہ تین صورتوں میں ایک کردار تو سامنے آ ہی جائے گا یا اُس نیک انسان میں اس قدر نیکی پھیلانے کی تڑپ ہے کہ جو بھی آتا ہے اُس کو تقویٰ کا گلدستہ پیش کر دیتا ہے جو بھی اُس کے پاس بیٹھتا ہے اُس کو اصلاح کیلئے ضرور متوجہ کرتا ہے۔ اُس میں یہ تڑپ ہے کہ زمانے میں اندھیرے کیوں ہے؟ اُس کے اندر یہ سوز ہے کہ آخر کائنات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کیوں ہو رہی ہے۔ ہر وقت وہ اس درد کے اندر مبتلا ہے کہ آخر یہ زمانہ فیشن کے پیچھے تو لگا ہوا ہے۔ سنت نبوی کو زندہ کیوں نہیں کیا جا رہا۔ جب اُس میں تڑپ زیادہ ہو گی تو پاس بیٹھنے والے کو وہ خود ہی متوجہ کر کے اُس کے دامن کو معمور کر دے گا۔ اُس کو دوستی کی وہ شمع عطا کر دے گا جس سے دنیا میں اُس کا سینہ روشن ہو گا اور برزخ میں قبر اور عقبیٰ میں جنت میں اُس کا گھر روشن ہو جائے گا۔

دوسری طرف جو آنے والا ہے اُس کا شوق اتنا بڑھ گیا۔ پہلے وہ جانتا نہیں تھا لیکن جب وہ کستوری کے پاس پہنچا۔ اب وہ کہتا ہے اگر چہ گھر میں کچھ رہے یا نہ رہے یہ کستوری تو ضرور ہونی چاہیئے۔ میں خود بھوکا رہ لوں گا' میں بچوں کے کپڑے تھوڑے خرید

لوں گا۔لیکن یہ کستوری تو میں ضرور خرید کے لے جاؤں گا۔اُس نے اپنا یہ شوق ظاہر کیا کہ جس کی بنیاد پر نیک انسان کی نیکی نے اُس کی طرف رُخ کر لیا۔اللہ کے ولی نے اپنے فیض کا دروازہ اُس کیلئے کھول دیا یا اچھی سیرت والے ایک انسان نے اُس کو اپنا دوست بنالیا۔اُس کو اپنی دوستی میں قبول کر لیا۔اب اس کا نتیجہ بھی یہ ہوگا کہ زندگی گزرتی جائے گی ۔یہ تعلق نکھرتا جائے گا اور وہ دن کہ جس دن حشر کے طوفانوں میں گھرے رشتوں کے پیوند ڈھیلے ہو جائیں گے اور دوستیوں کے جس دن پر خچے اڑ جائیں گے۔یہ دوستی بھی اُس دن رنگ لا رہی ہوگی اور اللہ تعالیٰ انہیں سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ اگر چہ وہ اچھا انسان وہ اتنی تڑپ نہیں رکھتا یا اس کو اتنا اہل نہیں سمجھ رہا اور دوسری طرف یہ اتنا اہل نہیں کہ خود اپنی قابلیت ظاہر کر کے کستوری لے لے۔آپ نے فرمایا یہ کستوری کی اپنی شان ہے کہ وہ دماغ کو ضرور معطر کر کے چھوڑتی ہے ۔لہذا نیکی کا اپنا ایک ذائقہ ہے۔نیکی کی اپنی ایک لذت ہے۔خدا کی قسم آج کے زمانے میں بھی یہ تجربہ کی بات ہے جس شخص کو یہ سمجھا جا رہا تھا کہ وہ بڑا فاسق و فاجر ہے۔اُس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔وہ ایمانیات اور یقینیات سے شاید بالکل بے بہرہ ہے لیکن ایک بات نے اُس کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا کہ قرآن وسنت کو سننے کے بعد اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے یہ انسان کے اندر ایسی صلاحیت موجود ہے کہ جس وقت تھوڑی سی اُس کی تشنگی بجھتی ہے اُس کی روح سیراب ہوتی ہے۔وہ خود متوجہ ہوتا ہے اور یہ کمال ہے اس نیکی کی خوشبو کا یہ کمال ہے محبت الٰہی اور محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جس وقت اس کا تھوڑا سا حصہ بندے کو میسر آتا ہے۔بندہ بے چین ہو کے خود زیادہ کے حصول کیلئے متوجہ ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اُس کی دوستی کا معیار بلند ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے دوست کو لوہار کی بھٹی کے ساتھ تعبیر کیا۔ اُس کا کردار بیان کیا۔آپ نے فرمایا "وہاں پر دو صورتیں ہیں، تین نہیں۔اچھے دوست کے تین کردار ہیں اور بُرے دوست کے دو کردار ہیں" اور وہ کون کون سے ہیں؟

(۱) اِمَّا اَنْ یُحْرِقَ ثِیَابَکَ

یا تو چنگاریاں پڑیں گی' تمہارے کپڑے جلا دیں گی۔ اُس بھٹی سے چنگاریاں نکلیں گی۔ تمہارا جو بڑا خوبصورت لباس ہے اُس میں پھٹن آ جائے گی وہ جل جائے گا۔

(۲) اما اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحَةً خَبِیْثَةً

یا پھر اُس کی برائی کی اور بدی کی بَدبُو تجھ تک پہنچے گی۔ لوہار جس وقت لوہا گرم کر رہا ہے' لوہا پگھل رہا ہو یا تو چنگاریاں نکلیں گی اور تمہارے کپڑے جلا دیں گی یا پھر بدبو ضرور آتی رہے گی۔ اگر کپڑے نہ بھی جلے بدبو کا آنا لازمی بات ہے۔ قربان جاؤں ماہ مدینہ تمہارے حکمت بھرے کلمات پر تم نے دل کے ہر ہر راز کو کھول کر بیان کر دیا۔ شاید ہم گناہوں میں ڈوبے رہتے اور دوستی کے سلسلے میں ہمیں قیامت تک کوئی رہنمائی نہ ملتی۔ آپ نے دوستی کے سلسلے میں بھی ہمیں کتنی رہنمائی عطا فرما دی ہے۔ وہ مجرم انسان جو کہ بُرا ہے' بدکردار ہے۔ مجرم ہے بھگوڑا ہے اور سرکش ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار سے وہ بغاوت کرنے والا ہے۔ اُس کے پاس بیٹھنے سے اُس کی بات سننے سے اُس کی مجلس میں جانے سے ہمیں کتنا ڈرنا چاہیئے کہ کپڑے جل جائیں گے یا بدبو ضرور آئے گی یہ بدن پہ جو تقویٰ کی پوشاک ہے اس میں نشان بن جائیں گے۔ یہ جل جائے گی اس کا حسن ختم ہو جائے گا۔ تمہارے کردار کی پوشاک اور تمہارے تقویٰ کا لباس محفوظ نہیں رہے گا۔ لیکن اگر تم اس کو بچا کے رکھنا چاہتے ہو تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کبھی ایسی بھٹی کے قریب نہ جاؤ۔

وہ بُرا انسان اس حیثیت میں بیٹھا ہے خود تو بُرا ہے لیکن اُس کی بُرائی آگے اثر کر جائے گی اور تمہاری نیکی کو وہ بدی میں بدل دے گی۔ اگر آگ تیز نہیں ہے مطلب کیا ہے کہ وہ بُرا خاموش ہو کے بیٹھا ہے پھر بھی اُس کی برائی ضرور تم پہ اثر کر دے گی۔ آج انسان سوچتا ہی نہیں کہ میں کس مجلس میں جا رہا ہوں۔ میں کس محفل میں جا رہا ہوں۔ یہ ضرب المثل تو مشہور ہے کہ انسان کو اپنے دوست اور دشمن کے لحاظ واضح فرق رکھنا چاہیئے۔

A man is KNOWN by the company he keeps

انسان اپنی کمپنی اور صحبت سے پہچانا جاتا ہے لیکن اس کو اپنی عملی زندگی میں پوری طرح اتارتا نہیں۔ آخر میں کس کی صحبت میں جا رہا ہوں۔ اُس شخص کا کتنا گندہ عقیدہ ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی بھی توہین کر دیتا ہے۔ وہ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی تنقید کرتا ہے۔ وہ شخص تو اولیاء اللہ کے خلاف بھی زبان نکالتا ہے۔ اگر میں اُس کے پاس بیٹھوں گا تو میری عقیدت کا لباس جل کے راکھ ہو جائے گی۔ اگر میں اُس کے قرب میں بیٹھوں گا تو میرا اپنا ایمان اور اس کی لذتیں ختم ہو جائیں گی۔

لہذا کسی بھی بدکردار یا بدعقیدہ انسان کی طرف قدم اٹھانے سے پہلے اُس سے ہاتھ ملانے سے پہلے اُس کے پاس بیٹھنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم لوہار کی بھٹی کی طرف جا رہے ہو اور جو حشر وہاں جانے والے کا ہوتا ہے اُسی کا تمہیں بھی خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور سامنا کرنا پڑے گا اور اگر انسان محتاط ہو کے رہے گا اور میرے محبوب علیہ السلام کے اس ایک فرمان کے زیر سایہ آ جائے گا تو دوستی بھی مکمل ہو جائے گی اور دوستی دائمی بھی میسر آ جائے گی۔

دوستی صرف ایک ہی پکّی ہے' باقی ساری دوستیاں عارضی ہیں۔ عارضی اس واسطے ہیں کہ انسان جب کسی سے دوستی کرتا ہے تو اُس کا کوئی نہ کوئی باعث ہوتا' کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ اُس کے پیچھے کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے۔ اس کو دوستی کرتے وقت اُس کی کوئی بات اچھی لگتی ہے۔ اب جو دوستی کا نکتہ تھا اگر وہ نکتہ نہیں بدلے گا تو ہمیشہ مفید رہے گا اور پھر دوستی بھی ہمیشہ برقرار رہے گی اور اگر وہ باعث بدل جائے گا تو دوستی بدل جائے گی۔ اب دیکھئے:

اگر دوستی دنیاوی مقصد کیلئے کی گئی تھی تو حشر کا دن ہو گا۔ حشر کے دن دنیاوی مقاصد والی دوستی بندے کیلئے مصیبت بن جائے گی۔ جس وقت دوستی کا باعث بدلے گا تو دوستی بدل جائے گی۔ دنیا میں آپس میں معانقہ کر رہے تھے اُس دن ایک دوسرے پر تھوک رہے ہونگے۔

قرآن مجید میں ہے کہ یہ دوسرے پر الزام لگائے گا' وہ اس پر الزام لگائے گا'
یہ کہے گا اس نے مجھے گمراہ کیا۔ وہ کہے گا اس نے مجھے گمراہ کیا۔ اب یہ دوستی قائم نہ رہ
سکی۔ بدل گئی اس واسطے جو دوستی کا سبب تھا وہ مفید نہ رہا۔ دنیا میں تو اُس کو مفید سمجھا جا رہا
تھا۔ دنیا میں اُس سے اِس بندے کو مفاد یہ ملتا تھا۔ عقبیٰ میں وہی وبالِ جان بن گیا ہے
لیکن اگر دوستی کا سبب نہیں بدلے گا تو دوستی بھی نہیں بدلے گی۔ وہ سبب کون سا ہے وہ
دوستی جو دین کی بنیاد پر ہو وہ دوستی جو تقویٰ کی بنیاد پر ہو۔ یہ میدان محشر میں بھی مفید ہو گی
عقبیٰ میں بھی یہ نکتہ تبدیل نہیں ہو گا اور آخرت میں بھی اس کا سبب متغیر نہیں ہو گا۔ جب
سبب تبدیل نہیں ہو گا تو مسبب بھی تبدیل نہیں ہو گا۔ لہذا حشر کے میدان میں بھی دین
والی اس دوستی کا جھنڈا لہرا رہا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

الاخلاء سے مراد ہے پکے دوست۔ قیامت کے دن وہ دشمن بن چکے ہوں گے
مگر جو متقی ہیں یہ اُس دن دشمن نہیں ہونگے۔ بلکہ ایک دوسرے کا شکریہ ادا کریں گے۔
جس نے کسی کی بات سن کے نماز پڑھنا شروع کر دی تھی۔ وہ قیامت کے دن اُس کو سلام
کرے گا۔ شاید اگر تم نہ ملتے میں تو جہنمی بن جاتا۔ میں تمہیں سلام کرتا ہوں کہ تم نے
مجھے دعوت نماز دی تھی تو میں نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔

لیکن جو شخص کسی کے کہنے پر شرابی بنا ہے۔ حشر میں جب اُس کو ملے گا تو اُس
پہ تھوکے گا اور اُس سے بیزاری کا اظہار کرے گا۔ اے مجرم تو خود بھی جہنمی تھا تو نے مجھے
بھی جہنمی بنا دیا۔ اگر آج ایک خاتون کسی کے پاس بیٹھی دوسری خاتون سے اُس کو دعوت
پردہ مل گئی اور اُس نے اپنے آپ کو محجوب کر لیا۔ پردے کی پابندی کر لی تو حشر میں جب
ان دو کی ملاقات ہو گی تو یہ دونوں ایک دوسرے کی ممنون ہوں گی جس نے دعوت دی
ہے وہ اس لئے ممنون ہے کہ اس کے کہنے پر ایک عورت کو بہت بڑا مقام مل رہا ہے۔ لہٰذا

یہ اس کی مستقل نیکی ہے اور جس کو ملا ہے وہ اس پر ممنون ہے اگر یہ مجھے دعوت نہ دیتی اور میں چہرے کی عریانی کے ساتھ بازاروں میں چلتی پھرتی رہتی اور آج جہنم میں پہنچ جاتی اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بہترین دوستی کے مناظر دکھائے گا۔ باقی سارے اُس دن ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہونگے۔ لیکن یہ دوستی اُس دن بھی اپنا رنگ دکھلا رہی ہوگی۔

اچھی دوستی کا حسن:

اچھی دوستی سے بندے کو کس قدر حسن ملتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دن مٹی سے خوشبو آئی تو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے مٹی سے سوال کیا کہ اے مٹی تُو تو مٹی ہے تجھ میں خوشبو کہاں سے آگئی۔ تو مٹی نے جواب دیا:

بگفتا من گلے ناچیز بودم　　ولیکن مدتے با گل نشستم

جمال ہمنشیں در من اثر کرد　　وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم　(گلستان سعدی)

وہ کہنے لگی ٹھیک ہے میں مٹی ہوں لیکن کچھ دن میں پھول کے ساتھ بیٹھی رہی ہوں۔

من گلے ناچیز بودم

میں تو ناچیز مٹی تھی۔ کیچڑ تھی میری کوئی حیثیت نہیں تھی۔

ولیکن مدتے با گل نشستم

لیکن ایک مدت میں نے پھول کے ساتھ وقت گزارا ہے۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد

یہ جو مجھ سے خوشبو آ رہی ہے یہ میری نہیں میرے دوست کی خوشبو ہے۔

وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

میں تو وہی مٹی ہوں جو نالی میں ہوتی ہے۔ اُس سے بدبو آتی ہے اور آج مجھ سے خوشبو آ رہی ہے تو یہ کردار میرے اُس دوست کا ہے جس نے مجھے خوشبو والا بنا دیا ہے۔ یہی ہر شخص قیامت کے دن آواز دے رہا ہوگا۔ جس نے کسی کے درس کو سن لیا، کسی کی صحبت

میں بیٹھ گیا' کسی اللہ کے ولی کی نگاہ کے نیچے آ گیا اور اُس نے اپنے آپ کو صحیح کر لیا۔ اب حشر کے دن جب اُس سے خوشبو آ رہی ہو گی اور وہ اتنی خوشبو بڑھ سکتی ہے کہ فرشتوں کو تعجب ہو کہ یہ کیسا انسان ہے؟

وُجُوْهُهُمُ النُّوْرُ علی منابرٍ مِّنَ النُّوْرِ

چہرہ بھی نور کا ہے اور منبر بھی نور کا ہے کیا یہ کوئی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ کیا یہ کوئی اللہ کا نبی ہے' یہ کون انسان ہے اُس وقت اندر کی خوشبو بول رہی ہو گی کہ میں تو ایک حقیر سا انسان تھا۔

جمالِ ہمنشں در من اثر کرد

مجھ میں ایک اللہ کے بندے کی تاثیر اثر کر گئی جس کی بنیاد پر آج حشر میں بھی میری خوشبو کو محسوس کیا جا رہا ہے۔

محتشم سامعین حضرات!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (سورہ البقرہ، آیت ۲۵۴)

قیامت کا دن وہ دن ہے جس میں کوئی بیع نہیں ہو گی اور کوئی دوستی نہیں ہو گی اور کوئی شفاعت نہیں ہو گی۔

اب اس کو بھی کچھ لوگوں نے وظیفہ بنایا ہوا ہے اور یہی ہر وقت درس دیتے رہتے ہیں۔ لیکن انہیں یہ خبر نہیں کہ وہ اور ہیں جن کی دوستیوں کے چراغ بجھ جائیں گے۔ اللہ والوں کی دوستی کے چراغ اُس دن بھی روشنی دے رہے ہونگے وہ اور ہیں کہ جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہو گا اور جس کا کوئی شفیع نہیں ہو گا۔ وہ اور ہیں کہ جن کو کوئی چھڑانے والا نہیں ہو گا۔ یہ قرآن تو اعلان کر رہا ہے۔

اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

وہ اور دوست ہیں جو دشمن بن جائیں گے۔

اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ

جن کی دوستی کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ یہ دشمن نہیں اُس دن بھی دوست ہی رہیں گے۔ جہاں معیار بدلے گا نکتہ بدل جائے گا۔ سبب بدل جائے گا وہ تو اُس دن مارے مارے پھر رہے ہوں گے اُن کو کوئی بچا نہیں سکے گا۔

اب کتنا بڑا ظلم ہوگا کہ اگر صرف یہی پڑھا جائے کہ قیامت کا دن وہ دن ہے جس دن کوئی دوستی کام نہیں آئے گی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ پھر انسان کو دوستی کرنی ہی نہیں چاہیئے اور کبھی بھی کسی کے ساتھ رابطہ رکھنا ہی نہیں چاہیئے جبکہ اللہ نے حکم دیا اور نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "تمہیں اپنے خلیل کو سوچ کر منتخب کرنا چاہیئے۔ اس واسطے کہ اسکی حیثیت دین کی سی ہے۔ اگر اچھا دوست بنا لو گے تو وہ مفید ثابت ہوگا اور قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ باقی دوستیوں کے پیوند ڈھیلے ہو جائیں لیکن دین والی دوستی کے اُس وقت بھی بند بڑے مضبوط رہیں گے۔

دنیا و آخرت میں نیک کی دوستی کا فائدہ:

بلکہ جس وقت ہم دیکھتے ہیں تو مطلقاً دوستی کی نفی نہیں نہ ہی اس کو درس قرآن میں بیان کرنا چاہیئے بلکہ ایسی دوستی جو اسلامی نقطہ نظر سے ہے وہ دنیا میں بھی ایک سرمایہ ہے اور عقبیٰ میں اور جنت میں بھی ایک سرمایہ ہے۔ ایسی دوستی کے تو وارے ہی نیارے ہیں۔ میرے محبوب علیہ السلام کا صحیح مسلم میں فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر آئے ہوئے تھے اور مجالس ذکر کو تلاش کر رہے تھے۔ مجالس ذکر کو تلاش کرتے کرتے ایک جگہ پر پہنچے۔

هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُم (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۷، قدیمی کتب خانہ)

ایک فرشتے نے آواز دی ادھر آجاؤ کام بن گیا ہے۔ ایک جگہ درس قرآن ہو رہا ہے۔ ایک جگہ مجلس ذکر سے ایک جگہ محفل ذکر آباد ہے۔ آؤ یہاں اپنی رحمت کے برتان کے کھڑے ہو جائے۔ محفل ہوتی رہی' درس ہوتا رہا۔ جب اجتماع ختم ہوا تو فرشتے واپس اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور میرے

بندوں کوتم نے کیسے پایا۔

فرشتوں نے عرض کی ''یا اللہ! وہ عظیم لوگ تھے' وہ بیٹھے تھے' تجھے یاد کر رہے تھے' تیرا ذکر کر رہے تھے' تیری بات سن رہے تھے اور سنا رہے تھے۔ خالق کائنات فرشتوں سے فرمائے گا کیا میرے بندے مجھ سے کچھ مانگتے بھی تھے۔ فرشتے کہیں گے ہاں اے اللہ! وہ تجھ سے وہ تیری رحمت مانگتے تھے۔ تیری جنت مانگتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا وہ کسی چیز سے بچنا بھی چاہتے تھے۔ فرشتے کہیں گے ہاں وہ جہنم سے بچنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اعلان فرما دیتا ہے۔ فرشتو گواہ ہو جاؤ جو کچھ انہوں نے مانگا میں نے انہیں دے دیا اور جس سے انہوں نے بچنے کی خواہش کی میں نے ان کو جہنم سے آزاد کر دیا' میں نے اُن کے گناہوں کو معاف کر دیا۔

یہ حدیث بڑی تفصیل کیساتھ ہے لیکن اس وقت اختصار پیش نظر ہے۔ فرشتوں نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے علی الاعلان اتنی رحمت کا نزول دیکھا کہ اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے۔ غَفَرْتُ لَهُمْ ۔ میں نے اُن کو معاف کر دیا تو فرشتوں نے کہا:

یا رَبِّ فِیهِم فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ

اے اللہ! جن بندوں کی ہم نے بات کی اور جن کی معافی کا تم نے اعلان کیا اُن میں ایک بندہ ایسا تھا جو صرف خاطی نہیں بلکہ خَطَّاء ہے۔ خاطی ہے معمولی گنہگار لیکن خَطَّاء مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت پاپی مجرم اور گنہگار۔

اے اللہ! اُس محفل میں تو ایک ایسا بندہ بھی بیٹھا ہوا تھا جو بہت زیادہ گناہ کرنے والا تھا اور وہ بہت بڑا مجرم تھا تو کیا تو نے اُس کو بھی معاف کر دیا ہے۔

وَاِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ

وہ تو گزر رہا تھا۔ **فَجَلَسَ مَعَهُمْ**

بس سرراہ اُس نے کہا دیکھوں تو سہی کیا ہو رہا ہے۔ وہ بھی آ کے بیٹھ گیا۔ وہ گھر سے اس نیت سے آیا ہی نہیں تھا۔ وہ تو کسی اور کام جا رہا تھا۔ وہاں سے گزر رہا تھا اور

وہاں آ کے بیٹھ گیا۔ تو کیا اس کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا:

لَهٗ غَفَرْتُ

اُس کو بھی میں نے خاص طور پر معاف کر دیا ہے۔ لہٗ کو مقدم کرنے کا مطلب ہی یہ ہے۔ پہلے عمومی مغفرت تھی لیکن خاص طور پر اُس کا نام لے کر اُس کی معافی کا اعلان کیا۔ ہاں فرشتو! لَهٗ غَفَرْتُ ۔ اُس کو بھی میں نے معاف کر دیا۔ کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ

میں ان کو نہیں دیکھتا بلکہ میں ان کے دوستوں کو دیکھتا ہوں۔ یہ بیٹھا آ کے کن لوگوں کے ساتھ ہے۔ یہ کس مجلس میں بیٹھا ہے۔ یہ کس محفل میں بیٹھا ہے۔ یہ کس اجتماع میں بیٹھا ہے۔ یہ کس کی صحبت میں بیٹھا یہ کس پیغام کو سننے کیلئے بیٹھا ہے۔

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ

جن لوگوں کیلئے میں نے پہلے اعلان کیا وہ ایسی قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا بھی کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔ ان کے پاس بیٹھ جانے والا کبھی شقی نہیں ہوتا۔ لہذا یہ دوستی جو دین کی بنیاد پر ہے۔ اگر چہ تھوڑی سی آ گئی' بائی چانس آ گئی پھر بھی اتنی مفید ہو جائے گی کہ اس دنیا کے اندر بھی جس وقت آج بھی فرشتے واپس اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچیں گے اُس وقت اعلان کر دیا جائے گا۔ ٹھیک ہے اگر کوئی دیکھنے کیلئے آیا تھا اس کا نظریہ سننے کا نہیں تھا۔ ویسے گزرتے گزرتے بیٹھ گیا۔ فرشتو!

هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ

کچھ کام کسی کے دوستوں کی وجہ سے کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر چہ اس کی چند منٹ کی دوستی بنی تھی اور کچھ وقت کیلئے آ کے بیٹھا ہے۔ میں نے اوروں کی وجہ سے اُس کے گناہوں کو بھی معاف کر دیا ہے۔

اب ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مطلقاً دوستی کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہاں تو دوستوں کی وجہ سے اُس مجرم کو بخشا جا رہا ہے۔

آخرت میں صالحین کی صحبت کا فائدہ:

جہاں دنیا میں نیک بندے کی صحبت کا فائدہ ہے۔ عقبیٰ میں بھی اتنا ہی فائدہ ہے کہ انسان اُس فائدے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حدیث شریف: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔ امام نسائی نے اس کو نسائی کے باب زیادۃ الایمان ۲/۲۶۹ میں ذکر کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مُجَادَلَۃُ اَحَدِکُمْ فِی الْحَقِّ یَکُوْنُ فِی الدُّنْیَا بِاَشَدَّ مُجَادَلَۃً مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لِرَبِّھِمْ فِی اِخْوَانِھِمُ الَّذِیْنَ اُدْخِلُوْا النَّارَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِخْوَانُنَا کَانُوْا یُصَلُّوْنَ مَعَنَا وَ یَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَتَحُجُّوْنَ مَعَنَا فَاَدْخَلْتَھُمُ النَّارَ قَالَ فَیَقُوْلُ اذْھَبُوْا فَاَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْھُمْ قَالَ فَیَاتُوْنَھُمْ فَیَعْرِفُوْنَھُمْ بِصُوَرِھِمْ۔

آج کے اس سبق میں ہمارے لئے ایک محاسبہ ہے کہ اپنے دوستوں کی فہرست پر نظر ثانی کریں۔ اگر کہیں دوستی گمراہ ہو چکی ہے تو اُس کو راہ راست پہ لایا جائے۔ اگر دوستی کا قبلہ درست نہیں تو اُس کا قبلہ درست کیا جائے۔ اگر دوستی کے اندر کوئی خلل ہے تو آج وقت ہے وہاں بند باندھا جائے۔ چونکہ معمولی سا سوراخ بھی بُری دوستی کا انسان کے ذہن کو گڑھا بنا سکتا ہے۔ پورا اُس کا ذہن گندا ہو جائے گا اور اگر دوستی کا سارا ماحول ستھرا رہے گا تو پھر اُس کا پورا پیکر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کیلئے بھی قابل رشک بن جائے گا۔

یہ بات بھی یقیناً ہمارے پیش نظر ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر بُروں کے ساتھ ہم نہیں بیٹھیں گے تو بُرے صحیح کیسے ہونگے۔ ہم بیٹھیں گے تو پھر صحیح ہونگے۔ ہاں جس میں

یہ طاقت ہے کہ بُرے کی برائی پر اس کی نیکی غالب آ جائے گی تو وہ اُس کے ساتھ ضرور بیٹھے۔ اُس کا تو یہ مشن ہونا چاہیئے۔ اُن کو پکڑے ستھرا کر کے صراط مستقیم پر کھڑا کر دے۔ اُن کے چہرے دھو کر اللہ کی رحمت کے لائق بنا کر اس دربار میں کھڑا کر دے۔ یہ بہت بڑا کام ہے لیکن جو خود بھی ان کے پیچھے گڑھے میں گر جائے اس کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اُن کے پاس بیٹھے۔ جو شخص کسی بدعقیدہ کی بات کا جواب نہیں دے سکتا اُس کیلئے حرام ہے کہ وہ بدعقیدہ کی بات کو سنے۔ اُس کے پاس بیٹھے۔ اُس کی باتوں سے جو گندگی ٹپکے گی اس کے عقیدے میں ایسی حالت پیدا ہو جائے گی کہ جس سے ایمان کی لذت ختم ہو جائے گی اور کبھی ایسا بھی ہو گا کہ یہ اس کی وجہ سے یہ دائمی جہنمی بن جائے یا کسی ایسے راستے کی طرف نکل جائے۔ کوئی لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں زبان سے نکل جائے۔ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں تو اس بات کو ضرور پیش نظر رکھا جائے جو کسی کو پکڑ کے بچا سکتا ہے وہ تو ضرور بچانے جائے اور جو اپنا بھی سب کچھ گنوا سکتا ہے کسی کے پاس بیٹھ کر اُسے اُس مجلس سے کروڑ مرتبہ بہتر ہے' کہیں تنہائی میں بیٹھ کر ذکر وفکر کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے تنہائی والے فیض کو مجمع عام پہ جاری فرما دے گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا کمال ہوتا ہے کہ وہ اتنے کامل ہو جاتے ہیں کہ ایک اُن کا سفر اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔ اس کو سیر الی اللہ کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کے جلوؤں میں مست ہوتے ہیں۔ یہ سیر فی اللہ کا سفر ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف توجہ کرتے ہیں' یہ سیر من اللہ کا سفر ہے۔

اب جس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف آ رہے ہوتے ہیں تو بظاہر یہ کام بڑا مشکل ہوتا ہے۔ وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے جلوؤں سے کچھ وقت نکال کے بندوں کو بھی دیکھے۔ بُروں کو دیکھے اُن کے ساتھ بیٹھے' اُن کی سوسائٹی میں رہے' لیکن یہ کام بڑا لازمی ہے کہ اگر یہ نہیں بیٹھے گا تو پھر بُروں کو نیک کون بنائے گا؟

اس واسطے اللہ تعالیٰ سے جو فیض لیا ہے وہ پھر بندوں میں بانٹنا چاہتا ہے۔اب اس کے اندر ایسی طاقت موجود ہے کہ یہ بیٹھتا ہے تو انہیں بھی نیک بنا کے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے اور اس کردار میں سرفہرست ہیں پھر انبیاء کرام علیہم السلام کا کردار ہے۔پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان اور پھر صلحاء کا کردار ہے۔وہ اس انداز میں بیٹھتے ہیں اور سب کچھ اس انداز میں لے جاتے ہیں کہ جو پہلے انسانیت کے اندر ناسور بنے ہوئے تھے ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ان کی صحبت میں آ کر انہیں وہ سوز ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے دربار کا مہمان بنالیتا ہے۔

اس کی مثال مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کی:

سمندر سے بخارات اُٹھے' وہ بادل کی شکل اختیار کر گئے' بادل برسا تو اُس بارش کے نزول کے وقت کچھ جگہ پاک تھی' کچھ پلید تھی۔کہیں تو وہ اچھے ماحول میں برس رہا تھا اور کہیں اُس نے درختوں کے پتوں پر برس کر اُن کا غبار اُتار رہا تھا کہیں گندگی پڑی تھی' بارش کا پانی سیلاب کی شکل میں آیا اُس گندگی کو بہا کے لے گیا لیکن تھوڑا سا پانی خود گندہ ہو جاتا ہے۔مگر وہ بارش ایسی تیز برسی کہ اُس نے سارے میل بھی اتارے' سارے غبار بھی اتارے اور سب کچھ مل کے جب وہ پانی سمندر میں شامل ہو گیا تو اُس وقت نہ پلید تھا' نہ اُس کے اندر کوئی بدبو تھی' نہ ہی کوئی گندگی تھی۔اُس نے زمانے کا گند نکالا ہے اور پھر سب کچھ صاف بھی کر دیا ہے۔

اگر ایسی صلاحیت ہے تو پھر ضرور جا کے بیٹھ جانا چاہیئے اور اگر ایسی نہیں تو اپنے آپ کو ضرور محفوظ رکھنا چاہیئے۔

محتشم سامعین حضرات!

آخرت میں بھی ہماری دوستی جس بنیاد پر ہے۔اہل حق کی یہ دوستی آخرت میں بھی کام دینے والی ہے۔وہ اور مجرم ہیں جن کیلئے دوستی کا کوئی فائدہ نہیں۔یہ اہل حق جن

کو خالق کائنات نے اچھی دوستی دی ہے۔اس بنیاد پر عقبیٰ میں کتنا فیض ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَا مُجَادَلَةُ اَحَدِكُمْ فِي الْحَقِّ يَكُوْنُ فِي الدُّنْيَا بِاَشَدَّ مُجَادَلَةً مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِرَبِّهِمْ فِيْ اِخْوَانِهِم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''دنیا میں کوئی شخص بھی اپنے حق کیلئے اتنا جھگڑا نہیں کرے گا جتنا آخرت میں اپنے دوستوں کیلئے جھگڑا کرے گا''۔کوئی شخص بھی دنیا میں اتنا جھگڑا نہیں کرے گا۔خواہ اُس نے ساری زندگی کہیں لڑتے لڑتے گزار دی ہو' کہیں اپنے پلاٹ کا کیس لڑ رہا تھا' کہیں اپنی فیکٹری کا کیس لڑ رہا تھا' اُس نے اپنا حق حاصل کرتے کرتے زندگی گزار دی ہے۔میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کوئی شخص دنیا میں اتنا بڑا مجادلہ اور اتنا سخت جھگڑا اپنے کسی حق کیلئے نہیں کرتا جتنا جھگڑا قیامت کے دن اپنے رب سے اپنے دوست کے بارے میں کرے گا۔

جھگڑا اللہ تعالیٰ سے کرے گا۔یہ جھگڑا محبت والا جھگڑا ہے جو جھگڑا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (پارہ ۱۲،سورہ ہود، آیت ۷۵)

یہ اگرچہ ہم سے جھگڑا کر رہے ہیں مگر ہیں یہ حلم والے۔ورنہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے اور بچ جائے تو آپ نے فرمایا ''قیامت کے دن جو بندہ اپنے دوست کے بارے میں جھگڑا کرے وہ اتنا سخت ہوگا کہ یہ جھگڑا دنیا میں اپنے حق کیلئے کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا''۔

جھگڑے کا اندر کس طرح ہوگا اور وہ دوست کون سے ہیں؟ یہ جنت میں چلا گیا' دوست جہنم میں چلے گئے' اب یہ جھگڑا کرتا ہے۔

ربنا اِخوانُنا کانوا یُصلُّوْنَ معنا وَیُصُوْمُوْنَ معنا

اے اللہ! ہمارے کچھ بھائی ہمارے ساتھ نماز پڑھنے میں بھی شریک ہوتے تھے اور روزہ بھی رکھتے تھے لیکن اُن سے کچھ غلطیاں ہوگئیں۔

فَاَدْخَلْتَهُمُ النَّارَ

تو نے اُن کو جہنم میں داخل کر دیا۔ اب ہم جنت میں ہیں ہمارے دوست جہنم میں ہیں۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یہ کسی مفتی کا فتویٰ یا کسی مفکر کی فکر نہیں۔ یہ اُس نگاہ کا تبصرہ ہے جو حشر کو یوں دیکھتے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پہ رائی کے دانے کو دیکھا جاتا ہے۔ جو کچھ وہاں ہو رہا ہوگا آپ آج اُس کو سن رہے ہیں۔ آپ فرما رہے ہیں کوئی بھی دنیا میں اتنا جھگڑا کسی کام کیلئے نہیں کرتا جتنا جھگڑا اچھی دوستی والا دوست کیلئے کر رہا ہوگا۔

وہ کہیں گے یا اللہ! اَدْخَلْتَهُمُ النَّارَ تو نے ان کو آگ میں داخل کر دیا۔ اب ہم جنت میں ہیں اور ہمارے دوست جہنم میں ہیں تو آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کو جہنم سے نکال کے جنت میں لے آئیں۔ اب دیکھنا یہ دوستی جو دین والی ہے رائیگاں نہیں جائے گی۔

اللہ کے بندوں کی دوستی آخرت میں تتر بتر نہیں ہوگی وہ اور مجرمین ہیں جن کا ایمان سے تعلق نہیں۔ اُن کی دوستیوں کے کوئی فائدے نہیں ہونگے لیکن ایمان والوں کی دوستی کا اتنا فائدہ ہے کہ محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں وہ جھگڑا کر رہے ہونگے کہ اے اللہ! اب تو نے اُن کو جہنم میں داخل کر دیا' ہمیں جنت میں چین نہیں آ رہا' ہمارے دوستوں کو بھی جنت عطا فرما دے۔

اب اللہ تعالیٰ کیا فرمائے گا۔ میرے محبوب علیہ السلام کے گل قدس کے پتیوں سے جب یہ موتی جھڑے ہونگے تو کیا منظر ہوگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتماع میں آپ ارشاد فرما رہے ہیں۔ یہ ساری باتیں غائب کی ہیں اور مستقبل کے

حالات کی ہیں۔

آپ نے فرمایا ''جس وقت اپنے ربّ سے جنتی یہ کہیں گے کہ اے اللہ! ہمارے بھائیوں کو تو نے جہنم میں بھیج دیا' وہ ہمارے ساتھ نیکیاں کرتے تھے' کچھ جرموں کی وجہ سے وہ جہنم میں چلے گئے۔ جس وقت مومنین بولیں گے تو اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرمائے گا بکواس بند کرو' تمہیں جنت مل گئی' اس پر اکتفا کرو' شکر کرو کہ تمہیں جنت مل گئی ہے۔ تم اوروں کی کیوں بات کرتے ہو' ہرگز یہ اللہ تعالیٰ نہیں فرمائے گا بلکہ کیا حکم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اِذْ هَبُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْهُمْ

جاؤ جس جس کو تم پہچانتے ہو اس کو نکال لو۔

مَنْ عَرَفْتُمْ ۔ جس کو پہچانتے ہو اُس دن پتہ چلے گا کہ داتا صاحب سے دوستی کا فائدہ کیا ہے۔ اُس دن پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ تعارف کا فائدہ کیا ہے۔ دنیا میں ہم ایک سلیک رکھتے ہیں کہ فلاں وزیر سے ہونی چاہیئے۔ فلاں مشیر سے ہونی چاہیئے ۔ تھانے میں جائیں گے تو وہ بچالیں گے' یہ چھوٹے چھوٹے تھانوں کی رہائی کیلئے یہ چھوٹی چھوٹی جھوٹی سچی دوستیاں ان کی حیثیت کیا ہے؟ وہ جہنم کا تھانہ اُس سے جو نکلوائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہوگا۔

اللہ فرمائے گا جاؤ ''مَنْ عَرَفْتُمْ'' جس کو تم پہچانتے ہو۔ یہ کتنا بڑا معیار نکلا۔ یہ معیار نہیں ہے کہ جس کی نیکی پچاس فیصد سے چلو اُس کو نکال کے لے آؤ' جس کی چالیس فیصد ہے چلو اُس کو نکال کے لے آؤ' جس کی تیس فیصد ہے اُس کو نکال کے لے آؤ' نہیں نہیں پہلے نمبر پر اللہ نے فرمایا ''مَنْ عَرَفْتُمْ'' جس جس کو تم پہچانتے ہو وہ جس حال میں بھی ہے۔ وہ کلمہ گو تھا لیکن اب وہ جہنمی بنا ہوا ہے۔ جاؤ اُنکو پکڑ کے جنت میں پہنچا دو۔

یہ مومن جہنم میں جا کے دیکھیں گے۔ یہ اللہ کے ولی کی پاور ہے کہ وہ جو جہنم

کے ہزار سال کی مسافت پر گزرے تو اُس پر راشہ طاری ہو جاتا ہے اور پسینے سے شرابور ہو جاتا ہے۔ یہ قریب جا کے دیکھیں گے کہ کون کون تھا جو میرے ساتھ محبت کرتا تھا۔ یا میں جس کو پہچانتا ہوں۔ بعض کو گھٹنوں تک عذاب ہو رہا ہوگا' بعض کو نصف پنڈلیوں تک عذاب ہو رہا ہوگا۔ یہ ہاتھ بڑھائیں گے وہ جہنم جو اتنا گہرا ہے کہ کنارے سے اگر پتھر پھینکیں تو ستر سال پیندے تک جانے میں لگ جاتے ہیں۔ یہ ہاتھ بڑھائیں گے تو اُن جہنمیوں کو نکال کے جنت میں داخل کر دیں گے۔

يَوْمٌ لَا بَيْعٌ وَلَا خُلَّةٌ

حشر کے دن وہ ہے کہ جس دن کوئی دوستی نہیں ہوگی۔ وہ اور دوستی ہے جس کی قرآن اس مقام پر نفی کر رہا ہے اور یہ اور دوستی ہے۔ ''الا المتقین'' سے جس کا اثبات کیا جا رہا ہے اور آج ہم دوستی کا سروے کرتے وقت اس دوستی کے داعی ہیں کہ وہ دوستی آج ہماری اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ہونی چاہیئے جو میدان حشر میں بھی فائدہ دے رہی ہوگی۔

جس وقت وہ مومنین پہچاننے والوں کو نکال لیں گے تو پھر وہ اللہ کے دربار میں پہنچ جائیں گے۔ اے اللہ! جس کے بارے میں تو نے حکم دیا تھا وہ تو ہم نے نکال لئے لیکن تڑپ ابھی باقی ہے کہ پیچھے بھی موجود ہیں' اُن کو بھی نکالنا چاہیئے۔ اگر ہم اُن کو جانتے نہیں' اُن کو بھی نکالنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا چلو ٹھیک ہے۔

اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ وَزْنُ دِيْنَارٍ

جس کے دل میں ایک دینار جتنا بھی ایمان ہے اس کو بھی نکال لو۔ یہ چلے جائیں گے اُن کو نکال لیں گے۔ پھر وہ کہیں گے یا اللہ! ہم نے ایک دینار والے بھی نکال لئے ہیں تو اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا:

مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ نِصْفُ دِيْنَارٍ

جس کے دل میں نصف دینار ایمان ہے اُس کو بھی نکال لو۔ لہذا وہ مومنین اُن کو بھی نکال لیں گے۔ پھر اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ ذَرَّۃً

جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے، چلو اُس کو نکال کے لے آؤ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تو کتنا بڑا معیار ہوگا۔ آپ کے غلام جو آپ کی غلامی میں زندگی بسر کرتے رہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے جنت دی ہے۔ وہ بھی اپنے دوستوں کے بارے میں اتنا جھگڑا کر رہے ہونگے۔ تو یہ ہے وہ پکی دوستی جو دین کی بنیاد پر ہوگی، تو یہ اُس دن آپس میں جھگڑیں گے نہیں۔ یہ ایک دوسرے کو دیکھ کے نفرت نہیں کریں گے۔

یہ ایک دوسرے کو دیکھ کر اُس دن چہرہ نہیں پھیریں گے بلکہ ایک دوسرے پر خوش ہو رہے ہونگے کہ دوستی نے دونوں جانب سے اپنا فائدہ دکھادیا ہے۔

یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الاحادیث ۳/۲۲۱ پر اس کو روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

انہ یُنادی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

قیامت کا دن ہوگا تو محشر میں اعلان ہوگا۔

اَیْنَ فُقَرَاءُ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فقیر لوگ کہاں ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا جس وقت یہ اعلان ہوگا تو یہ سارے فقراء اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اعلان کیا جائے گا "قوموا" کھڑے ہو جاؤ۔

تَصَفَّحُوْا صُفُوْفَ الْقِیَامَۃِ

یہ لوگوں کی جو صفیں میدان محشر میں موجود ہیں ان ساری کی چھان بین کرو اور ان کو غور سے دیکھو۔ ''تَصَفَّحُوْا'' ان میں سے یہ پہچانو۔

مَنْ اَطْعَمَکُم فِیَّ اُکْلَةً طُعمَةً

اس کروڑ کی لائن میں کون ہے۔اے فقیرو! جس نے تمہیں میری وجہ سے کھانا کھلایا ہو' پھر اس میں یہ حکم ہوگا کہ اس میدان محشر میں جتنے لوگ کھڑے ہیں' ان میں سے اُس بندے کو جدا کرو۔ ''مَنْ اَرْوٰی فِیَّ شَرْبَةً'' جس نے میری وجہ سے تجھے ایک گھونٹ پانی کا پلایا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''من کسا کم فی'' دیکھو اس میدان میں کون ہے' جس نے تجھے میری وجہ سے کپڑا پہنایا ہوگا۔اب میدان حشر ہے۔ جہاں بادشاہ تو سفارش نہیں کر سکیں گے' جہاں بڑی بڑی اونچی کرسیوں والے گرے پڑے ہونگے اور بڑے بڑے تاجروں کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوگا۔اس دن پتہ چلے گا کہ فقیر کتنا بڑا وزیر ہوتا ہے اور فقیر کتنا بڑا امیر ہوتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''جب یہ نشانی لگا دیں گے۔ اے اللہ! اس لائن میں ۱۰ (دس) بندے ہیں۔ان کا فلاں فلاں نام ہے۔فلاں لائن میں اتنے ہیں' فلاں لائن میں اتنے ہیں۔اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ سے جب یہ عرض کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

خُذُوْا بِیَدِہٖ اَدْخِلُوْہُ الْجَنَّةَ

چل فقیر اُس کا بازو پکڑ اُس کو جنت میں داخل کر دے گا۔میدان میں یہ دوستی کام دے رہی ہے' جو دین کی وجہ سے ہے' جو دوستی دنیاوی مقاصد کی وجہ سے ہو اور جو بُرے عقیدے کی بنیاد پر ہو۔اُس کا کوئی فائدہ نہیں۔اُن کیلئے جہنم ہے' اُن کیلئے کوئی ناصر نہیں' اُن کیلئے کوئی نصیر نہیں' اُن کیلئے کوئی ولی نہیں' اُن کیلئے کوئی شفیع نہیں' اُن کو کوئی بچانے والا نہیں۔لیکن اس بنیاد پر جو دوستی ہے اس کے اندر جہاں کہیں کوئی کمی رہ گئی اُس

میں پھر بچانے کیلئے پہرہ موجود ہے۔ اس انداز میں فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اجازت دے گا اور ایک ایک فقیر کئی ہزاروں کو جنت میں لے جا رہا ہوگا۔

محتشم سامعین حضرات!

''دوستی کا طریق کار''

پہلا مرحلہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ پوچھا گیا کہ دوستی کا طریق کار کیا ہونا چاہیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ دوستی کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ جب تم کسی کے دوست بنو یا کسی کو دوست بناؤ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۷، بحوالہ ترمذی)

سب سے پہلے نمبر پر ''فَلْیَسْئَالُہٗ عَنْ اِسْمِہٖ'' اس کا نام پوچھنا چاہیئے۔

دوسرے نمبر پر ''وَاسْمِ اَبِیْہِ'' اُس کی ولدیت پوچھنی چاہیئے۔

تیسرے نمبر پر ''وَ مِمَّنْ ھُوَ'' اُس کا قبیلہ پوچھنا چاہیئے کہ وہ کس خاندان سے ہے۔ وہ کس قبیلے سے ہے یہ قبیلہ اس لئے نہیں پوچھنا کہ وہ یہ دیکھے کہ بڑے خاندان سے تعلق رکھتا ہے یا چھوٹے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ چھوٹے بڑے کا اسلام میں لحاظ دولت کے لحاظ سے نہیں بلکہ تقویٰ کے لحاظ سے ہے۔ لہذا پوچھنے کا مقصد تعارف ہے تا کہ پتہ چل جائے کہ وہ کس گھرانے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہ بنیادی تعارف ہے دوستی کے طریق کار میں اور اتنا انٹرویو کرنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہے۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِنَّہٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّۃِ

جب اتنا تعارف ہوگا تو محبت بڑھتی چلی جائے گی۔ ابتدائی طور پر یہ پوچھو۔

دوسرا مرحلہ:

دوستی کا طریق کار میں دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اُس کی محبت اپنے دل میں رکھو۔

اُس کی محبت کو دل میں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ سامنے نظر آتا ہو تو پھر محبت کی وجہ سے اُس کے پیغام سے محبت کرو' اُس کے کردار سے محبت کرو' اُس کے عمل سے محبت کرو

تیسرا مرحلہ: ''صحبت اختیار کرنا''

دوستی کے طریق کار میں تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ اپنے دوست کی صحبت اختیار کرنا اور اس محبت کے معیار میں ہمارے لئے اتنی وسعت موجود ہے کہ ہمارے لئے کئی صدیوں کے سفر کو سمیٹ کر ایک بالشت کی مسافت سے بھی کم کر دیا گیا ہے۔

آج ہم دوستی کرتے وقت یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا تعلق حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے ہونا چاہیئے۔ ہمارا تعلق حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے ہونا چاہیے۔ ہمارا تعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہونا چاہیئے تو فوراً یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ میں نے تو اُن کو دیکھا ہی نہیں ہے تو اُن سے دوستی کیسے کروں گا۔ میں تو اُن کے پاس بیٹھا ہی نہیں تو میری محبت اُن سے کیسے ہو سکے گی؟ میں نے تو اُن کے زمانے کو پایا ہی نہیں تو میں اُن کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہوں۔

ہماری اس الجھن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں سے پہلے حل کر دیا تھا' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ (بخاری و مسلم میں یہ حدیث شریف موجود ہے)

جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیّ صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۶)

ایک آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا۔

کیف تَقُولُ فِی رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ یَلْحَقْ بِھِمْ

اُس شخص کے بارے میں آپ کا کیا فرمان ہے جو کسی قوم سے محبت تو کرتا ہے مگر اُن کے ساتھ لاحق نہیں ہو سکا۔ محبت کرتا ہے لیکن اُن کے عمل تک وہ نہیں پہنچ سکا' جتنا وہ کرتے تھے یا اُن سے محبت تو کرتا ہے لیکن اُن کا زمانہ نہیں پا سکا تا کہ اُنکو دیکھ سکے۔ محبت اُن

سے کرتا ہے مگر اُن کے طبقے میں شامل نہیں ہو سکا' پیچھے رہ گیا ہے تو کیا اس کی دوستی ہو سکے گی۔ جس وقت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ طریقہ کار پوچھا جا رہا تھا تو میرے محبوب علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا ''گھبراؤ نہیں''۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

محشر کے دن آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ پیار کرتا ہے۔ اگرچہ درمیان میں چودہ صدیوں کا فاصلہ ہے پھر بھی اُس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ پیار کرتا ہے' دیکھنا بھی شرط نہیں اور پاس بیٹھنا بھی ضروری نہیں' محبت کرلو ان اللہ کے نیک ولیوں سے امام اعظم ابوحنیفہ سے ان فقہاء مجتہدین سے' صحابہ کرام اہل بیت اطہار سے اور بالخصوص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واسطے آپ نے فرمایا کہ درمیان والے فاصلے ہم نے ختم کر دیئے ہیں۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

پندرھویں صدی کا بھی محبت کر کے سرکار تک پہنچ سکتا ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ وہاں جنت میں سیٹ پا سکتا ہے۔ جہاں ہر وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بھی اُس کو حاصل ہوتا رہے گا۔ اس مقام پر صحابہ کرام کہتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو کہا تھا جن سے عرض کیا تھا کہ قیامت کیلئے میری اتنی تیاری نہیں ہے مگر میں اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتا ہے۔ اس واسطے قیامت کے بارے میں پوچھ رہا ہوں کہ قیامت کب آئے گی تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا:

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ

تم انہیں کے ساتھ ہو گے جن کے ساتھ تمہارا پیار ہے۔

جب صحابہ کرام نے یہ جملہ سنا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْئٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرْحَهُمْ بِهَا

میں اس بات کا گواہ ہوں کہ سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو میں اچھی طرح جانتا ہوں' کوئی شخص بھی اسلام لانے کے بعد اتنا خوش نہیں ہوا تھا۔ جتنا اس جملے پہ خوش ہو گیا ہے۔ اگرچہ اُس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا پھر بھی ایسی خوشی نہیں ہوئی۔ اُسے مال غنیمت ملا پھر بھی ایسی خوشی نہیں ہوئی جو کچھ بھی کسی کو ملا اُس کو ایسی خوشی نہیں ہوئی۔ جتنی اس جملے کی خوشی ہوئی ہے' جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ

تمہیں قیامت کے دن اُنہیں کا ساتھ ملے گا جن کے ساتھ تمہارا پیار ہو گا۔ یہ وہ جملہ ہے جس نے قیامت تک ہر مومن کے حل کی پیاس بجھائی ہے۔

یہ ٹھیک ہے آج ہم فراق میں ہیں' ہجر میں ہیں' جدائی ہے' تڑپ ہے' ہمیں آج آنکھوں کو وہ منظر نظر نہیں آتا کہ جس کی تڑپ میں زندگی بسر ہو جاتی ہے اور اُن کی دید کیلئے تڑپتے رہتے ہیں۔ راتوں کو انتظار ہوتا ہے' آنکھوں سے آنسو بھی بہتے رہتے ہیں اور پھر بھی کبھی مراد ملتی ہے' کبھی مراد نہیں ملتی لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طریق کار میں واضح فرما دیا تمہارا کام محبت کرنا ہے ہم وہاں تمہیں ملائیں گے جہاں ملے ہوئے بچھڑ جاتے ہیں۔ جس مقام پر بیٹا باپ سے' باپ بیٹے سے' ماں بیٹی سے' بھائی بھائی سے اور بیٹی ماں کو چھوڑ رہی ہوگی اُس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ   مشکوٰۃ ۴۲۷

گویا یہ ہیں وہ غوث پاک جن سے تو میرے لئے پیار کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ خود ملاقات کروا رہا ہو گا تو اس بنیاد کی دوستی کے اتنے فائدے ہیں کہ دنیا میں بھی انسان کو خوشبو میسر آتی ہے اور عقبیٰ میں بھی خوشبو ہے۔ آج اس کو بیان کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ:

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰہُ یُعْطِیْنِی الصَّلَاحَ

میں صالحین سے محبت کرتا ہوں اگرچہ خود صالح نہیں ہوں لیکن ان سے محبت اس لئے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیکی عطا فرمائے گا۔

صحبت روشن ضمیراں کم نہیں اکسیر سے
آب بھی پاتا ہے قیمت ملتا ہے جب شیر سے

ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن جس سے ہماری محبت ہے۔ اُن کی بہت بڑی حیثیت ہے۔ اس بنیاد پر ہمیں یہ کہنے میں سعادت بھی حاصل ہے۔

ذرۂ خاکم ولے با مہر دارم دوستی
پائے خوباں تا فرازِ آسماں خواہم شدن

میں ذرہ ہوں' میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن دوستی میری سورج کے ساتھ ہے' سورج کی کرن پڑتی ہے تو ذرہ اڑ کے سورج تک پہنچ جاتا ہے۔ ہم اس واسطے اس دوستی کے قائل ہیں کہ یہ دوستی ذروں کو آفتاب بنانے والی ہے اور کانٹوں کو گلاب بنانے والی ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا حظ وافر عطا فرمائے۔ آمین

و آخر دعوانا اَنِ الحمد للہ رب العالمین

==================

باب نمبر 15

سود اور اس کی اقسام

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَظِیْمِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اخْتَصَّ بِالْخُلُقِ الْعَظِیْمِ

وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ قَامُوْا بِتَائِیْدِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برہانہٗ کی حمد وثناء اور شفیع محشر، مالکِ کوثر محبوب دلبر احمدِ مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین!

ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے پُرکیف لمحات میں ہم سب کو ادارہ "صراط مستقیم" کے فہمِ دین کورس کے پندرھویں درس میں شرکت کی سعادت نصیب ہو رہی ہے

میری دُعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ سب کو قرآن وُسنّت کا فہم عطا فرمائے۔
قرآن وُسنّت کی ابلاغ و تبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔
ہماری آج کی گفتگو کا موضوع

''سود اور اُس کی اقسام'' ہے

ربّ ذوالجلال کے دربار میں دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہم سب کو سودی کاروبار کی نحوست سے محفوظ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی اقتصادیات کی برکات سے مالا مال فرمائے۔ قرآن مجید میں سے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ کی تلاوت میں نے آپ کے سامنے کی۔ اس مقام پر تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حرمتِ ربوا کو موضوع سخن بنایا ہے اور اُمّتِ مُسلمہ کو ہمیشہ سود سے محفوظ رہنے کا حکم دیا ہے۔
خالقِ کائنات کا فرمان ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورۃ بقرہ ۲۷۵)

Allah Made Trade Lawful and Made Interest Unlawful

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہی ایک مسلمان کیلئے کسی حکم کے اثبات یا نفی کیلئے امر یا نہی کیلئے کافی ہے لیکن حرمت سود کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔

ایمان کے بچاؤ کیلئے سود سے بچو:

اگر اپنا ایمان بچانا چاہتے ہو تو پھر اپنے کاروبار کو سود سے بچا کے رکھو۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۸ میں ارشاد فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا اُس سے بچو اگر تم ایماندار ہو۔ یہ

میرا حکم تمہارے ایمان کی وجہ سے ہے۔ میں ایمانداروں کو ایسی گندگی سے بچانا چاہتا ہوں جو کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔اُن کو ابتدائی خطاب اس بات کا ہے کہ وہ کفر سے نکلیں اور ایمان قبول کریں اور جو ایماندار ہیں اگر وہ ایمان کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں' ایمان کی مٹھاس، چاشنی اور لذت محسوس کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو پھر تم سودی کاروبار سے بچو۔سودی کاروبار سے بچنا حقیقت میں اپنے ایمان کو بچانا ہے۔

سود اضافہ نہیں نقصان ہے:

عمومی طور پر انسان اس لئے پریشان ہوتا ہے کہ اُسے جب سود میں کئی اضافے نظر آتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے اگر میں سود کی طرف متوجہ نہیں ہوتا' سودی کاروبار نہیں کرتا تو شاید میرا کتنا بڑا نقصان ہو جائے گا۔خالق کائنات جل جلالہ نے قرآن مجید میں یہ بھی ہمیں سوچ دی ہے کہ تمہیں خود اپنے فائدے کا اتنا پتہ نہیں' جتنا تمہارے خالق کائنات کو تمہارے فائدے کا پتہ ہے' ہوسکتا ہے ایک فائدے کو تم فائدہ سمجھو لیکن حقیقت میں وہ نقصان ہو اور ایک نقصان کو تم نقصان سمجھو لیکن حقیقت میں وہ فائدہ ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

میں نے احکام دیتے ہوئے وہی حکم دیا جس میں تمہارا فائدہ ہے اور نقصان نہیں ہے۔رب کائنات جل جلالہ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۶ میں ارشاد فرماتا ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو پروان چڑھاتا ہے۔سود سے جو کمائی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُس کو میں مٹا دیتا ہوں' اُس کو ختم کر دیتا ہوں' جتنا بھی اُس میں اضافہ ہوتا ہے اور بظاہر جتنی بھی آمدنی ہو رہی ہے۔رب کائنات فرماتا ہے وہ

حقیقت میں تمہارا خسارہ ہے۔ تمہیں محسوس نہیں ہوتا' دنیا میں بھی سود کی کمائی نقصان ہے اور عقبیٰ میں بھی نقصان ہے۔ دنیا میں اُس کے نقصان ہونے کا مطلب ابن حجر زواجز میں بیان کرتے ہیں:

سود کی کمائی انسان کے ایسے کاموں میں لگ جاتی ہے کہ جس سے اُس کو کمائی کا دنیا میں بھی کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا۔ ایسے ایسے امراض میں اور ناجائز مقدمات میں اور مختلف قسم کی جو حادثاتی صورتیں ہیں ان کے اندر وہ پیسہ لگتا ہے اور بندے کو مختلف الجھنوں کے اندر پھنسا دیتا ہے۔

اور عقبیٰ میں کیا ہوگا۔ عقبیٰ میں یہ ہے کہ جو بندہ سودی پیسہ کھاتا ہے تو جب وہ عقبیٰ میں دیکھے گا تو دنیا میں جو حج کیا تھا وہ بھی نامہ اعمال میں نظر نہیں آئے گا' جو روزے رکھے گا وہ بھی غائب ہو چکے ہوں گے جو اُس نے نمازیں پڑھیں تھیں وہ اس کے نامہ اعمال میں نظر نہیں آئیں گی تو اُس وقت وہ ہائے ہائے کرے گا کہ میں نے اتنی کوشش سے حج بھی کیا تھا' میں نے روزے بھی رکھے تھے اور میں نے نمازیں بھی پڑھیں تھیں اور میں صدقہ و خیرات بھی کرتا رہا اور آج میری نیکیوں کے اندر اُن میں سے کچھ بھی موجود نہیں ہے تو اُس وقت اُسے پتہ چلے گا کہ اللہ نے تو دنیا میں فرمادیا تھا:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقَاتِ

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے' دنیا میں بھی اُس کی کمائی ناجائز جگہوں پہ لگ جاتی ہے اور عقبیٰ میں اُس کا سود نیکیوں کو ختم کردے گا تو دونوں مقامات پر انسان کو سود کا نقصان ہوتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقَاتِ

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو اللہ تعالیٰ پروان چڑھاتا ہے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے بندہ ایک دینار خرچ کرتا ہے تو قیامت کے دن وہ اُحد پہاڑ کی شکل اختیار کر چکا ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

مَا مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَفِیْہِ مَلَکٌ یُنَادِیْ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقاً خلفاً

ہر دن ایک فرشتے کی یہ ڈیوٹی ہے جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ جس بندے نے تیرے راستے میں خرچ کیا ہے اُس کو اُس مال کی جگہ اور عطا فرما۔ اُس نے جتنا خرچ کیا اُس کی جگہ اُسے اور عطا فرمادے۔ دنیا میں بھی کمی نہیں آتی' عقبیٰ میں بھی کمی نہیں آتی تو یہ مومن کی سوچ کا معیار ہونا چاہیئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سود کو گھاٹا قرار دیا ہے تو ہم اُس کو کس لحاظ سے اضافہ سمجھتے ہیں اور پھر جس وقت صدقہ اور خیرات میں اتنی افزائش تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور ہر وہ اسلوب اختیار کرنا چاہیئے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا زیادہ سے زیادہ حصول ہو سکے۔

سودخور کی بھیانک صورت حال:

سودخور کے بارے میں جو اُس کی حشر کے دن بھیانک صورتحال ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں تذکرہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کے دن جب قبروں سے اُٹھیں گے تو وہ پاگل ہو چکے ہونگے۔ وہ ایسے چلیں گے جیسے کوئی بندہ مخبوط الحواس ہوتا ہے کہ جس کو شیطان

نے چھو کے مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ جس طرح دنیا میں تم دیکھتے ہو کہ کچھ لوگ جن پر جنوں کا حملہ ہوتا ہے' اُن کی جو صورتحال ہوتی ہے حشر کے دن یہ انسان اگر چہ دنیا میں زیرک تھا' سمجھدار تھا' عقلمند تھا لیکن جب قبر سے اُٹھے گا تمام اہل حشر اُسے دیکھیں گے کہ پاگلوں کی طرح چل رہا ہو گا یہ اس وجہ سے کہ وہ دنیا میں سود کھاتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتا رہا۔ حکم عدولی کرتا رہا جس کی وجہ سے حشر کے دن اُس کو بیوقوف اور پاگل کی شکل پیش کر دیا جائے گا۔

سودخور کیلئے اعلان جنگ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سود کھانے کے عمل کو اتنی بڑی جسارت قرار دیا ہے گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کے مترادف ہے اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے جنگ کر سکتا ہے اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ انسان احساس ہی نہیں کرتا کہ اُس نے سود کھا کے کتنی بڑی جسارت کر لی ہے' کتنا بڑا وہ جرم کر رہا ہے جس کو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کمائی بڑی میٹھی ہے اور یہ پیسے بڑے اچھے ہیں اور اس کی وجہ سے میری زندگی میں بڑی بہار ہے لیکن حقیقت میں وہ بہار نہیں ہے وہ تو جہنم کا ایندھن ہے جو اُس نے وصول کر لیا ہے۔ اللہ کا یہ قرآن ہمارا نصاب زندگی ہے۔ اگر ہم اس کو سن کر نہیں ڈریں گے تو یہ قرآن کہتا ہے کہ جو مجھ کو سن کر نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے۔ اس کو اپنی زندگی کا احساس کرنا چاہیے۔

لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا

قرآن ڈراتا ہی اُس کو ہے جو زندہ ہو' جو قرآن سن کے نہیں ڈرتا وہ قرآن کی روشنی میں اور نقطہ نظر سے وہ مردہ انسان ہے تو اس زندگی کا بھی ہمیں احساس کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا تو ایک لفظ ہی ہمارے لئے کافی تھا۔ لیکن اُس نے بار بار قرآن مجید میں

جھنجھوڑا ہے اس کے باوجود بھی ہمیں ڈر نہیں آتا اور ہم اپنے کیے ہوئے پر پشیمان نہیں ہوتے اور اپنے رویے پر نظر ثانی نہیں کرتے تو پھر کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم مردہ ہو چکے ہیں اور ہمارا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کی یہ ہدایت دلوں پہ دستک دیتی ہے۔ یہ خود زندگی ہے اس کو جو اچھی طرح سنتا ہے۔ خالق کائنات اُسے دونوں جہاں میں چمک والی زندگی عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَاْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اگر تم سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کا یقین کر لو۔ اگر تم سود سے باز نہیں آتے تو تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنا چاہتے ہو تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے جنگ کر سکتا ہے۔ وہ ایک لمحہ سے پہلے اگر چاہے تو زمین کو اُٹھا کے آسمانوں تک پہنچا کے پلٹ دے اور نیست و نابود کر دے۔

اُس کے ساتھ کس کی جسارت ہے یہ آج بھی اگر کوئی سودی کاروبار کر کے زندہ ہے تو اُس کو یہ مہلت دے دی گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی چھتری کے صدقے کہ وہ جلد توبہ کر لے باز آ جائے اور اس بدی سے منہ پھیرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جلوؤں میں آباد ہو جائے یہ جو اُس کو مہلت دی جا رہی ہے یہ مہلت توبہ کیلئے ہے۔

ورنہ پہلی اُمتوں کو ایسے معاملات پر فوراً گرفت کر کے رکھ دیا جاتا تھا اور اُس کیلئے بڑی تیزی سے مواخذہ آ جاتا تھا۔ ہمارے لئے اس میں بھی سہولت رکھی گئی ہے اور چانس دیا گیا ہے کہ اپنے رویے کو تبدیل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کر لو

اور اس کو سمجھ لو کہ سودی کاروبار کوئی معمولی سا جرم نہیں۔ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کو اپنے ساتھ اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے مترادف قرار دے دیا ہے کہ جو ایسا کر رہے ہیں تو وہ ایسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو اپنے رب اور اپنے رسول علیہ السلام کے مقابلے میں کھڑا کر دیا ہو۔ سوچنے پہ آئے تو ایسا مسلمان کون ہو سکتا ہے جو ایسا سوچ بھی سکے۔

اللہ تعالیٰ سے جنگ کے بارے میں سوچ بھی سکے' کوئی بھی مومن ایسا نہیں ہو سکتا تو اتنا رچ بس گیا اور یہ سود کی جو نحوست ہے اس کے سلسلے میں اپنے ضمیر کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے اور شرعی معیار کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

ترک سود پر انعام:

جو ہمارا رب ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اُس سے بڑھ کے ہم سے پیار کون کر سکتا ہے اور اُس سے بڑھ کے شفقت کس کی زیادہ ہو سکتی ہے۔ اتنا شفیق رب ہے اگر اس میں حقیقی طور پر ہمارا نقصان ہوتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی اس سے منع نہ کرتا' وہ ہمارے فائدے کیلئے ہمیں حکم دے رہا ہے کہ سود سے بچو' بیع کو ہم نے تمہارے لئے جائز قرار دے دیا ہے تو مومن کی یہ شان ہے کہ اُسے کسی اور کی بات پر نہیں چلنا چاہیئے۔ اپنے رب کے فرمان کو پیش نظر رکھنا چاہیئے تو اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ کے ساتھ جب پکار رہا ہے بلا رہا ہے تو وہ کتنے پیار سے بلا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے جو سود میں نے تم پہ حرام کیا تو دیکھو بولتے وقت میں کتنے پیار سے بول رہا ہوں۔ میں اپنا نام تجھے دے کر تمہیں مومن کہہ کے پکار رہا ہوں' مجھے یہ پسند نہیں کہ تم جہنم میں جلو اور جہنم کا ایندھن بن جاؤ۔ اس لئے تمہیں پہلے سمجھا رہا ہوں کہ سود سے باز آ جاؤ اور جہنم سے اپنے آپ کو محفوظ کر لو۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے ترک سود پر بھی انعام کا

اعلان فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

اے ایمان والو! یہ دونا دو، سود نہ کھاؤ، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اگر تم سود نہیں کھاؤ گے تو کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

حقیقت میں یہ کامیابی ہے جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں کامیابی ہے۔ ایک کامیابی وہ ہے جو دنیاداروں کی نگاہ میں ہو تو ہم نے کلمہ اپنے رب کا پڑھا ہے، کسی دنیادار کا تو کلمہ نہیں پڑھا تو ہمیں کامیابی و ناکامی میں معیار وہ سامنے رکھنا چاہیئے جو ہمارے رب کا قائم کردہ معیار ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جتنا بھی سمجھو چونکہ سود نہیں لیا تو آمدنی تھوڑی ہوئی ہے اس کو کبھی بھی اپنی ناکامی نہ قرار دو اور اس کو کبھی بھی خسارہ نہ سمجھو "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" اگر تم کامیابی چاہتے ہو تو قرآن مجید کے دیئے ہوئے خطوط کے مطابق زندگی بسر کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ اس پر بندے کو دائمی کامیابی دینے کا اعلان فرما رہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا اَخَذَ الْمَالَ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ

(بخاری شریف جلد ۱، صفحہ ۲۷۹)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَيَاتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ

ایک زمانہ لوگوں پہ آجائے گا ''لا یبالی المرء بما اخذ المال'' اُس وقت بندہ یہ خیال ہی نہیں کرے گا کہ اُس کی آمدنی کیسے ہو رہی ہے۔ اُس کا مال کہاں سے آرہا ہے' مال کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟

اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ

جو روزی ہے یہ حلال ذرائع سے ہے یا حرام ذرائع سے ہے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس وقت مقصود صرف اور صرف مال کا حصول ہو گا۔ اُس کے ذریعے کی تفتیش نہیں کی جائے گی کہ یہ مال جس کاروبار سے آرہا ہے کیا وہ کاروبار شریعت میں جائز ہے یا ناجائز ہے۔ وہ بیع باطل ہے یا بیع صحیح ہے۔ وہ یہ دیکھے گا ہی نہیں بلکہ صرف مقصود یہ ہے کہ مال ملتا ہے یا نہیں ملتا۔

میرے محبوب علیہ السلام نے جس زمانے کی نشاندہی کی تھی آج وہی زمانہ ہے اس طرف تو دوڑ دھوپ ہے کہ پیسہ ملنا چاہیئے لیکن اس طرف کوئی کم ہی دیکھتا ہے کہ ملتا ہے تو کس دروازے سے ملتا ہے یہ آرہا ہے تو کس ذریعے سے آرہا ہے۔ یہ کہیں حرمت کے سوراخ سے تو نہیں آرہا کہ جو میرے دل کے تقدس کو بھی پلید کر دے گا اور یہ کہیں ایسے ذریعے سے تو نہیں آرہا کہ جس کو شریعت نے مسترد کر رکھا ہو۔ یہ مومن کی شان ہے کہ وہ پیسہ لیتا ہے لیکن یہ ضرور دیکھتا ہے کہ یہ آ کہاں سے رہا ہے۔ یہ میرے کس کاروبار کی وجہ سے ہے جو اس بنیاد پر پیسہ آتا ہے۔ وہ بندے کو فتنے میں مبتلا نہیں کرتا۔ اُس سے بندہ فساد کے دھانے میں نہیں گرتا۔ وہ پیسہ بندے کو چین سے رکھتا ہے اور اُس کیلئے عقبیٰ میں معاون بن جائے گا اور آخرت کے سنوارنے کیلئے سبب بن جاتا ہے لیکن

جو پیسہ ایسے ذرائع سے آرہا ہے کہ جو ذرائع ہی ناجائز ہیں جونہی گھر میں داخل ہوتا ہے فتنے ہیں فساد ہیں نحوست ہے بے اتفاقی ہے۔ ناجائز مقدمات ہیں' مختلف حادثات ہیں' مختلف قسم کی بیماریاں ہیں اور وہ درد اور بیماریاں کہ جس کے بارے میں کچھ سنا ہی نہیں تھا اس طرح کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تمام اُس سود کی وجہ سے ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت مسلمہ کیلئے حرام فرمادیا ہے بلکہ سود کے احکام کو قرآن مجید سے دیکھیں تو لگتا ہے کہ یہ کسی امت میں بھی جائز نہیں تھا اور ہمیشہ اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ النساء میں یہ بھی ہے

اَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ (پارہ۶، سورہ النساء، آیت ۱۶۱)

پہلی امتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ جب اُن کی ہلاکتوں کا ذکر کرتا ہے کہ وہ تباہ و برباد کیوں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ سود لیتے تھے۔

وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ

حالانکہ اُن کو منع کیا گیا تھا تو ساری امتوں کو اسی وباء سے روکا گیا اور اس مصیبت سے بچایا گیا اور سود کو اُن کیلئے ناجائز قرار دیا گیا۔

حرمت ربا:

اُمت مسلمہ کیلئے بھی جب احکام بتدریج آرہے تھے تو آٹھ ہجری میں یا ۹ ہجری میں ایک روایت کے مطابق اس حرمت کا حکم آگیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح تفصیل کے ساتھ اپنے صحابہ کرام کو یہ بات سمجھادی اور ہمیشہ کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس قسم کی آلودگی سے محفوظ ہو گئے۔

اب اس بات کو دیکھنا کہ یہ سود جس کے بارے میں اتنی واضح نصوص موجود ہے یہ ہے کیا چیز اور اس کی اقسام کتنی ہیں؟

سود قرآن مجید کے لفظ ربا کا ترجمہ ہے۔اس کو انگلش میں انٹرسٹ کہتے ہیں۔

ربا کا لغوی معنی:

ربا کا لغوی معنی ''بڑھنا'' ہے۔عربی زبان میں جب یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو افزائش کے بارے میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ

(سورۃ الحج، آیت نمبر ۵)

جب ہم نے زمین پر پانی نازل کیا تو سبزہ اُگا اور بڑھتا چلا گیا۔رَبَتْ اُس میں اضافہ ہوا وہ بڑھا تو ربا کا لغوی معنی اضافہ ہونا بڑھنا ہے۔ یہ ربا کی لغوی طور پر حقیقت ہے۔

ربا کی شرعی تعریف:

فِی الشَّرْعِ فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوْضٍ فِی مُعَاوَضَةِ مَالٍ بِمَالٍ

(دستور العلماء، جز نمبر ۲، صفحہ ۱۲۸)

جس وقت مال کا مال سے سودا ہو رہا ہے ایک طرف مال زیادہ ہو دوسری طرف مال تھوڑا ہو اور مال کا تعلق بھی اُن چیزوں سے ہو جو مکیلی ہیں یا موزونی ہیں تو ایک طرف جو اضافہ ہے اُس کے عوض میں دوسری طرف سے کچھ بھی نہ ہو تو اُس کو شریعت مطہرہ میں ربا کہا جاتا ہے۔

یہ وضاحت یہ ہے کہ ہم تجارت میں جتنی چیزیں لیتے اور دیتے ہیں

ان کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) موزونی (۲) مکیلی (۳) مزروع (۴) معدود (۵) اموال قیمہ

(۱) موزونی: وہ مال جن کا وزن کیا جائے تو ان کو موزونی کہتے ہیں۔

(۲) مکیلی: وہ مال جن کو ٹوپہ سے ناپا جائے جن کا کیل کیا جائے تو اُن کو مکیلی کہتے ہیں

(۳) مزروع: وہ مال کہ جن کی گزوں سے پیمائش کی جائے تو اُن کو مزروع کہتے ہیں

(۴) معدود: وہ مال جن کو گنتی کے لحاظ سے بیچا جائے درجنوں کے لحاظ سے بیچا جائے تو اُس کو معدود کہتے ہیں۔

(۵) قیمہ: وہ مال جن کا تعلق جانوروں سے ہو تو اُن کو اموال قیمہ کہتے ہیں۔

یہ پانچ قسم کے اموال ہیں:

سود کی شرط:

سود کیلئے شرط یہ ہے کہ سود اُن اموال میں بنے گا جو زیادتی کے لحاظ سے سود ہے یعنی ربا الفضل کے لحاظ سے سود اُن چیزوں میں بنتا ہے جو مکیلی ہوں یا موزونی ہوں جن کو تولہ جاتا ہے یا کسی پیمانہ کے ساتھ اُن کو ناپا جاتا ہے تو اُن میں ربا الفضل ہوتا ہے۔

رباء کی دو قسمیں ہیں

(۱) ربا الفضل (۲) ربا النسیئۃ

(۱) ربا الفضل:

وہ مال جس میں حقیقی طور پر اضافہ ہے جیسا کہ ایک طرف ایک ٹوپہ ہے

دوسری طرف ڈیڑھ ٹوپہ ہے۔ایک طرف ایک کلو ہے' دوسری طرف ڈیڑھ کلو ہے یہ ربا الفضل ہے۔

(۲) ربا النسیئۃ:

وہ مال جس میں بظاہر اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اُس میں ادھار ہوتا ہے اور اُدھار کے لحاظ سے اُس چیز میں اضافہ ہے۔ایک طرف ایک سو روپیہ نقد ہے دوسری طرف ایک سو روپیہ اُدھار ہے۔اب اس میں نقد کے اندر اُدھار کے مقابلے میں اضافہ موجود ہے تو ان چیزوں کو ابتدائی طور پر ذہن میں رکھ کر ہم نے مسئلہ سود کو سمجھنا ہے۔اس کے تحت ہم ایک قانون بیان کریں گے تو اس سے سینکڑوں نہیں ہزاروں مسائل اس کے نیچے آجائیں گے۔جن کا حکم آپ خود اپنے طور پر معلوم کر سکتے ہیں۔

فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوَضٍ فِيْ مُعَاوَضَةِ مَالٍ بِمَالٍ

مال کا مال کے ساتھ جب سودا ہو رہا ہو تو وہاں پر سود متوقع ہو سکتا ہے۔اگر ایک طرف مال ہو اور دوسری طرف مال نہ ہو بلکہ کسی کی مزدوری ہو' محنت ہو' منافع ہو تو اس کو ہم سود کے زمرے میں نہیں لا سکیں گے۔

سود کیلئے یہ ضروری ہے کہ جانبین میں مال ہو اور مال کا مال کے ساتھ عقد کیا جا رہا ہو اور پھر ایک طرف اضافہ ہو۔وہ اضافہ یا تو حقیقی طور پر ہو یا حکمی طور پر ہو اور اُس اضافے کے عوض میں کوئی چیز بھی موجود نہ ہو' دونوں مالوں میں سے ایک میں حقیقی طور پر اضافہ ہو جیسے:

ایک طرف ایک کلو گندم ہو اور دوسری طرف ڈیڑھ کلو گندم ہو تو دوسری طرف مال میں آدھا کلو جو زائد ہے۔یہ اضافہ حقیقی طور پر ہے کیونکہ ایک طرف کے مال کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔کلو کلو تو آپس میں برابر ہو گیا جبکہ آدھا کلو زائد ہو گیا۔اس

میں نصف کلو کی زیادتی حقیقی طور پر ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دونوں مالوں میں سے ایک مال میں حکمی طور پر اضافہ ہو جیسے ایک طرف بھی ایک کلو گندم ہے اور دوسری طرف بھی ایک گندم ہے۔ لیکن ایک طرف ایک کلو گندم ابھی پیش کی جارہی ہے۔ دوسری طرف دو مہینے کے بعد پیش کی جائے گی تو یہاں بھی اضافہ ہے اور یہ بھی سود ہے۔ یہاں پر جو اضافہ ہے یہ حکمی طور پر اضافہ ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی چیز مکیلی اور موزونی نہ ہو بلکہ وہ ایسی چیز ہو جس کو گزوں سے ناپا جاتا ہے مثلاً ایک طرف ۰ اگز کپڑا ہو اور دوسری طرف سات گز کپڑا ہو تو یہ بیع ناجائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر ایک طرف ایک بکری اور دوسری طرف دو بکریاں ہوں تو یہ بیع جائز ہے۔ ان کا تعلق چونکہ اموال قیمیہ کے ساتھ ہے ان میں بھی ربا نہیں ہے۔ ایک بکری کا سودا دو بکریوں کے ساتھ ایک گائے کا سودا دو گائے کے ساتھ کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: ایسے ہی عددی چیزوں میں بھی ربا نہیں بنے گا۔ یعنی فضل کے لحاظ سے ایک طرف ایک انڈہ ہے اور دوسری طرف دو انڈے ہیں۔ ان کا آپس میں سودا کیا جارہا ہے تو یہاں بھی اضافہ لینا ناجائز نہیں ہے لیکن ان ساری صورتوں میں اُدھار پھر بھی ناجائز ہے جس وقت کپڑے کا گزوں کے لحاظ سے سودا ہو رہا ہو تو جس مجلس میں ایک بندہ اپنا کپڑا پیش کرے اُسی مجلس میں دوسرا بھی اپنا کپڑا پیش کر دے اس طریقے سے دونوں سود سے بچ جائیں گے۔

مسئلہ: اگر مکیلی اور موزونی چیزیں خلاف جنس بیچی جارہی ہوں تو اُن میں اضافہ جائز ہے لیکن اُدھار پھر بھی ناجائز ہے۔ جب مال کا مال سے سودا ہو رہا ہو تو ہر حال میں اُدھار

ناجائز ہے وہ سود بن جائے گا۔

لیکن اگر پیسوں کا مال سے سودا ہو تو اس میں اُدھار جائز ہے۔ آپ نے روپے سے کوئی مال خریدا تو اُس کا معاملہ اور ہے اُس میں ادھار کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: مکیلی اور موزونی مال کی بیع کرنا اسی لحاظ سے کہ مکیلی مال کی آپس میں بیع ہو رہی ہو اور موزونی مال کی آپس میں بیع ہو رہی ہو تو اس میں ادھار اور اضافہ دونوں ناجائز ہیں

یعنی گندم کی گندم کے بدلے یا سونے کے سونے کے بدلے بیع ہو رہی ہو تو اُس میں اُدھار اور اضافہ دونوں ناجائز ہیں لیکن اگر موزونی کی مکیلی مال کے ساتھ اور مکیلی کی موزونی مال کے ساتھ بیع ہو رہی ہو تو اُس وقت اضافہ جائز ہے اُدھار پھر بھی ناجائز ہے۔

مکیلی اور موزونی مالوں کے علاوہ دیگر مالوں میں یعنی معدودی اور مزروعی اور قیمیہ مالوں کی آپس میں بیع ہو رہی ہو تو اُس میں اضافہ جائز ہے لیکن اُدھار پھر بھی ناجائز ہے۔

اگر ان سب مالوں کی بیع پیسوں کے بدلے ہو رہی ہو تو اُس وقت اضافہ اور اُدھار دونوں جائز ہیں۔

یہ جو ہم نے قانون بنا رکھا ہے کہ مکیلی اور موزونی میں اضافہ اور ادھار ناجائز ہے لیکن اگر گز والی ہے تو اُس میں اضافہ ناجائز نہیں ہے۔ اس میں کم زائد سودا ہو سکتا ہے صرف ایک مجلس میں ہونا چاہیئے۔ یہ قانون ہم نے کہاں سے اخذ کیا تو یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا معیار ہے۔ اُس معیار کے مطابق ہم نے یہ سب کچھ بیان کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں کو بیان کیا اور وہ چھ چیزیں ایک وجہ

(۶) اَلْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مَثَلاً بِمَثَلٍ يَداً بِيَدٍ وَالْفَضْلُ رِبَا

نمک بدلے نمک کے برابر برابر ہو معین معین کے ساتھ ہو اگر اس میں اضافہ ہوگا تو وہ سود بن جائے گا۔

یہ چھ چیزیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہیں۔ یہ مجتہد کی فقاہت کا کمال ہے کہ ان چھ چیزوں سے چھ لاکھ کا حکم معلوم کرتا ہے اور ان چھ چیزوں سے کروڑوں چیزوں کا حکم معلوم کر لیا۔ اس واسطے ہم نے ان چھ چیزوں میں غور کیا کہ ان چھ چیزوں کا تعلق کس چیز سے ہے؟

کیا گزوں سے ان کی پیمائش کی جاتی ہے۔ کیا گنتی کے ساتھ ان کو بیچا جاتا ہے یا یہ اموال قیمیہ میں سے ہیں۔ نہیں نہیں ہم نے جب بنظر غائر دیکھا کہ ان چھ چیزوں کا تعلق کس چیز سے ہے تو پتہ چلا کہ ان چھ چیزوں کا تعلق یا کیل کے ساتھ ہے یا وزن کے ساتھ ہے یا ٹوپے کے لحاظ سے ان کا ناپ کیا جاتا ہے یا وزن کے لحاظ سے ان کو تولا جاتا ہے تو اب ربا کا حکم ان چیزوں میں ہی بند نہیں رہے بلکہ ان چھ چیزوں کے علاوہ جن چیزوں میں کیل یا وزن والا وصف موجود ہے تو اُن چیزوں کی بیع کے لحاظ سے شریعت نے ہمیں پابند کر دیا کہ جب تم بیع کرو تو برابر برابر ہو اور وہ اپنی جنس سے ہو۔ یعنی گندم گندم کے مقابلے میں' باجرہ باجرہ کے بدلے میں' جو جو کے بدلے میں' چاول چاول کے بدلے میں' جب اپنی ہی جنس سے سودا ہو رہا ہو تو وہاں دو باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے ایک کو بھی چھوڑا گیا تو سود بن جائے گا۔

نہ تو وہاں وزن اور کیل میں اضافہ ہونا چاہیئے اور نہ ہی وہاں کسی طرح کا ادھار ہونا چاہیئے۔ یہ دونوں باتیں پیش نظر اُس وقت ہوں گی جس وقت دو صفتیں اُس میں موجود ہیں: وہ چیز مکیلی یا موزونی ہو اور اپنی ہی جنس کے مقابلے میں بیچی جا رہی ہو اور

اگر یہ دونوں صفتیں چیز میں موجود نہیں تو پھر اضافہ تو جائز ہو جائے گا اور اُدھار پھر بھی ناجائز رہے گی۔

مثال کے طور پر اگر وہ چیز مکیلی یا موزونی نہیں ہے تو اضافہ اب جائز ہوگا لیکن ادھار پھر بھی ناجائز ہے۔ ایسے گندم کو جو کے بدلے میں بیچا جا رہا ہے یا گندم کو چاول کے بدلے میں بیچا جا رہا ہو تو اُس وقت اضافہ جائز ہے۔

ایک بوری دے کر دو بوریاں بھی لے سکتے ہو اور ایک بوری دے کر چار بوریاں بھی لے سکتے ہو لیکن اب بھی ناجائز ہے۔ اُدھار نہیں ہونا چاہیئے تو یہ ایک ایک مختصر سا اس مسئلے کے بارے میں جائزہ ہے۔

اس کو اگر آپ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں تو آپ اس سے ہزاروں چیزوں کے حکم معلوم کر سکتے ہیں۔

اُدھار والی صورت میں مزید تھوڑا سا غور کر لینا چاہیئے۔ اگر کوئی چیز مکیلی یا موزونی ہو اُس کا اپنی جنس کے ساتھ سودا ہو رہا ہو اور دونوں چیزیں برابر ہیں اس میں اضافہ تو نہیں لیکن اُدھار پھر بھی ناجائز ہے۔

مکیلی یا موزونی چیز میں اضافہ بھی ہو تو پھر بھی اُدھار ناجائز ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی چیز مکیلی یا موزونی نہیں ہے تو پھر بھی اُس میں ادھار ناجائز رہے گا۔ سود میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ جید اور رڈی سود میں برابر ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جَیِّدُھَا وَ رَدِیْئُھَا سَوَاءٌ (الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۵ ص ۳۷۱۱)

جید اور رڈی سود کے معاملے میں برابر ہیں۔ یعنی ایک طرف بڑی اعلیٰ قسم کی گندم ہے اور دو... ایک کلو اعلیٰ قسم کی گندم سے دو کلو رڈی

گندم خریدی جاسکتی ہے تو اب آپ یہ کہیں کہ ایک طرف جید ایک کلو رکھ لیں اور دوسری طرف ردی دو کلو رکھ لیں ایسا کرلیں تو ایسا کرنا ناجائز ہے۔ اس میں وزن کو دیکھا جائے گا۔ جید یا ردّی ہونے کو نہیں دیکھا جائیگا۔

ایک سلسلے میں ایک تو یہ حدیث ہے۔ دوسری طرف ایک اور حدیث شریف ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰی خَیْبَرَ فَجَاءَ بِتَمَرٍ جَنِیْبٍ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ خیبر سے ایک شخص کھجوریں لے کر آ گیا جس وقت اُس نے کھجوریں پیش کیں تو وہ بہت عمدہ قسم کی کھجوریں تھیں تو میرے محبوب علیہ السلام نے مسئلہ سمجھانے کیلئے پوچھ لیا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکُلُّ تَمَرِ خَیْبَرَ ھٰکَذَا

(مسلم شریف، جلد۲، ص۲۶)

کیا خیبر کی ساری کھجوریں ہی اس طرح کی ہیں۔ بڑی عمدہ کھجوریں ہیں کیا وہاں ردّی کھجوریں نہیں ہوتی تو صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں ردّی کھجوریں بھی ہوتی ہیں وہاں پر جید اور ردی کھجوروں میں اتنا فرق ہے۔

اِنَّا لَنَا خُذُ الصَّاعَ مِنْ ھٰذَا بِالصَّاعَیْنِ وَالصَّاعَیْنِ بِالثَّلٰثِ

یہاں تک کہ ہم جیّد کھجور ایک کلو دے کر ہم دو کلو ردّی کھجوریں لے لیتے ہیں تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اس طرح نہ کرو'' جس وقت صحابی نے یہ کہا کہ عمدہ کھجور دے کر اس سے ہم ڈبل لے لیتے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یہ سود ہے' وزن برابر رکھنا پڑے گا' عمدہ اور ردّی کا اس میں لحاظ نہیں کیا

جائے تو تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''ایسا نہ کرو''۔

اگر تم کو مجبوری ہے کہ عمدہ تھوڑی ہے اور گزارہ زیادہ دن کرنا ہے۔ عمدہ کے بدلے میں ردّی زیادہ مل جائے گی، ردّی سے جید کے مقابلے میں کئی دن ہو جائے گا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں تمہیں ایک طریقہ بتاتا ہوں اُس کے مطابق گزارہ کرتے رہنا''۔

بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعِ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا

اگر تمہارے پاس ردّی کھجوریں ہیں لیکن خریدنا اچھی چاہتے ہو تو ردّی کھجوروں کو درہموں کے بدلے میں بیچو اُس کا ویسے سودا کرو اور جتنے درہموں کی وہ چیز فروخت ہو اُتنے درہموں کی اچھی کھجوریں خرید لو۔

اگر تمہارے پاس اچھی کھجوریں ہیں لیکن تم ردّی کھجوریں خریدنا چاہتے ہو تو اچھی کو درہموں کے بدلے میں بیچو اور اُن درہموں سے پھر ردّی کھجوریں خریدو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم پر شفقت ہے کہ آپ نے دنیا کے معاملات کس طرح ہمارے لئے حل کر کے دکھا دیئے ہیں۔ اب اس اسلام پر کوئی شکوہ کرے کہ اس کا تعلق صرف مسجد کے ساتھ ہے اور اس کا تعلق صرف محراب کے ساتھ ہے۔ نہیں، نہیں، اس کا تعلق تو زندگی کے ہر شعبے کے ساتھ ہے اور ہر معاملے کے ساتھ ہے اور یہ اُس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک ہر معاملہ اس کی مرضی کے مطابق نہیں چلایا جاتا۔

اب دوکاندار دوکان پہ بیٹھے ہوئے سودا بیچتے وقت یہ سوچتا ہے کہ میں بھی راضی ہوں اور گاہک بھی راضی ہے۔ اب ناراض کون ہوگا۔ اسلام کہتا ہے مجھ سے بھی پوچھو ناں میں بھی راضی ہوں یا نہیں ہوں۔

اسلام بھی راضی ہونا چاہتا ہے اگر اسلام اُس معاہدے پر راضی ہو گیا تو پھر وہ

معاہدہ درست ہوگا۔ پھر وہ لقمہ حلال ہوگا اور اگر اسلام ناراض ہوگا اگرچہ یہ دونوں راضی ہورہے ہیں تو اسلام کے ناراض ہونے کی شکل میں ان کا لقمہ حرام ہو جائے گا۔ خود بھی حرام کھائیں گے اور لوگوں کو بھی حرام کھلائیں گے۔ اس واسطے اسلام کی ان شقوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے، جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں کو کھول کے ہمارے سامنے بیان فرمادیا ہے۔

ایسے ہی ایک طرف سونا کی ڈلی ہے اور دوسری طرف سونے کا زیور ہے۔ اب زیور بنانے میں بڑی محنت لگتی ہے اور بڑا قیمتی زیور ہے۔

اب ان کی قیمت کو نہیں دیکھا جائے گا وزن کو دیکھا جائے گا۔ ایک طرف اگر زیور ہے تو دوسری طرف اتنے وزن کی سونے کی ڈلی ہونی چاہیئے اگر اس سودے میں کسی طرف سے کمی زیادتی ہوگی تو اس میں ربا پایا جائے گا۔ دونوں طرف سے برابری لازم ہے اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام تر پہلوں کو واضح فرمادیا ہے۔ ایسے ہی جہاں معمولی سی کمی زیادتی کا خدشہ ہے تو اسلام نے اس بیع کو حرام قرار دے دیا ہے۔

ایک طرف کھجور کے اوپر پھل لگا ہوا ہے اور تازہ کھجوریں ہیں۔ دوسری طرف اتنی ہی کھجوریں نیچے پڑی ہوئی ہیں۔ اب ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ یہ دو بوریاں کھجوروں کی جو میرے گھر میں پڑی ہوئی ہیں میں یہ کھجوریں دے دیتا ہوں اور فلاں کی کھجور کے اوپر کھجوریں لگی ہوئی ہیں وہ میں لے لیتا ہوں۔ میں اپنی یہ کھجوریں دے کر کھجور پر لگی کھجوریں لے لیتا ہوں تو اب اگرچہ یہ دونوں راضی ہو جائیں گے مگر شریعت راضی نہیں ہوگی۔

اس واسطے یہ ہوسکتا ہے کہ یہ دو بوریاں ہیں اوپر چار بوریاں ہوں اور یہ دو بوریاں ہیں لیکن کھجور کے اوپر ایک بوری کھجوروں کی ہو تو شریعت کو یہ مقصود نہیں کہ کسی

ایک کو نقصان ہو جائے۔ جس جگہ پر کمی زیادتی کا وہم بھی ہو گا وہاں یہ ربا کا حکم آ جائے گا۔ لہٰذا جو پھل درخت کے اوپر لگا ہوا ہے اس کی بیع اُس پھل کے ساتھ کرنا جو اُتارا گیا ہے اوپر کھجوریں ہیں نیچے چھوہارے ہیں۔ اُن کی آپس میں بیع ہو رہی ہے چونکہ حتمی طور پر معلوم نہیں ہے کہ کتنی بوریاں ہیں، کتنے کلو ہیں، کتنے من ہیں تو اس لحاظ سے شریعت مطہرہ نے ہر ایسی بیع کو سود کے زمرے میں داخل کر دیا۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت مطہرہ کسی بندے کو بھی نقصان میں نہیں دیکھنا چاہتی۔

ایسے ہی ایک طرف گندم کا ڈھیر لگا ہوا ہے دوسری طرف گندم ابھی خوشوں میں ہے یہ ان دونوں کی آپس میں بیع کرنا چاہتے ہیں۔ جس کی گندم کا ڈھیر ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ میں وہ لے لوں جو ابھی تک گندم خوشوں میں ہے۔ دوسرے کو بھی ضرورت ہے وہ آپس میں بیع کرتے ہیں۔ ایک طرف دو بوریاں ہیں اور دوسری طرف گندم خوشوں کے اندر ہے۔ اُس کی بھریاں باندھی ہوئی ہیں۔ اب یہ آپس میں بیع کر لیتے ہیں یہ دونوں آپس میں اگرچہ راضی ہیں مگر شریعت ناراض ہے۔ اس واسطے یہ ممکن ہے کہ وہ جو بھریاں گندم کے خوشوں کی باندھی ہوئی ہیں اُس میں سے جس وقت گندم نکلے تو وہ اس سے کہیں زائد نکل آئے یا اس سے کہیں کم نکل آئے اس میں چونکہ احتمال موجود ہے۔

برابر ہونے کی تو محض اتفاقی صورت ہے۔ احتمال کی بنیاد پر شریعت حرمت کا فتویٰ دیتی ہے۔ اس واسطے ایسے معاملے میں بھی شریعت مطہرہ نے یہ ناجائز قرار دے دیا ہے کہ اس طرح کی بیع کرنا جائز نہیں ہے۔

پہلی قسم کی بیع کو مزابنہ کہا جاتا ہے۔

بیع مزابنہ:

بیع مزانبہ یہ ہے کہ ایک طرف درخت کے اوپر پھل ہو اور دوسری طرف پھل خرمن میں کاٹ کے رکھا ہوا ہو تو اس کو بیع مزانبہ کہا جاتا ہے۔

بیع محاقلہ:

ایک طرف پھلوں کے اندر ہو اور دوسری طرف باہر ہو تو اس کو بیع محاقلہ کہتے ہیں۔

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ

(مسلم شریف جلد۲،ص۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزانبہ سے منع فرمایا ہے۔ اب دیکھو ایک شخص اگر دوکان پہ بیٹھ جاتا ہے۔

اُس کو بیع کا اسلامی قانون ہی نہیں آتا تو کتنا بڑا مجرم بن جائے گا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے بازار میں دوکانداروں کا ٹیسٹ لیا اُن سے پوچھا ربا کیا ہوتا ہے؟ ربا کی قسمیں کتنی ہیں؟ بیع باطل کیا ہوتی ہے' بیع فاسد کیا ہوتی ہے' جن لوگوں کو جواب نہ آیا تو حضرت عمر فاروق نے وہیں لٹا کر اُن کو کوڑے لگوائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں شرم نہیں آئی تم کتنے اونچے منصب پر بیٹھے ہو اسلامی سلطنت کی اس سیٹ پر تم سمجھتے ہو کہ پڑھے بغیر اس پہ بیٹھا جا سکتا ہے۔ چلو پہلے شریعت کا قانون پڑھ کر بیع کے بارے میں شریعت کا قانون کیا ہے پھر تمہیں حق ہے کہ تم ترازو ہاتھ میں پکڑ کر سودا تول سکتے ہو۔ اگر تمہیں پتہ ہی نہیں تو محلے میں تم خود حرام ہی کھا رہے ہو اور محلے والوں کو بھی حرام کھلا رہے ہو۔ جب بیع ہی ناجائز ہو جائے گی تو سارا رزق حرام ہو جائے گا۔

اب دیکھو ان مسائل پہ کون غور کرے گا۔ اگر ہم توجہ نہیں کریں گے تو توجہ کرنے کیلئے کوئی نئی قوم آئے گی۔ آج اسلام کا یہ آدھا حصہ معطل ہو چکا ہے۔ آج اسلام کی اس شق پر کوئی توجہ ہی نہیں کر رہا اور یہ معاملہ ایسا ہے کہ اگر توجہ نہ ہوئی تو نمازیں بھی رائیگاں ہو جائیں گی۔ اگر سود چلتا رہا تو روزے بھی ضائع ہو جائیں گے۔ لہذا ہمیں اپنے معاملاتی شعبے میں بھی گریبان میں جھانک کے دیکھنا چاہیئے کہ ہم اسلام کی برکت سے کتنے دور ہو چکے ہیں اور کتنی نحوستیں ہمارے کاروبار میں دائیں بائیں داخل ہو چکی ہیں۔

ہم تمام نحوستوں سے اپنے کاروبار کو پاک اور صاف کرنا یہ بھی وقت کا ایک چیلنج ہے۔ ہم اس کو قبول کریں اور ہم اس کیلئے کوشش کریں۔ اس انداز میں کہ ہمارا ہر معاملہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہو۔ جہاں بائع اور مشتری راضی ہو رہے ہوں وہاں شریعت بھی راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام بھی راضی ہو رہے ہوں۔

اس بحث کے آخر میں دو احادیث پیش کرتا ہوا اپنی گفتگو کو سمیٹنے کی کوشش کروں گا۔

اگرچہ یہ موضوع گھنٹوں کا نہیں بلکہ سالوں کا موضوع ہے اور اس میں ابتدائی طور پر بالکل تھوڑی سی گفتگو کی اور اس کے جو شعبہ جات ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور اُن کے اندر مسائل کا استخراج اُس کے دلائل کو تلاش کرنا یہ ایک بہت طویل بحث ہے۔ لیکن آج جس ماحول میں ہم دھکیلے جا چکے ہیں اس سے نکلنے کیلئے ہمیں قرآن وسنت کی ان تشریحات کو سامنے رکھ کے غور کرنا چاہیئے کہ ہم کتنے باہر ہیں اور کتنے ڈوب چکے ہیں او جو ڈوبے ہوئے ہیں اُن کو ہم نے نکالنا کیسے ہے اور نکلنا کیسے ہے۔ یہ لمحہ ہمارے لئے اس محاسبہ کا ہے کہ رمضان المبارک کے اس برکت والے ماحول میں دل نرم ہو چکے

ہیں۔ ویسے تو طبیعت میں کبھی فرعونیت ہوتی ہے اور کبھی نمرودیت ہوتی ہے۔ شاید کوئی ایسی باتوں کو سمجھنے سے کہے کہ یہ مسئلے ان مولویوں نے کہیں سے بنا لئے کہ ہمیں لقمہ بھی نہیں کھانے دیتے' اتنی پابندیاں لگا رہے ہیں۔

خدارا یہ مولویوں کے مسئلے نہیں ہیں یہ اللہ اور اُس کے رسول کا پیغام ہے اور میں نے پڑھ کے بحیثیت وکیل آپ کو سنایا ہے اور یہ ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے کہ ہم نے جو کلمہ پڑھا ہے اس کلمہ کا ہم سے تقاضا ہے کہ ہمارا لقمہ حلال ہونا چاہیئے۔ ہمارا لقمہ پاک ہونا چاہیئے' ورنہ ہم میں اور یہودیوں' عیسائیوں اور مشرکوں میں اس دنیاوی معاملے میں فرق کیسے رہ جائے گا۔ آخر وہ دنیا کرتے ہیں تو صرف دنیا کرتے ہیں ہم تو دنیا میں دین کرنے والے ہیں تو پھر دُنیا وہ ہونی چاہیئے جن کو دین نے پناہ دے رکھی ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آکِلَ الرِّبٰا وَ مُوکِلَہٗ وَ شَاھِدَہٗ وَ کَاتِبَہٗ (مسلم شریف، جلد۲، ص۲۷، مکتبہ قدیمی کتب خانہ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھلانے پر اور سود کھانے پر اور سودی کاروبار کا گواہ بننے والے پر اور سودی کاروبار کو لکھنے والے پر۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں آئے ہیں رحمت بن کر ہیں۔ آخر آپ نے کتنے دکھ کے ساتھ لعنت کی ہوگی وہ جو پیغام رحمت بن کے آئے ہیں جو رحمت للعالمین ہیں اور جان رحمت ہیں' جن کی ہر ادا رحمت ہے۔ آخر اتنا کیوں غصے میں آ گئے اور اتنا کیوں اُن کو دکھ ہوا اور یہ الفاظ کیوں

بول دیئے۔ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سرکار مدینہ نے لعنت کی جو سراپا رحمت ہیں۔ لعنت کے الفاظ سے واضح کر رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا کام کر رہا ہے تو پھر وہ میری رحمتوں کی اُمید کس وجہ سے رکھتا ہے۔ اُس نے مجھے تنگ کیا۔ اُس نے میرے خلاف اعلان جنگ کیا۔ اُس نے میرے رب کے خلاف اعلان جنگ کیا اور ہمیں اکڑ تا رہے اور ہمیں وہ جنگ کا اعلان کرتا رہے اور ہم پھر بھی اُس پہ رحمت برساتے رہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خود اس کیلئے دعا نقصان کر رہا ہوں۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لعنت فرما رہے ہیں۔ آپ شخصی لعنت نہیں فرما رہے تھے بلکہ مبہم لعنت کر رہے تھے۔ سود کھانے والا' سود کھلانے والا اور سود کا گواہ بننے والا اور سود کو لکھنے والا ایسا بد بخت انسان ہے کہ جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

آج اس ماحول کو دیکھ لو کہ کون سود سے بچتا ہے اور کون سود سے نہیں بچتا۔ کس نے اپنے دامن کو بچا رکھا ہے اور کون ڈوب چکا ہے۔

رب کعبہ کی قسم ہے اگر آج ہم نے نہ سوچا تو پھر کب سوچیں گے۔ ایک یہ آسمان سر سے ہٹ جائے اور زمین قدموں سے نکل جائے' ہمیں پھر سوچنے کا کوئی لمحہ ہی نہ ملے۔

آج اپنے دل کے تمام گوشوں میں جھانک کے دیکھو۔ اپنے اقتصادیات کی پوری طرح تفتیش کرو۔ اگر کہیں کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے آج خدا کی قسم ایک آنسو بہاؤ گے اگلے دفتر صاف ہو جائیں گے اور اس میں پکی توبہ کر لو گے۔ اللہ کے دربار سے پکی اُمید

ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے گا اور انسان کبھی بھوکا نہیں مرے گا۔ اُس نے خود رزق کے وعدے کئے ہوئے ہیں۔ اس واسطے اس سود سے بچنے کا پکا عزم کرنا چاہیئے اور یہ بھی سمجھو کہ آج انسان یہ سوچتا ہے کہ میں کوئی غلطی نہیں کر رہا۔ ایک طرف تو اللہ و رسول کے خلاف جنگ کا اعلان ہے۔ دوسری طرف وہ کام ہے جس کو وہ اپنے طور پر لفظوں میں بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے:

اَلرِّبَا ثَلَاثَۃٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَۃً

اَیْسَرُھَا مِثْلُ اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ

ربا کے تہتر شعبے ہیں۔ اُن تہتر میں سے سب سے ہلکا شعبہ یہ ہے کہ بندہ اپنی والدہ سے شادی کرے۔

اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ

ان تہتر شعبوں میں بڑے بڑے بھاری شعبے بھی ہیں' جن میں بڑا بڑا گناہ ہوتا ہے لیکن سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ بندہ اپنی والدہ سے شادی کرے' اپنے والدہ سے نکاح کرلے۔

اب کون ہے جو ایسا کرتا ہو' کون ہے جو ایسا سوچ بھی سکتا ہے کہ اپنی والدہ کے ساتھ یہ تعلق قائم کرے۔ ایسا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ اُس کو شرم آتی ہے تو آخر نبی علیہ السلام نے جو فرمایا اس کے بارے میں بھی سوچنا چاہیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احساس کو بیدار کرو' ہمارے خلاف

جنگ کا چیلنج تم نے کیا اور پھر یہ اتنا بڑا گھناؤنا جرم ہے کہ ماں کے ساتھ شادی کے مترادف جب کام ہو رہا ہو اور اس کو سمجھے بندہ کہ معشیت ہے، گزارہ کرنا ہے، ویسے کیسے گزارہ ہو سکے گا۔

میرے بھائیوں نہیں، نہیں گزارہ ضرور ہوتا رہے گا۔ اس سودی نظام کی جڑیں کھینچ کے کاٹ ڈالو، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ خود اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے گا۔

وآخر دعونا اَنِ الحمد للہ رب العالمین

باب نمبر 16

ہم اور ہمارے عقائد

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم
وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْن

اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّۃٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ.

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ جلالہٗ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ

کی حمد وثنا اور حضور شافع یوم النشور دستگیرِ جہاں غمگسارِ زماں احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

اربابِ فکرودانش نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین

ربِ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو تقویٰ کے موسم بہار اور روحانی ماحول میں ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہمِ دین کورس کے سولھویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کاروانِ علم کا یہ سفر اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ربِ ذوالجلال ہم سب کو قرآن وسُنت کے فہم کے ساتھ ساتھ اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع

"ہم اور ہمارے عقائد ہے"

میری دُعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہمیں اپنے عقائد کو سمجھنے اور ان کے دلائل کو یاد رکھنے اور ان کو آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات۔

میں نے قرآن مجید کی سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 181 تلاوت کی ہے۔
خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان ہے۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ

"اور ہمارے بنائے ہوؤں میں سے ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں"۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں ایک کمیونٹی کا تذکرہ اُن کی ھدایت اور عدل کی بنیاد پر کیا ہے۔اُن کے افکار عقائد اور نظریات اتنے شُستہ اور شائستہ ہونگے کہ جس کی بنیاد پر وہ خود ھدایت یافتہ قرار پائیں گے اور پھر دوسروں کو راہِ راست کی طرف بلانے کا عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند ہے کہ خالقِ کائنات جَلّ جلالُہٗ نے ہمیشہ کیلئے اُن کو اپنی وحی کا موضوع بنا دیا ہے۔

وہ انصاف اور عدل پر قائم رہیں گے، اسکا مطلب یہ ہے کہ ان کے عقیدہ اور عمل میں کسی طرح کا کوئی غلو نہیں ہوگا جس حد تک کسی چیز کو ماننا چاہیے اُس حد تک ہی اُس کو مانتے ہیں نہ تو تنقیص کرتے ہیں کہ جو ماننے کا حق ہو اتنا نہ مانیں بلکہ اُس سے کم مانیں اور نہ ہی غلو کرتے ہیں، کہ جتنا نہیں ماننا چاہیے تھا، اُتنا مان جائیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ وصف اس انداز میں بیان کیا، کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، ھدایت کے علمبردار ہیں، اور وہ تمام عقائد نظریات کردار اور معاملات کے لحاظ سے عدالت پر قائم ہیں، اور عدالت اُن کو میسر ہے، اس مقام پر جس وقت ہم دیکھتے ہیں، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے، جو کہ جامع ترمذی میں ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا جس کا عقیدہ و عمل بے غبار ہوگا۔

اور وہ ہمیشہ قیامت تک موجود رہے گی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لَایَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی مَنْصُورِیْنَ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ (ترمذی شریف ص: ۵۸۴)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ میری اُمت کی ایک جماعت موجود رہے گی اور وہ منصور ہوگی اُن کی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جائے گی۔

لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ

اُن کا ساتھ چھوڑ جانے والے اُن کو نقصان نہیں دے سکیں گے۔

حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ

یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

ایک طرف تو اس جماعت کا طائفہ منصورہ ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے شامل حال اپنی مدد رکھے گا، کہ جیسے بھی حالات آجائیں گے وہ حق کا پرچم ضرور بلند کرتے رہیں گے، اور کبھی بھی اُن کو اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ

اُن کے ساتھ تعاون چھوڑ جانے والے اُن کے ساتھ تعاون سے پیچھے رہ جانے والے اور ان کا ساتھ چھوڑنے والے ان کو کوئی نقصان نہیں دے سکیں گے، جو ساتھ چلیں گے ان کو سعادت ملے گی جو کبھی بھی آزمائش کی گھڑی میں ساتھ چھوڑ جائیں گے اور کسی بھی ابتلاء کی وجہ سے کاروان کی مشکل کی وجہ سے ساتھ چھوڑ جائیں گے یا پھر دوسری طرف سے کسی آفر یا مادی فائدہ کی وجہ سے اھل حق کا جو ساتھ چھوڑ جائیں گے تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، حق والوں کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، حق والے پھر بھی اپنی آواز بلند کرتے رہیں گے۔

حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ

یہاں تک کہ قیامت آجائے گی یہ حق والے اپنا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے یہ حدیث شریف امام ترمذی کے قول کے مطابق حسن غریب حدیث شریف ہے، سند کے لحاظ سے اس پر کوئی قدح یا جرح نہیں ہے۔

اس کے بارے میں ہر طبقہ یہ کوشش کرتا ہے کہ اسمیں ہمارا ذکر کیا جارہا ہے، اور ہم ہی وہ جماعت ہیں، کہ جن کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی تھی، اور بتا دیا تھا، اگرچہ یہ آج ہمارا موضوع نہیں ہے کہ تفصیلاً اُس جماعت کی نشانیوں کو بیان کیا جائے، لیکن سرفہرست جو اس حدیث سے نشانی سمجھ آرہی ہے اس حدیث سے مراد یقیناً وہی جماعت ہو سکتی ہے، کہ جس کا پہلے نمبر پر یہ

عقیدہ ہو کہ ہمارے نبی علیہ السلام قیامت تک کی خبر دے سکتے ہیں، جن کا عقیدہ ہی یہ ہو کہ وہ کل کی بات بھی نہیں جانتے اور اس حدیث کا مصداق بننے کی کوشش کریں، تو یہ اُن کی بڑی بھول ہوگی۔

پہلے یہ ماننا پڑے گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے کَل کو بھی جانتے ہیں پَرسوں کو بھی جانتے ہیں، اس صدیوں کو بھی جانتے ہیں قیامت کے حالات کو بھی جانتے ہیں، اور جو حق پر قائم رہیں گے اُن کو بھی جانتے ہیں، اور جو لالچ میں آ کے چھوڑ جائیں گے اُن کو بھی جانتے ہیں یہاں تک کہ قیامت آجائے گی جو تاریخ کے تمام لحات پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع مطالعے کو اور علم کو تسلیم کرے گا، اب وہ اس بشارت کا مستحق بن سکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم کی بنیاد پر واضح کر دیا ہے کہ اے حق پرستو کبھی گھبرانہ جانا میں بہت پہلے سے تمہاری حوصلہ افزائی کر رہا ہوں، لوگ اس جماعت کے ساتھ آتے بھی رہیں گے اور ساتھ چھوڑتے بھی رہیں گے آزمائش کا سلسلہ بھی آتا رہے گا لیکن تمہارا یہ وطیرہ ہونا چاہیے، کہ کسی کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ سے تمہارے کلمۂ حق میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آنی چاہیے، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قیامت تک ایسی جماعت موجود رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اھلِ حق اھلِ سُنت و جماعت وہ طائفہ منصورہ ہیں اور وہ اُمۃ ہیں جو ھادی بالحق ہیں، اور عدالت پر قائم ہیں۔

ان کے عقائد اُن کے نظریات اور کردار کے لحاظ سے جو تاریخ کا ایک تسلسل ہے وہ اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ وہ نکہت و نُور کا سلسلہ جس کا ایک سرا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بزم صفہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور دوسرا ہمارے سینوں کے ساتھ ہے، وہ سارے کا سارا نکہت و نُور کا سلسلہ ہے اللہ تعالیٰ نے اتنی صدیوں کے گذر

جانے کے باوجود بھی ہمیں وہ صداقت اور حقانیت عطا فرما رکھی ہے، جس کو ہم اپنے عقائد کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں اور یہی چمک ان شاء اللہ قیامت تک موجود رہے گی، اس چمک پر موجود رہنے والے انسانوں کیلئے کوئی ایسا خطرہ نہیں ہوگا کہ جس کی بنیاد پر اگر کوئی ساتھ چھوڑتا ہے، تو اُس کی وجہ سے ان کو کوئی نقصان ہو سکے یہ قافلہ انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کو منزل مراد تک پہنچائے گا۔

ہمارے عقائد کے لحاظ سے جو مضمون ہے وہ بہت طویل ہے اس وقت اس مختصر سے پیریڈ میں ان موضوعات کو چھیڑ بھی نہیں سکتے، چہ جائیکہ تفصیلاً گفتگو ہو سکے، لیکن جو چند اہم باتیں ہیں اُن کو اس وقت زیر بحث لاتے ہیں۔

شانِ الوھیّت کے بارے میں ہمارا عقیدہ

ربّ ذوالجلال کی ذات کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ہماری جانوں کا خالق ہے ہمارا مالک ہے ہمارا اُسکی ذات کے بارے میں عقیدہ ہے وہ حیّ قیوم ہے وہ ازلی ہے وہ اَبدی ہے وہ دائمی ہے اُس پر کبھی زوال نہیں آسکتا وہ سب کو نوازتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اُس کو نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ آتی ہے نہ وہ تھکتا ہے نہ کہیں وہ جاتا ہے کہ اس کے پیچھے سلطنت خالی ہو جائے، وہ ایسے امور سے پاک ہے، اُس کا علم اتنا وسیع ہے کہ ہم ایک حصے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے، اُس کی ذات اجزاء سے پاک ہے، وہ ترکیب سے پاک ہے وہ جز بھی نہیں اور کُل بھی نہیں ہے جزو کا بھی خالق ہے اور کُل کا بھی خالق ہے، اس کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں اسکی ذات بھی ہر عیب سے پاک ہے اور اسکی صفات بھی ہر عیب سے پاک ہیں، وہ رب رحمتوں والا ہے اور اسقدر کائنات پر شفقتیں کرتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے کروڑ سال بھی میسر کرے ایک لمحہ میں جو اللہ تعالیٰ کے اس پر انعامات ہو رہے ہیں ان کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔

رب کائنات کی ذات کے بارے میں ہمارے جو عقائد ہیں اُن کے لحاظ سے یہ بات سرِفہرست ہے کہ ہم صرف اُسے ہی معبود مانتے ہیں، اُسکے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے، رب ذوالجلال کے سوا کسی چیز کو اگر کوئی شخص سجدہ کرتا ہے، تعظیم کی وجہ سے کر رہا ہے تو حرام کرتا ہے، اگر عبادت کی وجہ سے کرتا ہے تو کفر کرتا ہے، خالق کائنات جل جلالہ ہی معبود ہے اور وہی مسجود ہے وہی معبود برحق ہے اسی کو ہم سجدہ کرتے ہیں اس کے سوا کسی کیلئے بھی کسی دور میں سجدہ روا نہیں رکھا گیا۔

عقیدہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی چیز اس حد تک غالب ہو جائے کہ جانب مخالف ذہن سے ختم ہو جائے اور ایک ہی چیز کا راج ہو جائے اسکو عقیدہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

القضیةُ یحزِم بها العقلُ

وہ قضیہ کہ جس کے ساتھ عقل کو جزم ہو جائے، یعنی اس کے بارے میں صرف خیال نہ ہو' تصور نہ ہو' صرف وہم نہ' ہو صرف ظن نہ ہو' بلکہ اس حد تک اس کے بارے میں سوچ غالب ہو کہ جانب مخالف کو انسان جائز ہی نہ سمجھے

رب ذوالجلال کو ہم ایک مانتے ہیں، یہ ہمارا عقیدہ ہے اسکا مطلب کیا ہوگا، کہ اسکے برعکس رب دو ہوں ہم ذہنی طور پر اس کو جائز ہی نہیں سمجھتے اور اسکا معمولی سا خیال ہمارے نزدیک حرام ہے، اور عقل اسکا تصور بھی نہیں کرتی، اس طرف نہ خیال ہے نہ وہم ہے نہ ظن ہے، کوئی چیز بھی نہیں اس حد تک ہمارے ذہن میں یہ بات راجح ہے، کہ دوسرے پہلو کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، اور ہم اپنے ذہن کے لحاظ سے پوری طرح اس پر مطمئن ہیں اور پکے ہیں، اور سو فیصد سے بھی زائد ہمارے عقیدے کی حقیقت ہمارے ذہن میں غالب ہے، کہ رب ذوالجلال واحد احد ہے، اور لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ہے، اسکی حقیقت ہمارے خیال سے بلند و بالا ہے، اسکی ذات میں بھی کسی طرح کا کوئی شریک نہیں ہے، اور اسکی صفات میں بھی کسی طرح کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اس مقام پر یہ بات سمجھنا بھی ضروری ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ہم جس وقت اقرار کرتے ہیں، تو اسکا مطلب کیا ہوتا ہے۔

توحید کیا ہے؟

توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی اور کو شریک نہ ماننا اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو شریک مانے گا، تو اس نے توحید کی خلاف ورزی کی ہے، اس نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔

الوہیت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی الوہیت دو چیزوں کا نام ہے، کہ

(۱) اللہ تعالیٰ کا واجب الوجود ہونا (۲) اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا

1 واجب الوجود ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی واجب الوجود نہیں ہے اور ربّ ذوالجلال کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، وہی واجب الوجود ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔

یہ توحید کا خلاصہ ہے اور یہ توحید کا گلدستہ ہے، یہ واجب الوجود ہونا نہ مجازی ہو سکتا ہے اور نہ ہی عطائی ہو سکتا ہے، نہ کسی کیلئے کسی معنٰی کے لحاظ سے اسکا کوئی جواز ہو سکتا ہے کہ کوئی تقسیم کرے ایک واجب الوجود حقیقی ہے، اور ایک واجب الوجود مجازی ہے، یا کوئی یہ کہے کہ ایک مستحق عبادت حقیقی ہے اور ایک مستحق عبادت مجازی ہے، نہیں ایسا ہرگز نہیں واجب الوجود مجازی ہو ہی نہیں سکتا واجب الوجود عطائی ہو ہی نہیں سکتا۔

مستحق عبادت کوئی مجازی ہو ہی نہیں سکتا، صرف ایک ہی ذات ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہی واجب [illegible] د ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔

یہ ہمارا عقیدہ ہے اور اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، کہ ہمیں ہر وقت

اس کی لذت محسوس ہوتی ہے، کہ ہم صرف ایک ہی رب کو سجدہ کرتے ہیں اور اُسکو ہی مستحق عبادت سمجھتے ہوئے اُس کو ہی واجب الوجود سمجھتے ہیں۔

اسمیں جو واجب الوجود کا لفظ استعمال ہو رہا ہے اسکو تھوڑا سمجھنے کی ضرورت ہے اس کائنات میں تین مفہوم ہیں۔

(۱) واجب الوجود (۲) ممکن الوجود (۳) ممتنع الوجود

1 واجب الوجود:۔

اُس ذات کو کہا جاتا ہے کہ جس کا وجود ہر حال میں لازم ہو کبھی بھی اُسکا وجود معدوم نہ ہو سکے، کبھی بھی اُس کو زوال نہ آسکے کبھی وہ نیست نہ ہو سکے، کبھی وہ فنا نہ ہو سکے، ہر حال میں اس کا وجود لازم ہے، ماضی میں بھی لازم تھا اب بھی لازم ہے، مستقبل میں بھی وہ وجود موجود رہے گا، لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس پر نفی نہیں آسکتی وہ آج بھی ہے پہلے بھی تھا، کل بھی ہوگا جب سب کچھ ھلاک ہو جائے گا، پھر بھی وہ وجود موجود ہوگا، وہ وجود واجب ہے اور وہ صرف ایک ہی ذات ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، تو واجب الوجود کا مطلب یہ ہوا کہ جسکا ہونا ہر حال میں لازم ہو اور کبھی بھی اسکے وجود پر عدم نہیں آسکتا اور کبھی بھی وہ زوال پذیر نہیں ہو سکتا۔

(۲) ممکن الوجود:

ممکن وہ ہے کہ جس میں کبھی عدم ہوتا ہے اور کبھی وجود ہوتا ہے، نہ ہر وقت اسکا عدم ضروری ہے اور نہ ہر وقت اسکا وجود ضروری ہے کبھی عدم ہوتا ہے اور کبھی وجود ہوتا ہے۔

جسطرح کہ ہم سارے ممکن ہیں، ایک وقت تھا کہ ہم معدوم تھے ہماری کوئی حقیقت نہیں تھی، اور اب وقت آیا ہم موجود ہو گئے اور پھر وقت آئے گا ہم معدوم ہو جائیں گے تو ممکن کبھی موجود ہوتا ہے اور کبھی معدوم ہوتا ہے، کبھی اس میں عدم ہوتا ہے اور کبھی اس میں وجود ہوتا ہے۔

جس طرح کہ ترازو کے دو پلڑے ہیں کبھی ایک بھاری ہو جاتا ہے اور کبھی دوسرا بھاری ہو جاتا ہے ماضی میں جس وقت ہم پیدا ہوئے تھے ہمارے عدم کا پلڑا بھاری تھا، آج ہمارے وجود کا پلڑا بھاری ہے پھر موت کی تلوار لٹک رہی ہے جب موت کی تلوار چل جائے گی تو پھر عدم کا پلڑا بھاری ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے بھی موجودات ہیں اُن کا تعلق خواہ کسی چیز کے ساتھ ہو کسی صنف، کسی نوع، کسی جنس کے ساتھ ہو وہ تمام چیزیں ممکنات میں سے ہیں، ایک وقت تھا وہ نہیں تھیں جب اللہ نے اُن کو پیدا نہیں کیا تھا تو عدم تھا، پھر وقت آیا وجود آ گیا۔ پھر فنا ہے تو عدم لوٹ آئے گا، تو ان تمام چیزوں کو ممکنات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۳) ممتنع الوجود:

ممتنع وہ ہے کہ جس کا ہر حال میں نہ ہونا لازم ہو جسطرح واجب کا مطلب تھا کہ اُس کا ہر حال میں ہونا لازم ہے اسی طرح ممتنع کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ہر حال میں نہ ہونا لازم ہو، نہ اُس کو ماضی میں وجود ملا اور نہ اب وجود ملا ہے اور نہ ہی کبھی اس کو وجود مل سکتا ہے۔

اسکی مثال شریک باری تعالیٰ ہے، میرے رب کا شریک نہ ماضی میں تھا نہ اب ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے اس کا ہر حال میں عدم لازم ہے اسکا ہر حال میں معدوم ہونا لازم ہے وہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا اس کو کبھی وجود مل ہی نہیں سکتا وہ پایا ہی نہیں جا سکتا۔

تو یہ کل تین مفہوم ہیں ان میں سے جس کو ہم واجب الوجود کہہ رہے ہیں وہ رب کائنات کی ذات ہے باقی ساری ممکنات ہیں، اُس کے ممتنع کا سلسلہ ہے تو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس کو واجب الوجود کہا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ فرد کوئی بڑی سے بڑی ذات اور کوئی بڑی سے بڑی شخصیت ہرگز وہ واجب الوجود نہیں ہے۔

یہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں عقیدہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی ذات کو کسی ولی پیغمبر رسول یا نبی اور کسی بھی مخلوق کے فرد کو اس کے سوا واجب الوجود نہیں مانتے سب کو اس کی مخلوق مانتے ہیں اور وقت تھا وہ نہیں تھے پھر وجود آیا پھر اس کے بعد موت کا ذائقہ بھی چکھنا پڑا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو حیّ قیوم ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی اور اُس کو ہی واجب الوجود کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ دوسرا پہلو مستحق عبادت ہونا ہے

(۳) مستحق عبادت ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، بلکہ اختصار سے یوں کہہ دوں کہ اس کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں، یہ آسان سا جملہ ہے اور یہ ہزاروں مفہوم اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

رب کائنات کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے، معیار الوھیت یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ہے وہ مستحق عبادت ہے، یہ چیزیں نہ عطائی ہوسکتی ہیں اور نہ مجازی ہوسکتی ہیں، اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بیسیوں شانیں اپنے بندوں کو عطا فرمارکھی ہیں۔

قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی وصف اپنے بندوں کو مجازاً دے رکھے ہیں اور اُس سے شرک نہیں ہوا مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۷

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ مومنوں کا ولی ہے ان کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

۱۔ ظلمت سے نور کی طرف نکالنا اسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان بیان کی ہے۔

الٓرٰ کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

پ۱۳ (سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۱)

اے میرے محبوب علیہ السلام ہم نے آپ پر کتاب نازل ہی اس واسطے کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو ظلمت سے نکال کے نور کی طرف لے جائیں وہی بات جو تیسرے پارے میں اپنے لئے کی وہی بات تیرھویں پارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمادی بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی آ گیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

(سورۃ ابراھیم آیت نمبر ۵)

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آیات دے کر بھیجا تھا اور کہا تھا کہ تم قوم کو ظلمت سے نکال کے نور کی طرف لے جاؤ۔

تو اب یہ وصف واجب الوجود کی طرح کا نہیں، واجب الوجود والا وصف مجازاً نہیں دیا جاسکتا، مستحق عبادت والا وصف عطائی نہیں ہوسکتا لیکن مدد کرنا مشکل کشائی کرنا حاجت روائی کرنا ظلمت کے اسیروں کو نور کا سفیر بنا دینا اور ظلمت کے قیدیوں کو نور کا مہمان بنا دینا کفر میں ڈوبے ہوؤں کو فردوس کا وارث بنا دینا ان کی مشکل کشائی کرنا حاجت روائی کرنا ان کو اندھیروں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر کھڑا کرنا یہ اللہ کے اِذن سے اللہ کے پیغمبر اور نبی علیہ السلام بھی کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ ڈیوٹی لگا رکھی ہے، اور ان کا یہ منصب قرار دے دیا ہے کہ یہ میرے اذن سے لوگوں کو ظلمت سے نکال کے نُور کی طرف لے جاتے ہیں۔

میں بھی لوگوں کو ظلمت سے نُور کی طرف نکالتا ہوں اور میرے اذن سے تم بھی یہی کام کرنے والے ہو۔

لہٰذا لوگوں نے جو خود ساختہ توحید بنا رکھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے عطائی اوصاف بھی کسی میں نہیں ہوسکتے اگر مانیں جائیں گے تو شرک لازم آجائے گا قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات اُن کی وہمی توحید کا رَدّ کرتی ہیں۔

اب دیکھو اللہ تعالیٰ واضح طور پر اپنے لئے فرما رہا تھا کہ میں لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہوں اور پھر فرمایا میرے نبی علیہ السلام بھی نکالتے ہیں اب بات تو لفظ کے لحاظ سے ایک ہی ہے اگرچہ نکالنے میں بڑا فرق ہے۔

لیکن دونوں پر ایک ہی وصف کا اطلاق کیا جا رہا ہے۔

تو پتہ چلا کہ الوھیت ایسی چیز ہے جو کسی کو نہیں دی جاسکتی ایک لمحہ کیلئے بھی الوھیت مجازی مل ہی نہیں سکتی، الوھیت کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی لیکن یہ شعبہ جات جو ہیں۔

کہیں بدر میں فرشتوں کو بھیج کر جب مدد کرواتا ہے، تو اس بات کو واضح کر دیتا ہے اگرچہ یہ میرے بندے ہیں لیکن میری مدد کا مظہر بن کے میرے بندوں کی مدد کر سکتے ہیں، اور اسکو شرک نہ کہنا میں اپنے بندوں سے اپنے بندوں کی مدد کروا دیتا ہوں۔

اسمقام پر جو میں نے یہ جملہ بولا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔

شاید کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو ادھر بار بار یہ کہہ رہے ہو کہ اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں اور ادھر کہتے ہو کہ ظلمت سے نور کی طرف نکالنے کی صفت اللہ تعالیٰ کی بھی ہے اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہے تو شرک اس سے ہو گیا، آپس میں اشتراک ہو گیا، آپس میں مشارکت ہو گئی، ایک صفت اللہ تعالیٰ کیلئے مان لی اور وہی صفت نبی علیہ السلام کیلئے بھی مان لی۔

تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں اور میں اسی بات پر قائم ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں جس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر اس لحاظ سے غیر کی مانی جائے گی تو شرک لازم آجائے گا میرے رب کی کوئی ایسی صفت نہیں جو اس کو کسی نے دی ہو، اور اللہ کو اس چیز کا مالک کسی اور نے بنایا ہو، جس صفت کا حصول اس نے غیر سے کیا ہو، جس میں تصرف وہ غیر کے اذن سے کرتا ہو، اور غیر کی قدرت سے کرتا ہو میرے رب کی ایک صفت

بھی ایسی نہیں ہے میرے نبی علیہ السلام اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیا علیہم الرحمۃ کی کوئی صفت بھی ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے دینے کے بغیر ہو ساری اللہ تعالیٰ کے دینے کے ساتھ ہیں، شرک تب لازم آتا تھا یا تو ساری اللہ تعالیٰ کی عطائی مان لی جائیں، یا کوئی ایک عطائی مان لی جاتی یا ان اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی ذاتی مان جائیں اور اللہ تعالیٰ کی اس میں توفیق اور اذن کا کوئی دخل نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کے ساتھ بھی کسی پیغمبر یا ولی کی صفت کا اشتراک لازم آہی نہیں رہا، اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری صفات ذاتی ہیں اور ان میں کسی کی عطا کا کوئی دخل نہیں لیکن جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اولیا کرام ہیں اپنے طور پر تو پتا بھی نہیں ہلا سکتے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے کہ ان کی آنکھ کا اشارہ ہوتا ہے تو کائنات بدل جاتی ہے۔

اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت کا مظہر بنا دیا، لہذا میرے رب کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے اور صفات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔

اگر یہاں بولا جا رہا ہے اور بولنے کی اجازت قرآن دے رہا ہے کہ یہ تم کہہ سکتے ہو اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے، اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ماہ مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتے ہیں، قرآن مجید دونوں طرح کہنا جائز قرار دے رہا ہے۔

لیکن ہر ایک کا یہ عقیدہ ضرور ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نکالتا ہے وہ نکالنے میں نہ تو کسی کی اجازت کا محتاج ہے اور نہ کسی کی طاقت کا محتاج ہے اور نبی علیہ السلام ظلمت سے نور کی طرف اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نکالتے ہیں، اُس کی دی ہوئی توفیق سے نکالتے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات

اللہ تعالیٰ کی ذات کو جسطرح یہ ماننا لازم ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ایسے ہی یہ بھی ماننا لازم ہے کہ اُس کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔

اس سلسلے میں بھی آج بہت زیادہ بگاڑ پیدا کیا جارہا ہے۔ جو چیزیں بندوں میں عیب سمجھی جاتی ہیں۔ اُن کو اللہ تعالیٰ کیلئے عیب نہیں سمجھا جارہا، مکر کرنا بندے میں عیب ہے، دھوکہ دینا عیب ہے اور جھوٹ بولنا اگر بندے کے اندر یہ صفت ہو تو عیب ہے اگر بندے میں یہ صفتیں عیب ہیں تو کیا مولیٰ میں اللہ تعالیٰ میں یہ صفتیں عیب نہیں ہوں گی، مکر فریب، دھوکہ، دغا، جھوٹ یہ ساری عیب کی باتیں ہیں، میرا رب تو کروڑ مرتبہ اس سے پاک ہے، کسی طرح بھی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا جو علم ہے وہ ہمیشہ سے ہے، ازل میں سب کچھ جانتا تھا اور ازل میں اُس کو سب کچھ پتہ تھا، کوئی بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھا جائے گا کہ جس کے اندر یہ بیان کیا جائے کہ ایسا ہوا تو پھر رب کو پتہ چلا، ایسا کام رونما ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ کو اُس کا علم آیا، ایسا تو ہرگز نہیں ہے، ہمارا رب تو ہر وقت جانتا ہے، ہمیشہ سے جانتا ہے، یہ کائنات ابھی تک نہیں بنی تھی، پھر بھی جانتا تھا، اور کائنات کو بنایا تو اب بھی ہر وقت سب کو جاننے والا ہے، ایک لمحہ کیلئے بھی ہم اُس کیلئے کوئی ایسی حالت نہیں جانتے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کیلئے معاذ اللہ کسی جہالت کو تسلیم کر لیا جائے وہ ہر وقت جاننے والا ہے اور ہر کسی کو جاننے والا ہے۔

اب آپ شاید یہ سمجھ رہے ہوں کہ ایسا تو کوئی بھی نہیں ہوسکتا جو ایسا کہتا ہو، تو میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ پڑھتا ہوں اور اس کا مختلف ترجمہ کرنے والوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ آپ کو سناتا ہوں، اردو میں آپ کو واضح طور پر پتہ چل جائے گا کہ ترجمہ میں کس چیز کا اقرار کیا جارہا ہے اور کس انداز سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے لحاظ سے معاذ اللہ جہالت کا ایک وہم پیدا کیا جارہا ہے، کہ ایسا ہوا تو پھر علم آیا اگر ایسا نہ ہوتا تو علم نہ آتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہمیشہ سے ہے، اور کبھی اُس علم میں انقطاع ہونے والا نہیں ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

(سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ قبلہ جس پر آپ تھے ہم نے اُسی پر آپ کو پکا کیا کیوں؟ اِلَّا لِنَعْلَمَ تاکہ ہم ظاہر کریں، کہ کون ہے جو رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون ہے جو قدموں کے بل پھر جاتا ہے۔

یہ قبلے والا معاملہ ہم نے اس لئے کیا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون مومن ہے اور کون کافر ہے، اصل میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں تھے تو اُس وقت کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب مدینہ شریف میں آپ تشریف لے گئے، تو کچھ وقت کیلئے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور پھر آپ کا چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

اس بات کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان کر رہا ہے۔

مختلف مترجمین کا ترجمہ:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

محمد جونا گڑھی: اس کا جو کیا ہوا ترجمہ ہے اور جو حاجیوں کے ہاتھ میں تھما دیا جاتا ہے اور سعودی حکومت چھاپ چھاپ کے اُس کو اپنے عقائد و نظریات کی ترویج کیلئے مفت تقسیم کرتی ہے۔

اس آیت کا ترجمہ اُس نے اس طرح کیا۔

ترجمہ:

جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا تاکہ ہم

جانلیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا تابعدار کون ہے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جو قبلہ پہلے تھا وہی ہم نے کچھ وقت کیلئے پکا کر دیا، ایسا ہم نے کیوں کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِلَّا لِنَعْلَمَ

ترجمہ: اس کا کیا ہے، تاکہ ہم جان لیں ہم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

تاکہ ہم جان لیں کہ کون ہے جو پکا مومن ہے اور کون ہے جو پھر جائے گا۔

اس محاورے سے آپ سب واقف ہیں کہ اس میں خرابی کون سی ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب پڑھی تاکہ میں جان لوں کہ وضو کیسے کیا جاتا ہے۔ میں نے یہ درس سنا تاکہ جان لوں کہ روزے کے مسائل کیا ہیں۔

تاکہ مجھے پتہ چل جائے، تاکہ ہم جان لیں، اس کا مطلب کیا ہوگا کہ پہلے نہیں جانتے، اب جانیں گے، قبلہ کی تبدیلی سے پہلے ہم نہیں جانتے کہ کون پکا مومن ہے اور کون کافر ہے، کون ہمیشہ ساتھ رہے گا اور کون چھوڑ جائے گا۔

اور کون یہ سمجھے گا کہ مدار تو محبوب علیہ السلام کی اداؤں پر ہے۔

یہ جدھر پھرتے ہیں ہم ادھر پھر جائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ واضح کرنا چاہتا ہے، لیکن خالق کائنات جل جلالہ تو ازل سے جانتا ہے، کہ کون مومن ہے۔ اور کون منافق ہے، تو یہ کیسے ہوا۔

ہم نے آپ کے قبلہ کو پکا کیا تاکہ ہم جان لیں اس سے علم کا حدوث لازم آئے گا۔ کہ پہلے علم نہیں اب علم پیدا ہوگا، اب علم آئے گا تو جو علم بعد میں تھا اُس کی جگہ پہلے معاذ اللہ جہالت ہوگی اور میرا رب تو ہر جہالت سے پاک ہے۔ تو پھر اس کا مطلب کیا بنا تاکہ ہم جان لیں۔

اب آپ خود دیکھیں کہ اردو میں ایسا ترجمہ کرنا قرآن مجید کی ترجمانی نہیں

ہے، کہ باب علم یعلم کا معنی کر دیا، علم اُس نے جانا یعلم وہ جانتا ہے۔

نہیں نہیں اس جگہ وہ ترجمہ کرنا پڑے گا جس میں لفظ کا بھی لحاظ ہو اور پورے قرآن کا بھی لحاظ ہو اور رب کی شان کا بھی لحاظ ہو، ادھر صرف کا لحاظ کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے دربار سے پھر جائیں تو اُس علم کا فائدہ کیا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تو ازل سے جانتا ہے، کہ میں جب قبلہ بتاؤں گا تبدیلی ہوگی، کون پیچھے رہے گا اور کون محبوب علیہ السلام کا ساتھ دے گا، وہ تو ازل سے جانتا ہے۔ اب اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں چلے گا وہ تو پہلے ہی جانتا ہے۔ بعد میں اُس کی تفصیل سامنے آجائے گی۔

لیکن جو شخص یہ ترجمہ پڑھے گا تا کہ ہم جان لیں کیونکہ وہ خالی الذہن ہوگا وہ یہی عقیدہ بنا کے بیٹھ جائے گا کہ جیسے ہم کوئی کام کرتے ہیں تو بعد میں علم آجاتا ہے، بیان سنتے ہیں تو علم آجاتا ہے، اور کتاب پڑھتے ہیں تو علم آجاتا ہے، شاید ایسے واقعہ ہوا تو اللہ کو علم آگیا، یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ماننا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت جانتا ہے، ماضی سے جانتا ہے، اور کوئی چیز بھی اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ

ترجمہ: اسی واسطے کہ معلوم کرلیں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا، ہم نے یہ کام کیا تا کہ معلوم کرلیں۔

یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ اس کا معنی کیا بنتا ہے، مثلاً آپ کہتے ہیں۔ کہ میں جا رہا ہوں تا کہ معلوم کرلوں، پہلے تو مجھے علم نہیں ہے اب مجھے علم آجائے گا، میں نے یہ کام اس لئے کیا تا کہ معلوم کرلوں، میں نے یہ خط اس لئے پڑھا تا کہ معلوم کرلوں کہ

بھائی کا حال کیا ہے۔

تو ''تا کہ معلوم کرلوں'' والے الفاظ دلالت کر رہے ہیں، کہ پہلے معلوم نہیں تھا اب معلوم ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ اُس وقت بھی جس وقت جب اور کب کا تصور بھی نہیں تھا جاننے والا تھا۔

فتح محمد جالندھری کا ترجمہ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ

جس قبلے پر تم پہلے تھے اُس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کون ہمارے پیغمبر کا تابع ہوگا اور کون نہیں ہوگا۔

کہ معلوم کریں اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ پہلے تو معاذ اللہ معلوم نہیں اب معلوم کریں۔

اب دیکھو بظاہر تو اللہ تعالیٰ کی توحید کی آڑ میں شان رسالت کی گستاخیاں کی جاتی ہیں اور جب توحید کا معاملہ آیا وہاں بھی یہ لوگ اتنے کچے ثابت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کے اندر جو سر فہرست بات تھی اُسی کے لحاظ سے معاذ اللہ اتنا دھوکہ دیا جا رہا ہے، اور اس انداز سے ترجمہ کیا جا رہا ہے کہ قرآن مجید کی ترجمانی کا خیال نہیں کیا جا رہا۔

میرے رب کی توحید کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی طرف کسی عیب کی نسبت نہیں کی جا سکتی جہالت بہت بڑا عیب ہے اور میرا رب ہر لحہ اس عیب سے پاک ہے۔

ماضی میں بھی حال میں بھی مستقبل میں بھی ہر عیب سے منزہ ہے۔

لہٰذا یہ ایسے مقامات ہیں جہاں پر رٹے رٹائے لفظ کام نہیں دیتے جہاں کام دیتی ہے تو بارگاہ نبوت سے ملی ہوئی روشنی کام دیتی ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت عشاق کے سالار بریلی کے تاجدار

امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ترجمہ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ

ترجمہ: اے محبوب تم جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون سے لوگ ہیں جو پھرنے والے ہیں۔

اس مقام پر اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرما رہا ہے وہ تو ازل سے جانتا ہے اِلَّا لِنَعْلَمَ کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم ظاہر کر دیں یہ نہیں کہ " تا کہ ہم جانیں جانتا تو وہ پہلے بھی ہے، لیکن لوگوں کو پتہ نہیں کہ کون مومن ہے کون کافر ہے۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ تا کہ ہم ظاہر کر دیں۔ اور ہمارے علم کا اظہار ہو جائے۔

ہم تو ماضی سے جانتے تھے لوگوں کو اب پتہ چل جائے، اِلَّا لِنَعْلَمَ ہمارے علم کا ظہور ہو جائے ہم اپنے علم کو ظاہر کرنے کیلئے کہ جو ہم جانتے ہیں وہ ہمارے بندوں کو بھی پتہ چل جائے، ہم نے قبلہ والا مسئلہ بنا دیا تا کہ لوگوں کیلئے ظاہر کر دیں۔ کہ کون ہے وہ جو رسول علیہ السلام کا پکا غلام ہے، اور کون وہ ہے جو پیچھے پھر جانے والا ہے۔

اب دیکھو یہ ہے ایمان کا تقاضا کہ جس میں لفظوں کو یوں پڑھا جاتا ہے کہ رب کی شان سامنے ہے وہ ذرا بھی آگے پیچھے نہیں ہونے دے گی، اور ضمیر یہ برداشت ہی نہیں کرے گا، کہ ہم لفظ کی ایسی پابندی کریں کہ اللہ تعالیٰ کی شان کی توہین کر ڈالیں نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مقام پر اس کی ایسی وضاحت کی ہے اور اس انداز میں اس کو بیان کیا ہے تا کہ ہم ظاہر کر دیں"

اب اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

لفظ کا ترجمہ بھی ہو جائے گا اور قرآن مجید کی ترجمانی بھی ہو جائے گی۔

محتشم سامعین حضرات۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں مکر کا لفظ بولنا کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ مکر کیا، معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے دھوکہ دیا، یہ ساری باتیں اُن لوگوں کے ترجمے میں موجود ہیں، لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔

جب ایک بندہ مکار ہو تو وہ بڑا معیوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بولنا اور اُس کی طرف مکر کی نسبت کرنا۔

آخر اردو میں اگر ترجمہ کیا جا رہا ہے تو اُردو محاورے کو عربی محاورے کے تابع کرنا پڑے گا، کوئی بھی عربی جاننے والا مَکَرُوْ اور مَکَرَ اللہُ کو پڑھے گا تو اُن کے اندر اپنے ادب کی لذت ہے کہ خالق کائنات نے مکر اللہ کا لفظ محض مقابلے کیلئے بول دیا، اسمیں لفظ مکر حقیقی معنی کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ مکر تو اُن کیلئے حقیقت میں ہے کہ انہوں نے مکر کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اُن کے مکر کا جواب دیا اور خفیہ تدبیر کی۔

اب یہ جس طرح عربی جاننے والے کو خود پتہ ہے وہ یہ الفاظ پڑھ کے مکر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب نہیں کرے گا، اردو والے کو بھی تو حوصلہ کرنا چاہیے اور شرم کرنی چاہیے کہ بات جب اللہ تعالیٰ کے دربار کی ہو رہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے اردو ادب کو تابع کر دینا چاہیے اور اس انداز میں ترجمہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کسی عیب کی نسبت نہ ہو سکے۔

ایسے ہی جھوٹ کا معاملہ ہے، اُس کیمپ کے لوگوں نے جھوٹ کو ثابت کرنے کیلئے کتابیں لکھیں اور آخر سوئی یہاں پہ آ کے رک گئی کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ جو ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جھوٹ کا لفظ بولا اس سے مراد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا نہیں جھوٹ بول سکتا ہے۔

اُس میں بولنے کی صلاحیت ہے، مگر بولتا نہیں ہم اللہ تعالیٰ کو عظیم مانتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا نہیں ہے لیکن چونکہ اُس کی ہر چیز پہ قدرت ہے تو پھر جھوٹ پر بھی قدرت ہے، جھوٹ بول سکتا ہے، اگر چہ وہ بولتا نہیں۔

تو اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے باقاعدہ اس بارے میں ایک کتاب لکھ دی آپ نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی وہ جھوٹ بول سکتا ہے، اُس میں جھوٹ بولنے کی صلاحیت ہی نہیں، عیب کی صلاحیت ہونا کوئی کمال تو نہیں ہے، اُس میں جھوٹ بولنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، وہ جھوٹ بول سکتا ہی نہیں، وہ ہر چاہت پہ قادر ہے اور اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر محمود پر قادر ہے، مذموم کی تو بات نہیں ہے۔

اس واسطے جہاں بھی تمہیں ادب رسالت پر جا کر حتمی بات ملے گی وہ بھی اس امت برحق کی ہے، اور طائفہ منصورہ کی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کے ادب کا تقاضا تھا، وہاں بھی ان اھل حق نے اس کو مکمل کر کے دکھایا ہے۔

عقیدہ شانِ رسالت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رسالت کے بارے میں جو ہمارا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات وصفات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق مانتے ہیں ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مخلوق نہیں مانتے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا عبد مانتے ہیں مگر وہ عبد جو عبدِ خاص ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ خود اپنا عبد کہہ کے پکارتا ہے۔

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل بشر مانتے ہیں، اور اس میں کسی کو کسی طرح کا کوئی شک نہیں، بشریت قرآن مجید کا مضمون ہے اور ہمارے عقیدہ کا حصہ ہے، ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیوب سے پاک مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق ہونے میں بے مثال ہے، اُس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ صفات میں بھی کوئی شریک نہیں، کوئی عیب نہیں، اور مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ نے جس ذات کو سرفہرست تمام عیوب سے پاک بنایا ہے وہ ذات ہمارے محبوب علیہ السلام کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے لحاظ سے اخلاق کے لحاظ سے صفات کے لحاظ سے علوم کے لحاظ سے کمالات کے لحاظ سے اوصاف کے لحاظ سے اختیارات کے لحاظ سے محبوب علیہ السلام کو اتنا عظیم بنادیا ہے کہ ہمارا طائر فکر بھی اُس بلندی تک پرواز نہیں کرسکتا، جہاں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے جھنڈے آغاز میں لہرا رہے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات

یہاں پر یہ بات ہر ایک کے عقیدے میں ہے کہ کوئی سادہ سے سادہ انسان بھی ہوتو اُس سے پوچھ لو وہ یہ نہیں کہے گا کہ ہم نبی علیہ السلام کو معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں، ہرگز کسی کا عقیدہ نہیں، کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ ہم نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ٹکڑا مانتے ہیں، بیٹا ہونا بھی نہیں اور ٹکڑا بھی نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ تو ٹکڑے سے اور جزو سے پاک ہے کیونکہ وہ تو جزو کا بھی خالق ہے اور کُل کا بھی خالق ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹکڑا ہیں اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے ولد اور بیٹے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے وہ عبد خاص ہیں، اور وہ سیدۃ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں جلوہ گر ہوئے ہیں، لیکن اس نورانیت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے ہیں کہ عام لوگوں کی بشریت ظلمت ہوتی ہے اور میرے محبوب علیہ السلام کی بشریت اس انداز کی ہے کہ جب انداز بشر میں جلوہ گر ہو رہے تھے ولادت کے وقت بھی دور دور تک بصرہ کے محلات بھی روشن ہو چکے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نور مانتے ہیں۔

نُورٌ مِنْ نُورِ اللّٰہِ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو جو اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم مانتے ہیں تو اس کا مطلب ٹکڑا ماننا نہیں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیوں کا محور مانتے ہیں جسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ویسے تو ہر چیز اُس نے پیدا کی اور ہر چیز میں اُسی نے روح پھونکی لیکن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِی (سورۃ ص آیت نمبر ۷۲)

میں نے اپنی روح سے روح پھونکی تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ روح کے دو حصے بن گئے ایک اللہ تعالیٰ میں رہی اور ایک حضرت آدم علیہ السلام میں آگئی نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں یہ قرآن ہے یہ کسی کی بنائی ہوئی داستان تو نہیں ہے جس کا لفظ وہاں بھی آیا ہے جیسے ہم۔

"نور" مِنْ نُورِ اللّٰہِ" کہتے ہیں، وہ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُوحِی میں نے اپنی روح سے روح پھونکی تو مطلب یہ تھا کہ جو روح میں نے ان کو دی ہے وہ جس قدر میرے جلوؤں کا مظہر ہے دوسری روحیں نہیں ہیں۔

ایسے ہی نورٌ مِنْ نُورِ اللّٰہِ کا مطلب ٹکڑا ہونا نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس نور سے نبی علیہ السلام کو پیدا کیا جو پوری مخلوق سے بڑھ کر اللہ کے جلوؤں کا مظہر بنا ہوا تھا۔

آپ "نُورٌ مِنْ نُورِ اللّٰہِ" ہیں پوری کائنات سے بلند و بالا ہیں اور یہ واضح فرق ہے لوگ محض لفظ نور کے اطلاق سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ شرک ہو گیا، نہیں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا جو نور ہے وہ نورِ خالق ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نور ہے وہ نور مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کا نور پیدا کرنے والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا

ہونے والا تو درمیاں میں کتنا فرق ہے، شرک تو تب ہو جب ہم اس نور کو بھی نور خالق مانتے ہوں کہ یہ بھی نور ہے جو پیدا کرنے والا ہے۔

پیدا ہونے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے نور کو کسی نے پیدا نہیں کیا، اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

یہ وہ بات ہے جو شرک کی جڑیں کاٹ رہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ بھی نور ہے اور نبی علیہ السلام بھی نور ہیں، مگر وہ اللہ نور ہیں جس نور کو ہم جسم نہیں کہہ سکتے اور یہ وہ نور ہیں کہ جس کو جسم کہہ سکتے ہیں اللہ کی ذات وہ نور ہے کہ جس کی کوئی ھیئت نہیں ہے چونکہ جو حدود کے اندر بند ہو وہ معبود نہیں ہوتا اور یہ شکل وصورت والے ہیں حدود کے اندر نور ہے اس واسطے درمیان میں کروڑوں درجے کا فرق۔

وصفِ بشریت

بشریت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ وصف ہے جس کی وجہ سے اس مخلوق کو فائدہ لینا آسان ہو سکا، اگر محبوب علیہ السلام کے نور میں حجاب بشریت نہ ہوتا تو جو آتا جل کے راکھ ہو جاتا، کوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہ بنتا کوئی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہ بنتا تو اللہ نے اس نور کو یہ حجاب بشریت عطا کیا ہے بشریت طے شدہ عقیدہ ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا بات ہے نور ہونے کی یا نور نہ ہونے کی۔

اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو سعادت بخشی ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مان رہے ہیں اور ہمارے پاس قرآن بھی ہے حدیث بھی ہے لیکن جن لوگوں کو آج تک سمجھ نہیں آئی وہ بالکل اس مسئلے میں کورے ہیں، اُن کے پاس ایک بھی دلیل نہیں ہے آیت تو آیت رہی حدیث شریف بھی اُن کے پاس نہیں ہے، جو اُن کے موقف کو ثابت کرتی ہو، محض جان چھڑانے کیلئے بحث کو غلط رنگ دے رہے ہیں. ورنہ اُن کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔

اسواسطے بشریت والی آیات ہمارے خلاف کوئی بندہ تب پڑھے جب ہم نے بشریت کا انکار کیا ہو، بشریت کا انکار تو کفر ہے، کوئی بشریت کا منکر اھل حق میں سے ہی نہیں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مانتے ہیں، مگر ہم بشریت کو یوں بیان نہیں کرتے جیسے وہ بیان کرتے ہیں۔

کسی حقیقت کو ماننا اور چیز ہے مگر اس کے انداز بیان کو بنانا اور چیز ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ بندے کی والدہ اُس کے باپ کی بیوی ہی ہے یہ حقیقت ہے لیکن اس کو اس انداز میں تو کوئی بھی بیان نہیں کرتا، بیان کرتا ہے اُس کو والدہ کہہ کے، اس کو امی کہہ کے اُس کو باپ کی بیوی کہہ کے کوئی بھی بیان نہیں کرتا۔

بلا تمثیل بشریت تو ایک حقیقت ہے لیکن اُس کو یوں بیان کرو جو اُس کے کمال کا طریقہ ہے، اور یوں اُس کو بیان نہ کرو جو توہین کا طریقہ ہے، بشریت حقیقت ہے، اس واسطے کوئی ہمارے خلاف بشریت والی آیات نہ پڑھے وہ تب ہو جب ہم نے انکار کیا ہو، ہم تو خود بار بار کہہ رہے ہیں۔

کسی سادہ سے سادہ سنی سے پوچھ لو اُس کا یہی عقیدہ ہے بشریت تو سرکار کی ہے لیکن جھگڑا اصل میں نورانیت کا ہے اب تم سامنے آجاؤ، ہم نورانیت ثابت کرتے ہیں تم ایک بھی آیت پیش کرو، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ نُوْرًا

اے نبی ہم نے تجھے نور نہیں بنایا۔ ایک آیت تم پیش کرو ایک آیت کیا تم ایک حدیث لے آؤ، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو لَسْتُ بِنُوْرٍ

میں باقی سب کچھ ہوں مگر نور نہیں ہوں، یا ایک قول صحابی کا لے آؤ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک صحابی نے کہا ہو مَا كَانَ نَبِيُّنَا نُوْرًا" کہ ہمارے نبی علیہ السلام نور نہیں تھے، سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے۔ آیت تو آیت رہی

حدیث تو حدیث رہی ضعیف تو ضعیف رہی صحابی کا قول بھی کوئی نہیں پیش کرسکتا۔

چونکہ وہ بالکل خالی ہیں، بات کو غلط رنگ دیا جارہا ہے، بشر کی آیات کی رٹ لگائی جارہی ہیں، وہ تب ہو جب انکار بشریت موجود ہو، وہ تو ہے ہی نہیں اصل میں بات ہے نور ہونے کی، یا نور نہ ہونے کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی۔

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ (سورہ مائدہ' آیت نمبر ۱۵)

تحقیق اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب اسمیں نور سے مراد ہم نے ہی نہیں اُن کے بڑوں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لی ہے، پھر قرآن مجید کی دیگر آیات پھر احادیث اور صحابہ کرام کے اقوال اور پوری امت کا تسلسل سے عقیدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا ہے پوری امت میں کوئی ایک شخص بھی تمہیں ایسا نہیں ملے گا، جو محدث مفتی فقیہ اور کوئی قابل ذکر انسان ہو اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی نفی کررہا ہو۔

پوری طراط مستقیم پر جو لائٹنگ ہے وہ میرے محبوب علیہ السلام کے عقیدہ نورانیت کی ہے۔

محتشم سامعین حضرات

اس سلسلے میں بشریت والی آیات کے پڑھنے کا کوئی موقع نہیں وہ کوئی منکر ہوتا تو پڑھی جاتیں اصل یہ مسئلہ ہے چونکہ اُن کے پاس دلیل نہیں ہے لہذا بحث کو غلط رنگ دیا جا رہا ہے یہ آپ اچھی طرح نوٹ کرلیں، کوئی بڑے سے بڑا ہو اُن سے پوچھ لیں ہمارے کئی سال گذر گئے ہیں آج تک کوئی بندہ اس کا جواب دے ہی نہیں سکا، یہ حقیقت ہے کہ ہم بشریت کا اقرار کرنیوالے ہیں، اور نورانیت کا بھی اقرار کرنے والے ہیں۔

ہمارے ہاں نہ بشریت کا انکار ہے اور نہ نورانیت کا انکار ہے، لیکن اُن کے ہاں نورانیت میں ہے، وہ چاہیں تو دلیل دیں۔ وہ ایک بھی آیت ایسی کہ جس میں نور

کی نفی کی گئی ہو وہ موجود نہیں ہے۔

بشر تو ظاہر الجلد کو کہتے ہیں، کبھی وہ مٹی کا بھی ہو سکتا ہے اور کبھی وہ نور کا بھی ہو سکتا ہے سولویں پارے میں حضرت جبریل علیہ السلام کو بشر کہا جا رہا ہے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (سورہ مریم، آیت ١٧)

حالانکہ جبریل علیہ السلام تو نور ہیں، تو پتہ چلا کہ بشریت کوئی نور کی اپوزیشن نہیں ہے۔ کہ ہر جگہ یہ دور دور رہیں، کبھی اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔

جو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں، نور کا انکار کرنے کیلئے خاص طور پر نور کی نفی والی آیت پڑھنی پڑے گی یا حدیث پڑھنا پڑے گی۔

باقی جو لفظ مثل ہے، وہ بھی گھنٹوں کی بحث ہے بالخصوص اس کے بارے میں ہمارا لیکچر ''مفہوم قرآن بدلنے کی واردات'' موجود ہے، اُس کو آپ اچھی طرح ملاحظہ کریں۔ تمام بشر والی آیات کا مطلب بیان کیا کہ بشر کا مطلب کیا ہے۔

اسمیں میں مثل کا لفظ آ گیا اس کا مطلب یہی کہ ان کو تم مخلوق سمجھو خالق نہ سمجھو جسطرح لوگو تم مخلوق ہو اسی طرح یہ بھی مخلوق ہیں۔

جسطرح تمہارا خالق اللہ ہے ان کا خالق بھی اللہ ہے، یہ مثل کا مطلب ہے نہ کہ ہر وقت یہ رٹ لگائے رکھو کہ اُن کے بھی دو ہاتھ ہیں ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں اُن کے بھی دو قدم ہیں ہمارے بھی دو قدم ہیں یہ لفظ مثل کا تقاضا نہیں ہے کہ ہر جہت میں اُنکو اپنا مثل بنا لو، اور اسی پر ہی لیکچر دیتے رہو، ورنہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے، سورۃ الانعام آیات نمبر 38۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ (سورۃ الانعام آیات نمبر 38)

کائنات میں جتنے چوپائے ہیں، اور جتنے پرندے ہیں وہ تمہاری مثل امت ہیں اب سب کو کہا کہ وہ تمہاری مثل ہیں، دابۃ میں خنزیر بھی ہے دابۃ میں کتا ہے، اور

پرندوں میں کوّا بھی ہے ساری چیزیں آگئیں۔

اب کون ہے توحید پرست جو روزانہ یہ آیت پڑھ کے درس دیتا ہو اور کہتا ہو کہ ہم کتے جیسے ہیں ہم کوّے جیسے ہیں، ہم خنزیر جیسے ہیں۔

آیت کا ترجمہ پڑھے اور آیت میں مثل پڑھے اگر ایسا نہیں ہوتا اسمیں توھین سمجھتے ہو، کہ وہ تو مثل ہے مخلوق ہونے کے لحاظ سے اب اسکو سبق نہیں بنانا کہ ہر وقت ہم کتے کیساتھ مثل ہی بنتے رہیں، اگر یہ بیان کرنے سے تمہاری توھین ہوتی ہے، تو وہ بیان کرنے سے تمہارے انداز میں ہمارے محبوب علیہ السلام کی توھین ہوتی ہے، وہ آیت اگر مثل والی ہے تو یہ بھی مثل والی ہے۔

امم امثالکم، پھر ان کی مثلیت کے بھی دعوے کیا کرو، کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں کتوں کی مثل بنادیا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں خنزیروں کی مثل بنادیا، اس انداز میں تو کوئی توحید بیان نہیں کرتا۔

آخر وہاں ہی جا کے ہاتھ ڈالا جاتا ہے، جن کے قدموں کی خاک تک بھی کوئی کروڑ سال تک بھی نہیں پہنچ سکتا، وہ مقام اتنا بلند و بالا ہے۔

فلک کو اس بلندی پر بھی وہ عظمت نہیں حاصل
جبین خاک سے پوچھو مقامِ نقشِ پا کیا ہے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے جو غبار لگ جاتا ہے اُس کے مقام تک بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا، یہ اُن کو بھول ہو چکی ہے، ہم ٹھنڈے دل سے دعوت فکر دیتے ہیں۔

اس مقدس ماحول کی وساطت کو لے کر وہ لوگ سوچیں اگر کوئی غلط فہمی واقعی دور کرنا چاہتا ہے تو ہم ہر لحاظ سے اُس کی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے ویسے بھی تیار ہیں ہم نے قرآن و سنت کے یہ دلائل پیش کر دیئے ہیں۔

اب ہر شخص جو اس عقیدے پر نہیں ہے بات سن رہا ہے یا بالواسطہ بعد میں سنے گا حذار اایک مرتبہ ٹھنڈے دل سے تنہائی میں بیٹھ کے سوچے تو سہی کہ آخر نبی علیہ السلام کو ماننے کا مطلب کیا ہے۔

اور اسکی حقیقت کیا ہے، اور اسکا ہم سے کسطرح کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آج اگر ہم نور کہیں تو اس پر فتوے ہیں۔

تو میں پوچھتا ہوں اگر کسی صحابی کو ہی کوئی نور کہہ دے اور صحابہ ہی کہہ دیں تو پھر اُن پر فتوی کیا ہو گا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذی النورین ہونے کا مطلب تو سب کو آتا ہی ہے لیکن میں آج اُس صحابی کا نام بتاتا ہوں جس کو ذی النور کہا جاتا تھا ذی کا معنی ہے والا، ذی النور نور والا ' ہے تو وہ صحابی مگر اُس کا نام کیا ہے نور والا۔

اصل میں اُن کا نام طفیل بن عمرو دوسی ہے۔

الاصابۃ جلد نمبر 3 صفحہ 922 پر ان کے بارے میں وضاحت سے لکھا ہے جس وقت طفیل بن عمرو دوسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آ کے کلمہ پڑھا تو محبوب علیہ السلام سے کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم کیلئے بھی دعا کردو بڑی بگڑی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو بھی ہدایت عطا فرمادے۔

اِبْعَثْنِیْ اِلَیْھِمْ

مجھے اُن کی طرف مبلغ بنا کے بھیج دو اپنی قوم کو میں جا کے سمجھاتا ہوں۔

وَاجْعَلْ لِّیْ آیَةً

لیکن مجھے کوئی نشانی بھی دو کہ میں تمہارا مبلغ ہوں۔ مجھے قوم کی طرف مبلغ بناؤ لیکن ایسے نہیں کہ میں اُن کے پاس جاؤں وہ مجھے مانیں گے نہیں کہ تو دو دنوں میں کہاں مبلغ بن کے آ گیا ہے، مجھے نشانی بھی دو مجھے دیکھیں تو مانیں واقعی نور والے کا مبلغ بن

کے آیا ہے، جس وقت انہوں نے یہ کہا تو میرے محبوب علیہ السلام کے یہ لفظ تھے، اب دعا سنو جس کے لفظوں سے خاکی نور بن جائیں اُن کے اپنے نور کا عالم کیا ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ لَہٗ

اے اللہ میرے طفیل کے ماتھے میں نور پیدا کردے، جب آپ نے دعا مانگی تو کوئی دیر نہیں لگی فَسَطَعَ نُوْرٌ بَیْنَ عَیْنَیْہِ

دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی لاٹ نکلنے لگی، اتنا نور آنکھوں کے درمیان میں آیا اب آپ یہ دیکھیں۔

بعض لوگ بحث میں آ کے کہتے ہیں ''قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ'' میں معنوی نور ہے علم کا نور ہے روشنی اور ھدایت مراد ہے۔

میں کہتا ہوں جس کے لفظوں سے حسی نور فوراً بن جائے اُن کے اپنے حسی نور کا عالم کیا ہوگا، اب یہاں پر حسی نور ہے جو پیشانی میں نظر آ رہا ہے، اور حسی ہی مانگا گیا، جس وقت وہ نور پیشانی میں آ گیا، تو اُس کا انداز کیا تھا، وہ اس انداز میں نور چمک رہا تھا کہ حضرت طفیل کہنے لگے،

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا تو فوراً قبول ہوگئی۔

اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یَّقُوْلُوْا مُثْلَۃٌ

مگر مخالفوں کا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا کہ وہ وصف کو عیب بنا دیتے ہیں، اور اُن کے ہاں انسان جتنا بھی بڑا ہو اُس کا دوسرا پہلو تلاش کرتے ہیں۔

اب میرا نور چمکے گا ہوسکتا ہے کوئی کہہ دے یہ دیکھو اس کا چہرہ ہی بدل گیا ہے۔ نور کو ان لفظوں میں بھی بیان کرسکتا ہے، وہ مثلہ کہنا شروع کردیں۔

آپ اسطرح کریں کہ نور بھی رہے اور کسی جگہ منتقل بھی ہوجائے۔

جس وقت انہوں نے دوبارہ عرض کی تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کوئی بات نہیں۔

فَتَحَوَّلَ اِلٰی طَرْفِ سَوطِہٖ

آپ نے فرمایا چھڑی آگے کرو ہم اُس میں ڈال دیتے ہیں، چھڑی میں نور کو منتقل کر دیا۔

كَانَ يُضِيْئُ لَهٗ فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ

اندھیری راتوں میں وہ چھڑی نور کا کام دیتی تھی، جدھر چلتے تھے نور پھیلتا تھا، جدھر جاتے تھے اُس چھڑی کی وجہ سے روشنی پھیلتی تھی۔

اب دیکھو صحابہ کرام یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ ہم طفیل بن عمرو کو اب طفیل نہیں کہتے ہم کہتے ''ذی النور'' نور والا

جس کے پاس آنے والا ایک لمحہ میں نور والا بن جائے، وہ خود کتنے بڑے نور والے ہوں گے یہ نور معنوی نہیں حسی نور ہے، معنوی نور تو ویسے ہی ساتھ آ گیا کہ ھدایت موجود ہے اب مجوزہ ٹائم اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔

یہ دو باتیں ابتدائی طور پر شان الوھیت اور شان رسالت کے لحاظ سے جو گفتگو آپ نے سماعت کی ہے، اسے خود بھی محفوظ رکھنا ہے اور اس کو بے دھڑک بیان کرنا ہے کوئی اس پہ اعتراض کرے کو کسی مقام پر بلکہ ہر جگہ جا کر حق کو ثابت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

نہ ہم اللہ کی ذات پر کسی کو توھین کرنے دیں گے اور نہ ہی نبی علیہ السلام کی ذات میں کسی کو توہین کرنے دیں گے ہمارا رب اپنے خالق ہونے کے لحاظ سے ہر عیب سے پاک ہے اور ہمارے نبی علیہ اسلام اُس کی سب سے اعلیٰ مخلوق ہونے کے لحاظ سے ہر عیب سے پاک ہیں۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

باب نمبر 17

اسوۂ حسنہ اور

فیشن پرستی

ازافادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِؕ
وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○

• • • • • • • • • • • • • • • •

اَمَّابَعْدَ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِؕ
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰهَ وَالْیَوْمَ
الْاٰخِرَ وَذَکَرَاللّٰهَ کَثِیْرًا ○
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

• • • • • • • • • • • • • •

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰه

• • • • • • • • • • • • • •

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تبارک تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اعظم شانہ اتم برھانہ

کی حمد وثنا اور حضور اکرم نور مجسم شفیع محشر مالک کوثر محبوب دلبر احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش محتشم معزز حضرات وخواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے سترہویں سبق میں آج ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

اور آج ہماری یہ بھی سعادت ہے کہ آج کے پروگرام کی صدارت آفتاب طریقت سید آفتاب احمد شاہ صاحب حفظ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ چورہ شریف فرما رہے ہیں۔

آج کا موضوع بھی بہت اہم موضوع ہے

اُسوۂ حسنہ اور فیشن پرستی

میری دعا ہے کہ خالق جل جلالہ ہم سب کو اُسوۂ حسنہ پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو فیشن پرستی کی نحوست سے محفوظ فرمائے۔

محترم حضرات وخواتین۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پہ کتنا کرم ہے، کہ ہمیں روزانہ صبح کو قرآن وسنت کے ایک نئے باغ کی سیر کا موقع مل رہا ہے۔ جس سے یقیناً عقل ونظر کو تازگی مل رہی ہے۔ اور کردار اور سیرت کو استوار کرنے کیلئے ہمیں بہترین موقع میسر آرہا ہے۔

کیونکہ ہمارا پروگرام کانوں کی سوغات نہیں بلکہ کردار سازی اور سیرت کا ایک کورس ہے میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہمیں اس موسم بہار میں حقیقی مقاصد عطا فرمائے۔

ہمارے دل میں تقویٰ کا معیار بلند فرمائے۔

میں نے قرآن مجید میں سے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ

وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْراً (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۱)

خالق کائنات جل جلالہ کا فرمان ہے یقیناً تمہارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے کس کیلئے "لِمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰہَ" اُس بندے کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی امید رکھتا ہو۔ "وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ" اور آخرت کے دن کی بھی امید رکھتا ہے۔ "وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْراً" اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہو۔

قرآن مجید کی سورۃ احزاب کی آیت نمبر 21 میں مسلم اُمہ کیلئے جو سوز دروں ہے اور نسخہ کیمیا ہے۔اُس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔"فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ" کے جو الفاظ ہیں یہ پورے نظام شریعت کو محیط ہیں اور انسانی لائف کوٹ کے لحاظ سے ہمہ جہت دوام اسمیں موجود ہے۔"فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ" یہاں پر اسکا متعلق مفہوم کے لحاظ سے بناتے جائیں گے۔

تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی معمولات کے لحاظ سے۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی عبادات کے لحاظ سے

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی چلنے پھرنے کے لحاظ سے۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میدان جنگ میں شجاعت کا کردار ادا کرنے کے لحاظ سے۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مختلف مصائب پر صبر کرنے کے لحاظ سے۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی راہ حق میں قربانیاں دینے اور ایثار کے لحاظ۔

بہترین نمونہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نماز کی ادائیگی کے لحاظ سے

"فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ" کا متعلق نحو کے لحاظ سے ہم بناتے جائیں گے تو اس کے لحاظ سے اسلام کی تمام تر تعلیمات سمٹ کے اسی ایک آیت کے اندر آجائیں گی اور ان سے یہ

واضح ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا عمدہ اسوۂ حسنہ دیا ہے اور آپ کے نقش قدم میں کتنی وسعتیں ہیں کہ خالق کائنات جل جلالہ نے کسی شخص کے لئے کبھی ایسی پیاس نہیں چھوڑی کہ جسے ضرورت ہو لیکن اسوۂ حسنہ اُسے پورا نہ کرے جس کو تڑپ ہو لیکن اسوۂ حسنہ میں اس کی تڑپ کا کوئی علاج موجود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کردار اور عظمت کے لحاظ سے اتنی چمک دی ہے اور اس چمک کے لحاظ سے پھر انسانوں کو اس چمک کے اندر زندگی کا سفر طے کرنے کا حکم فرما رہا ہے۔

مطلقاً نہیں بلکہ یہاں بھی انسانیت کو جھنجھوڑ کے پیغام دیا ہے حالانکہ پہلے یہ کہہ دینا کافی تھا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

کہ یقیناً تمہارے لئے ہے اب لَكُمْ کے بعد خالق کائنات جل جلالہ نے فرمایا عام لوگوں کیلئے نہیں خاص لوگوں کیلئے جو دائرہ اسلام میں آگئے اُس سے پہلے تو ان کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے جو اسلام میں آئے گا پھر اسوۂ حسنہ اپنائے گا۔

لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

یہ اُس شخص کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کا شوق رکھتا ہے اور آخرت پر یقین رکھتا ہے غافل نہیں رہتا اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے رب ذوالجلال نے اس کو اس منزل کے حصول کیلئے جو بہترین رہنما دیا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم ہے انسان ادھر دیکھتا جائے گا اور اپنی زندگی کا سفر طے کرتا چلا جائے گا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ النور کی آیت نمبر 63 میں اس بات کو واضح کیا کہ اگر کوئی شخص سنت نبوی کو ترک کرتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے بغاوت کرتا ہے یا سرکار کے نقش قدم کو نظر انداز کر دیتا ہے اس کو اس عمل کا کتنا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور اس کیلئے کتنی بڑی وعید ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورۃ النور آیت نمبر 63)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کرتے ہیں۔ اَمْر سے مراد سنت ہے امر نبوت سے مراد منہاج نبوت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے تو خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرمارہا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی مخالفت کرتا ہے اس کو ڈرنا چاہیئے اس کے پاس کہیں فتنہ نہ آجائے یا عذاب الیم نہ آجائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کرنے والے کو دو چیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دنیا کی زندگی میں فتنہ آئے گا اور عقبٰی میں عذاب الیم آجائے گا، دنیا کی زندگی میں فتنہ کیا ہوگا۔

اس سلسلے میں واضح طور پر تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے۔

اَلزَّلَازِلُ وَالْاَهْوَالُ

اُس وقت زلزلے آجائیں گے ہولناکیاں آجائیں گی۔ جو قوم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت شریعت اور سرکار کے نظام سے بغاوت کرے گی یا پیچھے ہٹے گی تو کیا ہوگا تباہی ہوگی۔ (تفسیر رازی ۱۲/۲/۴۳ میں)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

فتنہ یہ ہے کہ لوگوں میں قتل وغارت شروع ہوجائے گی بلاوجہ انسانوں کا خون بہتا رہے گا اگر سنت نبوی یہ اسوۂ حسنہ پر عمل ہوگا تو پھر بہاریں ہی بہاریں ہیں ہر لمحہ امن کے پھول برسیں گے ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن وآشتی کی بہار آئے گی

لیکن اگر اس اسوۂ حسنہ کو چھوڑا گیا تو اسکی وعیدیں بڑی سخت ہیں اور یہ اسوۂ حسنہ کے شرعی معیار کے لحاظ سے وعید سخت ہوگی۔ کہ اُس کا تعلق فرض کے ساتھ تھا واجب کیساتھ یا سنت کے ساتھ تھا۔ اُسی کی حیثیت سے وعید بھی مرتب ہوگی۔

یہاں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر جو زلازل کا کہہ دیا گیا ہے اور فرمان ایزدی ہے اس میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے۔ کوئی یہ نہ کہے بندوں میں کتنے عیسائی ہیں اور کتنے بت پرست ہیں، کتنے یہودی ہیں اس کے پاس تو زلزلے نہیں آتے ہمارے پاس زلزلے آرہے ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے۔

میرے بھائیوں جو بچہ زمین پر گھٹنوں کے بل چل رہا ہو اس کو گرنے کا خطرہ نہیں ہوتا لیکن جو شہسوار ہو اس کیلیئے گر جانے کا خدشہ ہوتا ہے جن کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں اور وہ بھٹکے ہوئے ہیں، اور وہ دھتکارے ہوئے ہیں، اور اُنکا کوئی مقام ہی نہیں ہے وہ تو ویسے ہی گرے ہوئے ہیں، یہ اصل میں جو باگ کھینچی جاتی ہے تو اُن کی جن کا کوئی مرتبہ ہے جن کی کوئی حیثیت ہے، اور جن کو کوئی مرتبہ دینے کا اعلان کر رکھا ہے۔

تو لہٰذا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اگر تم نے مان کر بھی میرے محبوب علیہ السلام کی سنت سے سرکشی کی اور ان کے دین اور نظام کو پس پشت ڈال دیا، اور تم نے فیصلے غیروں سے کروانا شروع کر دیئے تو پھر جان لو۔

اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ سورۃ النور آیت ۶۲

دنیا میں ایسا فتنہ آجائے گا اور آخرت میں عذاب الیم کا سامنا کرنا پڑ جائے گا، لہٰذا امن دنیا میں بھی اسکا ہے اور آخرت کا امن بھی اسی لحاظ سے ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو اپنے نفس کی خواہش اور چاہت پر مقدم کیا جائے، اور زندگی کے ہر میدان کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے نظام کا جھنڈا بلند کر دیا جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس بات کی جب وضاحت کی بخاری ومسلم میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔ کتنا حسین انداز ہمارے محبوب علیہ السلام کا ہے، آپ نے ایک غیر محسوس چیز کو محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دیکر واضح کر دیا کہ میری سنت کی حیثیت تم میں کیا ہے۔

جو سنت اور اُسوۂ حسنہ کو سن کے عمل کرتا ہے وہ کس طرح ہلاکت سے بچ جاتا ہے اور جو عمل نہیں کرتا اپنے نفس کی خواہش پہ عمل کرتا ہے، جب اُس کے سامنے قرآن مجید کی بات آتی ہے یا سنت نبوی کی بات آتی ہے تو وہ اپنی خواہش کی بات سامنے لے آتا ہے، اور ضدی بنتا ہے اور ہٹ دھرم بنتا ہے۔

حق سُن کر بھی حق پر عمل نہیں کرتا، اُس کی حیثیت کیا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ۳۱۹/۴)

مَثَلُ مَابَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰى قَوْمًا فَقَالَ اِنِّي رَاَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ

(حجۃ اللہ البالغہ ۴۸۵/۱)

آپ نے فرمایا میری مثال اور میری شریعت کی مثال اور میری امت کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو قوم کے پاس آتا ہے اور اُن سے کہتا ہے، "اِنِّي رَاَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ"، میں سنی سنائی بات نہیں کر رہا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، ایک بہت بڑا لشکر تم پہ حملہ کرنے کیلئے آرہا ہے، اُس کے آنے سے پہلے پہلے اپنا بندوبست کر لو، اگر وہ لشکر پہنچ گیا اور تم یہاں موجود ہوئے تو وہ کچھ کو قتل کر دے گا اور کچھ کو قیدی بنا لے گا، تمہاری عزتیں لوٹ لے گا اور وہ تمہیں ذلیل ورسوا کرے گا، لہٰذا میرا کام تم کو اطلاع دینا تھا۔

اِنِّي اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ

بے شک میں نذیر عریان ہوں، آنکھوں سے دیکھ کے آیا ہوں لشکر آرہا ہے اور

اُس کے آنے سے پہلے پہلے اپنا بندوبست کرلو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، جس وقت وہ نذیر عریان اعلان کرتا ہے۔

فَالنَّجَا فَالنَّجَا

لوگو بچ جاؤ لوگو بچ جاؤ بڑا زبردست لشکر حملہ کر رہا ہے۔

جو لوگ اس کی بات سن رہے ہوتے ہیں، اُن کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهٖ فَادْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلٰى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا

کچھ لوگ تو واقعی ڈر گئے اور انہوں نے فیصلہ کرلیا، کہ یہ بندہ بھی سچا ہے اور اسکی زباں سے صداقت نکلتی ہے، یقیناً سچی بات کر رہا ہے۔

تو فوراً اندھیرے میں ہی رات کو نکل جانا چاہیے، اگر لشکر آ گیا اور صبح کے وقت ہم پکڑے گئے تو ہم رسوا ہو جائیں گے، انہوں نے نذیر عریان کی بات کو مان لیا۔

تو وہ فوراً رات کو ہی نکل گئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

فَنَجَوْا انہوں نے لشکر کے حملے سے نجات پالی، عزت بچ گئی جان بچ گئی وہ محفوظ ہو گئے اُن کو نذیر عریان کی خبر کا فائدہ پہنچ گیا۔

لیکن دوسری طرف طائفہ کہتا ہے

كَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ

دوسرے گروہ نے نذیر عریان کو جھٹلا دیا وہ کہنے لگا تمہاری باتیں سچ نہیں ہیں بس تم تو دھمکیاں ہی دیتے رہتے ہو اور ڈراتے رہتے ہو، کوئی لشکر نہیں آ رہا ہمیں چین سے سونے دو، چین سے بیٹھنے دو، رات کا وقت آرام کا ہے، اور تم ہمارے آرام میں خلل ڈال رہے ہو، ہم رات کدھر جائیں، انہوں نے نذیر عریان کی بات پر کوئی توجہ نہیں کی تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ

جب صبح ہوئی تو اُس گاؤں میں وہ موجود تھے، جہاں سے ڈرایا گیا تھا کہ لشکر

کے آنے سے پہلے نکل جاؤ وہ یہیں موجود ہے۔

فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ

جب صبح ہوئی تو لشکر بھی آ گیا۔

أَهْلَكَهُمْ وَاجتاحهم   حجۃ اللّٰہ البالغہ ۱/ ۴۸۵

اُس لشکر نے حملہ کر دیا اُن کی گردنیں اتار دیں اُن لوگوں کا خون بہا دیا۔

اُن کو نیست و نابود کر دیا، اُن کو تباہ و برباد کر دیا۔

آپ نے فرمایا جیسے وہ نذیر عریان آیا تھا اور اُس نے قوم کو ایک لشکر کی خبر دی تھی، اور اُس قوم میں سے کچھ نے مانا تھا اور کچھ نے نہیں مانا تھا۔

جنہوں نے مان لیا تھا وہ بچ گئے اور جنہوں نے نہیں مانا تھا وہ ناکام ہو گئے فرمایا میری امت اور انسانیت تم اُس لشکر کو نہیں دیکھتے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے، وہ جہنم کی آگ کا ایندھن ہے وہ لشکر آئے گا، تمہیں پکڑ کر جہنمی بنا دے گا تم جہنم کے شعلوں میں جلتے رہو گے، میں تمہیں ڈرانے آیا ہوں میں نے اپنی آنکھوں سے سب کو دیکھا ہوا ہے اور میں تمہیں بتا رہا ہوں، میری بات مانو لو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے شیطان سے بچ جاؤ گے اور شیطان کے پنجوں کے اسیر نہیں بن سکو گے، اور اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو شیطان کے چیلے بن جاؤ گے، شیطان کا لشکر آ جائے گا تمہیں قیدی بنا لے گا، زندگی بھر چھوٹ نہیں سکو گے تمہیں رسوا کر دے گا۔

اب جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت کو سن کر فوراً محتاط ہوا کہ یہ محبوب جو بولتے ہیں سچ بولتے ہیں، ان کی زبان سے ہمیشہ صداقت نکلتی ہے اور پھر واضح بتا رہے ہیں کہ میں نے آنکھوں سے لشکر کو دیکھا ہے اور وہ آ رہا ہے وہ شہوت کا لشکر ہے وہ خواہش کا لشکر ہے وہ معصیت اور عصیان کا لشکر ہے وہ اللہ کے دربار سے بغاوت کا لشکر ہے، وہ شیطانی وساوس کا لشکر ہے، بندو میں نے تمہیں اپنی شریعت کا حصار دے دیا ہے، اپنی سنت کا قلعہ دے دیا ہے۔

چلو میری سنت کے قلعے میں داخل ہو جاؤ چلو میرے اسلام کے دائرے میں آ جاؤ فرمایا جس نے میری بات کو سنا اور میری بات کو مان لیا اُس نے باقی سب کام چھوڑ کے میری شریعت کو اپنا لیا میرے طریقے پر آ گیا۔ میرے نقش قدم پر آ گیا۔

وہ تو اس لشکر سے بچ گیا، زندگی آزاد گذارے گا، غلام نہیں ہوگا، اگرچہ بالکل فقیر سا ہو وہ زمانے کا سب سے بڑا امیر قرار پائے گا اور زندگی چین سے گزرے گی اور عقبیٰ بھی چین سے اُسے میسر آ جائے گی۔

جس نے میری بات کو سن کے ان سنی کر دی میری بات سن کر وہ ڈرا نہیں ہے۔ وہ شخص جس نے میری بات کو سن لیا لیکن اُس کے فوراً رونگٹے کھڑے نہیں ہوئے جو میں نے ڈرایا تھا، کہ دنیا کی محبت کا حملہ ہو جائے گا، شہوت اور خواہش کا حملہ ہو جائے گا، جہنم کے وساوس کا حملہ ہو جائے گا، اُس نے سنا نہیں وہ کہنے لگا میں خود بہتر جانتا ہوں، مجھے پتہ ہے کہ زندگی کیسے گزاری جاتی ہے۔ میں اپنے نفع نقصان کو خود جاننے والا ہوں، اُس نے جب نقش قدم کی طرف نہیں دیکھا، اُسوۂ حسنہ کو نہیں دیکھا، میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، وہیں بیٹھا رہا اپنے سودی کاروبار میں، وہی بیٹھا رہا اپنی ناجائز تجارت میں، وہیں بیٹھا رہا اپنے دوستوں کی انجمن میں، وہیں بیٹھا رہا عریانی فحاشی کے ماحول میں، وہیں ترک سنت کے انداز میں بیٹھا رہا، لشکر آ گیا شیطان نے پکڑ لیا ذلیل و رسوا بنا دیا، زندگی بھر اسی دائرے کے اندر رہے گا، جب سانس نکلے گی جہنم اُس کے استقبال کیلئے ہوگی۔

میرے محبوب علیہ السلام نے چند جملوں کے اندر ایک جامع صورت حال ایک محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دیکر اُس غیر محسوس عمل کو جو سنت کی حکمت ہے، جو سنت کا فائدہ ہے جو نقش قدم کی برکت ہے اور جو اسوۂ حسنہ کا حصار ہے، اسکو محبوب علیہ وسلم نے بیان کر کے قیامت تک کے لئے اپنی امت کو شمع نور عطا فرما دی ہے۔

اب اسکی ہر جہت گھنٹوں بحث کی متقاضی ہے، لیکن اسوقت ہمارا چونکہ محدود

ٹائم ہے، ہم گفتگو کو مزید اس انداز میں آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَامِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ اُمَّۃٍ قَبْلِی اِلَّا کَانَ لَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ

آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے جتنے بھی نبی آئے ہیں، اُن کی امت میں اُن کے حواریون ہوتے تھے۔ لفظ حواری کا مطلب ہے خالص پکا امتی، اُن کے مخلص امتی ہوتے تھے۔

وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ

اور اُن پیغمبروں کے ایسے اصحاب ہوئے تھے جو ہمیشہ اُنکی سنت پر عمل کرتے تھے۔

تو کیا ہوا یَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ

وہ اُن کے امر کی اقتداء کرتے تھے۔

ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ

جب وہ لوگ چلے گئے تو بعد میں نئی نسلیں پیدا ہوئیں۔

یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ

وہ باتیں کہتے ہیں جو وہ خود نہیں کرتے۔

وَیَفْعَلُوْنَ مَالَا یُؤْمَرُوْنَ (حجۃ اللہ البالغہ ۱/۴۸۳)

اور وہ کام کرتے ہیں جس کا شریعت نے حکم ہی نہیں دیا۔

ایسی نسلیں اور ایسی قومیں بعد میں ہوتی رہیں۔

آپ نے فرمایا اے میری امت تم بھی میری بات سمجھ لینا، ایسا نہ ہو کہ میری شریعت کا رنگ آہستہ آہستہ مدہم پڑ جائے، اور پھر تم اپنی خواہشات اور شہوتوں کے اسیر بن جاؤ اور اپنے بنائے ہوئے نظام اور اپنی بنائی ہوئی سوچ کے مطابق زندگی گذارنا شروع کردو، جسطرح میرے اصحاب نے مجھ سے نور حاصل کیا اور عمل کر کے دکھا دیا،

تابعین اُن سے لیں گے تبع تابعین اُن سے لیں گے فرمایا قیامت تک جب میری سنت کا رنگ غالب رہے گا، تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے خصوصی نجات عطا فرمادے گا۔

محتشم سامعین حضرات

آج کے ماحول میں اس موضوع پر بات کرنا بھی بہت مشکل ہے اور بات سننا بھی بہت مشکل ہے ''اُسوۂ حسنہ اور فیشن پرستی'' یہ جو دو چیزیں ہیں، کمپیر ٹیو سٹڈی کے لحاظ سے جب ان کا منظر دیکھتے ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کہاں سنت اور کہاں آج ہمارے فیشن، کہاں وہ سنت کا نور اور کہاں ہمارے گھروں کے اندر نحوست اور ہمارے کردار کے اندر نحوست آیئے ذرہ تھوڑا سا ان دونوں شعبہ جات کے لحاظ سے دیکھتے ہیں، مرد وزن کے لحاظ سے خواتین اور رجال کے لحاظ سے کہاں کہاں گڑ بڑ ہوگئی اور اُسوۂ حسنہ سے انسان دور ہٹتا گیا۔ جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں قبل ہر بات یوں کھول کے بیان کردی تھی۔ جسطرح آج کے ماحول کو دیکھ کے بیان کی جاتی ہے۔

اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی چیز بھی اُن سے چھپی ہوئی نہیں تھی، اور سب کچھ دیکھ کر اپنی امت کو ھدایت فرمارہے تھے۔

یہ حدیث شریف جو میں بیان کرنے لگا ہوں اس کا مضمون بڑا ہی کڑوا ہے، اور بالخصوص خواتین اسلام کو بڑی توجہ کیساتھ سننا چاہیے اور یہ کسی مفتی کا فتوی نہیں اور کسی مفکر کی فکر نہیں ہے، یہ اُس زباں کی بات ہے جب تک ''وَحیٌ یُوحیٰ'' کی تار نہیں ملتی اُس وقت تک وہ زبان نہیں کھلتی صحیح بخاری شریف جلد نمبر 2 صفحہ 725 پر یہ حدیث شریف موجود ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

بات کچھ اسطرح ہے کہ وہ ایک دن تقریر کر رہے تھے، جسطرح آج ہمارا موضوع ہے، فیشن پرستی کے خلاف تو وہ سنت کی عظمت کو اجاگر کر کے فیشن پرستی کا جو اس وقت فوراً حملہ ہو رہا تھا، اُس سے بچانے کیلئے مختلف صحابیات اور خواتین کو وہ درس دے رہے تھے، درس دیتے دیتے یہ لفظ انہوں نے بول دیئے۔

لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَوَشِّمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ وَالْمُغَیِّرَاتِ لِخَلْقِ اللّٰہِ۔ (بخاری جلد نمبر ۲/۷۲۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو تندولے لگاتی ہیں اور تندولے لگواتی ہیں، الواشمات، جو کسی اور کو تندولے لگائے، المتوشمات وہ جو کسی سے تندولے لگوائے، اس پر لعنت کی کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، مبہم الفاظ کے ساتھ لعنت کر رہے تھے۔

تندولہ اس وقت یہی تھا کہ چھوٹا سا جسم پر زخم کر کے اُس کو [illegible] سے بھر دیا جاتا پھر ہمیشہ اُس کا نشان نظر آتا ہے، یہ صرف عورتوں میں ہی قبیح نہیں مردوں میں بھی قبیح ہے، اور جس شخص کے بدن پر تندولہ ہے، جب تک اُسکو اتارے گا نہیں اُس کو طہارت حاصل نہیں ہوگی، اگر امام ہے تو اُس کی اقتداء ناجائز ہو جائیگی، اُس تندولہ کی وجہ سے ایسی صورتحال ہو کہ اُس کو اُتارنے کیلئے بدن کو کاٹنا پڑتا ہو تو پھر کچھ اُس میں چھوٹ دی گئی ورنہ اگر تھوڑے بہت زخم کر کے بھی کسی دوائی سے وہ زخم اتارا جا سکتا ہے تو اُس کو اتارا جائے گا تو پھر جسم کو طہارت حاصل ہوگی ورنہ طہارت حاصل نہیں ہوگی یہی صورتحال خواتین کیلئے ہے، یہ واشمات اور متوشمات کے لحاظ سے پہلا جملہ تھا۔

دوسرے نمبر پر اَلْمُتَنَمِّصَاتِ

اُن عورتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، کون سی عورتیں۔

تَرْقِیْقُ الْحَوَاجِبِ لِلتَّحْسِیْنِ

تنمیص کہتے ہیں اپنے ابرو باریک کرنا حسن کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی یہ لفظ بول رہے ہیں ''متنمصات'' وہ عورتیں جو کہ حسن کیلئے اپنے اَبرو بالوں کو نوچ کے باریک کرتی ہیں، یا کسی طریقے سے ابرو کو باریک کرتی ہیں اُن پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

تیسرے نمبر پر، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ

وہ عورتیں جو عمر کو چھوٹا ظاہر کرنے کیلئے اپنے دانت ریتیوں سے باریک کرتی ہیں۔

وَهِيَ الَّتِي تفرق مَابَيْنَ الثَّنَايَا بِالْمِبَرَد

جو عورتیں سامنے کے دانتوں میں چھوٹی سی ریتی لے کر خلا بناتی ہیں عمر کو چھوٹا ظاہر کرنے کیلئے ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، یہ اُس وقت کا ایک نیا فیشن چلنے والا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اُس کی مخالفت میں بول رہے تھے، جب آپ نے یہ تندو تیز تقریر کر دی تو بات چلتے چلتے بنی اسد کی ایک خاتون تک پہنچی، جن کو حضرت اُمّ یعقوب کہا جاتا تھا۔

اُم یعقوب نے جب یہ درس سنا تو بڑے غصے میں آ گئیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جھگڑا شروع کر دیا کہ اتنے سخت لفظ تم نے بول دیئے، لعنت کے لفظ تم نے بول دیئے، کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے تندو لے لگانے والی پر اور تندو لے لگوانے والی پر اور اپنے ابرو باریک کرنے والی پر اور اپنے دانتوں کو ریتی سے رگڑنے والی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، آپ نے اتنا بڑا حکم دے دیا۔

جب انہوں نے آ کے یہ کہا وہ بھی کوئی معمولی خاتون نہیں تھیں اور نہ ہی اس لئے جھگڑ رہی تھی کہ اُن کے کردار میں کوئی ایسی چیز تھی حقیقت میں لفظ لعنت کی جو بڑائی ہے کہ لعنت بہت بڑی بات ہوتی ہے، اس پر ان کو تعجب تھا، جب انہوں نے آ کے جھگڑا کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا، کہنے لگے۔

مَالِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: بخاری ۲/ ۷۲۵

اے اُمّ یعقوب ہوش سے بولو یہ میں اپنی طرف سے نہیں کر رہا یہ میرے پاس نبی علیہ السلام کی امانت ہے، میرے رسول علیہ السلام نے یہ لعنت کی تھی، اُن کے یہ لفظ ہیں اور اُن کی زبان سے یہ لفظ نکلے تھے، میں کون ہوتا ہوں اُن عورتوں کو لعنتی قرار دینے والا کہ جو ایسے کام کر رہی ہوں یہ اُس زباں سے بڑے دکھ سے لفظ نکلے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں کی رحمت بنایا ہے، کس انداز میں ان کو یہ

برداشت ہو سکا کہ وہ یہ بول رہے تھے۔اور انہیں بولنا پڑا اور لازم ہو گیا کہ ان کو رد کیا جائے تا کہ بعد میں ایسی خرافات پیدا نہ ہو جائیں، میرے محبوب علیہ السلام علیہ السلام کا وسیع مشاہدہ دیکھو کہاں آج کے یہ بیوٹی پارلر اور کہاں اُس وقت کا نظام، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واضح کر رہے تھے، میری امت میں تم سے رب کو سجدے بھی کرواؤں گا، اور تمہارے کردار کو بھی ستھرا کروں گا۔

مجھے یہ برداشت نہیں کہ تمہارے کردار اور تمہاری سیرت کے اندر فیشن آ جائے جس کی وجہ سے تمہارے معاملات بگڑ جائیں، نہیں نہیں، میں نے تو ہر لمحہ رو رو کے تمہارے لئے دعاء رحمت کی ہے، لیکن اگر تم میری سنت کو چھوڑ کے فیشن کو گلے سے لگا لیا، تو اس زبان سے میں لعنت کا اعلان کر رہا ہوں، کہ جو میری سنت کو ترک کر کے ایسے کاموں میں پڑ جائے گا خالق کائنات ناراض ہو جائے گا، اور اُس کی ناراضگی اس لعنت کی شکل میں ظاہر ہو جائے۔

اب دیکھیئے کہاں یہ معاملات اور کہاں آج کی عورت کا فیشن، دختر اسلام کو سوچنا چاہیے، کہ اُس نے کلمہ اسلام پڑھا ہے تو کس بنیاد پر کہ میں اپنی چاہت کو رب کی چاہت کے تابع کروں گی، میں اپنی خواہش کو نبی علیہ السلام کی سنت کے تابع کروں گی، جو ہمارے محبوب علیہ السلام کو پسند ہے، وہی ہمیں پسند ہو گا۔

جو چادر زہرہ رضی اللہ عنہا کی حقیقت ہے، وہی ہمیں میسر آ جائے گی، یہ کردار ایک اسلامی خاتون کا ہونا چاہیے۔

جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُمّ یعقوب رضی اللہ عنہا کو یہ کہا کہ اُمّ یعقوب میں اُس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول علیہ السلام نے لعنت کی ہے، تو اُمّ یعقوب کہنے لگی اے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن مجھے بھی آتا ہے۔ کہاں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے، کہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحابہ کرام میں سے فقیہ تھے، کہنے لگے کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ تمہیں قرآن آتا ہے۔ یقیناً اُن کا فقاہت قرآن کے لحاظ سے بڑا اونچا مقام ہوگا۔

حضرت اُمّ یعقوب رضی اللہ عنہا کہنے لگی۔

لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيهِ مَا تَقُولُ

دو گتوں کے درمیان جو قرآن ہے وہ مجھے آتا ہے تفسیر بھی مجھے آتی ہے مجھے سب کچھ آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ وَجَدْتِيهِ

اگر تم قرآن پڑھتی تو تمہیں ضرور پتہ چلتا، تم نے لفظ کو تو پڑھا ہے لیکن تم نے روح کو حاصل نہیں کیا، قرآن مجید میں تمہیں یہ نظر نہیں آیا۔

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (بخاری ۲/۷۰۲)

اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے نہیں روکیں اُس سے رک جاؤ۔

اگرچہ اس آیت میں مستقل عورتوں کے لفظ موجود نہیں ہیں لیکن اس کو قرآن کی طرح ماننا پڑے گا۔ اسواسطے کہ یہ فرمان صاحب قرآن کا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ لَعَنَ الْوَاشِمَاتِ کے الفاظ بولے ہیں۔

اسواسطے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو یہ محبوب علیہ السلام فرمائیں وہ میری طرف سے حکم ہے، اُس کو تم حاصل کرو، اُس کو تم قبول کرو، اور اُس کے مطابق زندگی بسر کرو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ جو میں نے فیشن پرستی کے خلاف عورتوں کے حقوق کے لحاظ سے بیان کر دیا ہے، یہ قرآن مجید کا حصہ ہے۔

اے ام یعقوب رضی اللہ عنہا یہ مسئلہ تم بھی سمجھ لو اور ساری خواتین کو بھی یہ مسئلہ سمجھا دو یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوئی۔

جہاں آج ہم سنت کے لحاظ سے بحث کر رہے ہیں، وہاں سنت کی آئنی حیثیت بھی سامنے آگئی، کچھ لوگ اس غلطی میں بھی مبتلا ہیں کہ ہمارے لئے صرف قرآن کافی ہے، ہمیں سنت کی ضرورت ہی نہیں اور صرف قرآن ہمارے لئے کافی ہے۔ اُس قرآن نے ہی تو سنت کو لازم کر دیا ہے، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی آئینی حیثیت ہے، کہ جس کو ماننا قرآن کو ہی ماننا ہے، اور پھر اس کی تشریحات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ استدلال کر کے اس کو بیان کر رہے ہیں، یہ وہ نور ہے جو رب فقہاء کو عطا فرمایا ہے۔

قرآن وسنت کے ساتھ جو فقہ کا تعلق ہے، وہ بھی اسمقام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جس طرح بتدریج احکام ثابت ہوتے ہیں اور اُن احکام کو امت کیلئے بیان کر دیا جاتا ہے۔

محتشم سامعین حضرات:

خواتین کے لئے یہ حدیث بخاری ایک نہیں بہت زیادہ دیگر پہلو بھی ہیں۔ لیکن اسوقت ٹائم کا اختصار ہے، خواتین کو یہ بات روح میں اتارنی چاہیے، یہ معاملات جن کو بظاہر چھوٹے چھوٹے سمجھا جا رہا ہے اور پتہ نہیں آج اس سلسلے میں کتنی ترقی ہوگئی ہوگی ہمیں پتہ نہیں اب اس سے آگے کیا کچھ ہوتا ہے۔

یہ معمولی سی چیز جو بنیادی تھی اُس پر جب لعنت کا حکم ہے تو آگے اپنے چہرے کے حسن کیلئے سرجری کروانا اور اسکے علاوہ جو دیگر خرافات بن چکے ہیں یہ سارے شریعت مطہرہ کے لحاظ سے کسی قدر ناجائز ہیں، کس قدر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں اور اُس پر پھٹکار برستی ہے جس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔

اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ

وہ جو اللہ تعالیٰ کی بنائی چیز کو بدلتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو شکل دی تھی اور جو حسن دیا تھا اور جس طرح کا چہرہ دیا تھا، اُس کو بدلنے کی کوشش کرتی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع الفاظ دے دیئے، جس سے قیامت تک کے مسائل کو نکالا جا سکتا ہے اور رہنمائی حاصل کی جا سکی ہے۔

کہ ہم نے جن کا کلمہ پڑھا۔ ہے چونکہ انہوں نے جنت لے جانے کا ذمہ بھی اٹھایا ہوا ہے، تو پھر زندگی یوں گذارنی پڑے گا، جس کو دیکھ کے اُن کو خوشی محسوس ہو رہی ہو اور یاد رکھیں۔

یہ معاملہ صرف خواتین کے لحاظ سے ہی نہیں یقیناً آج بھی اس دور میں وہ عظیم خواتین ہمارے معاشرے میں موجود ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے سنت نبوی پر عمل کرنے کی جرأت عطا فرما رکھی ہے اور اس سلسلہ میں وہ کردار ادا کر رہی ہیں۔

جن میں تھوڑی سی کمزوری ہے ان کو اس پیغام سے روشنی حاصل کرنی چاہیے اور آج وقت ہے توبہ کرلیں گی تو بہار آجائے گی وہ سارے گناہ جو پہلے تھے وہ ایک آنکھ کا ایک آنسو جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے ٹپکے گا تو اُس سے ساری سیاہیاں دور ہو جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ نیا نور عطا فرما دے گا، دوسری طرف جو مردوں کا معاملہ ہے۔

وہ بھی آج دیکھنے میں جو صورتحال نظر آ رہی ہے۔

ہماری ملت کے نوجوانوں کی کیا کیا صورتیں بن گئی ہیں، کیا بالوں کے انداز کیا کپڑوں کے انداز کیا رہن سہن کے انداز کیا چلنے پھرنے کے انداز اور کیا زیب و زیبائش اور کیا نقش و نگار۔

مرد بھی وہ کر رہے ہیں آج کل ایسا سنگھار
دیکھ کے مردانگی روتی ہے جس پہ بار بار
کان میں بالی گلے میں چین ہاتھوں میں کڑا
یا الٰہی وقت کیسا آکے لڑکوں پہ پڑا

یہ کیسی صورتحال بن گئی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت فرما دیا تھا۔ آپ کا یہ فرمان مسند امام احمد جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 339 پر موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ. مسند امام احمد ۱/۳۳۹

جو لوگ مردوں میں عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو وہ ہیں تو مرد لیکن عورتوں جیسا چال چلن بناتے ہیں، عورتوں جیسے بال اور عورتوں جیسا انداز اور عورتوں جیسی چیزیں اور عورتوں جیسا میک اپ اور عورتوں جیسی خوشبوئیں عورتوں جیسا انداز۔

عورتوں جیسی خوشبوئیں اس سے مراد سرخی اور اس طرح کی چیزیں ہیں کہ جس میں رنگ بھی شامل ہو یہ ساری چیزیں کہ جن کی وجہ سے مرد کی عورت کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہو اُن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔

یہ ایسا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں ۔ نہ تھوڑی سی تفریح کی ہے نہیں نہیں وہ لعنت کا مستحق بن گیا ہے۔

اسواسطے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس فرق کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

مرد کو اپنی ادا کے لحاظ سے مرد نظر آنا چاہیے اور عورت کو اپنی ادا کے لحاظ سے لباس کے لحاظ سے عورت بن کے رہنا چاہیے۔

اگر مرد بھی ٹیڑھا بن جائے گا اور اُس کے کردار میں کجی آجائے گی تو محبوب علیہ السلام نے واضح لفظوں میں اُس کی بھی گرفت کی ہے۔

فرمایا بچ کے رہو تم نے کسی فلمی ایکٹر کا کلمہ نہیں پڑھا تم نے ماہ مدینہ کا کلمہ پڑھا ہوا ہے، سنت دیکھنی ہے تو اُنکی کردار دیکھنا ہے تو اُن کا نقش قدم ہے تو اُن کا ہم کیوں کسی کی طرح اپنے حلیے بگاڑلیں، ہم کیوں کسی کنجر کو دیکھ کر اپنے بدن کا لباس تبدیل کر دیں، اپنے رہن سہن کا طریقہ تبدیل کر دیں، نہیں نہیں ہمارے لئے گنبد خضراء کی ہریالی کافی ہے، اور وہ ہریالی ایسی ہے کہ

ماہ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

جو فیشن کر کے چاندنی لینا چاہتا ہے تو یہ چاندنی نہیں ہے بلکہ اندھیرا ہے، چاندنی وہ ہے جو محبوب علیہ السلام کی سنت کی چاندنی ہے۔

اب اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں ساتھ ساتھ اپنا محاسبہ بھی کرنا چاہیے کہ کہاں کہاں کوئی ایسا کام ہو رہا ہے کہ جس سے ہم نے عورتوں کیساتھ تشابہ بنائی ہوئی ہو آجکل یہ بھی بڑا وبال ہے کہ کچھ مردوں نے عورتوں والے لباس پہننے شروع کر دیئے وہ متشبھین بالنسآء ہیں، مرد ہو کے عورتوں کیساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ کچھ دین کے حوالے سے سٹیج پہ آنے والے نعت خواں قسم کے کچھ لوگ انہوں نے عورتوں والے کپڑے پہننے شروع کر دیئے ہیں، جبکہ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کیساتھ لعنت کا استحقاق ہے، شاید اُن کو پتہ نہیں چل رہا، اُن کو اپنے مرد ہونے پر شک ہو گیا ہے، یا لعنت کے بارے میں اُن کو یقین نہیں ہو رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
متشبھین وہ لوگ جو عورتوں کے ساتھ تشابہ اختیار کر رہے ہیں وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں، اور خالق کائنات جل جلالہ کی لعنت کے مستحق بنتے جا رہے ہیں۔

ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم فرمان جس کا تعلق معراج کی شب سے ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا مشاہدہ کیا تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم کا مشاہدہ کرتے ہوئے چند مناظر نظر آئے، آپ نے وہ بیان کیے ہیں۔ بیہقی نے اُس کو بیان کیا ہے، ابن حجر نے ازواجر میں لکھا ہے۔

جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 15 پر یہ حدیث شریف ہے۔
لما عرج بی مشکوٰۃ شریف: ۴۲۹

معراج کی شب جب مجھے بہت اوپر پہنچا دیا گیا تو

مَرَرْتُ بِرِجَالٍ

میں جہنم کا مشاہدہ کر رہا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں کچھ مردوں کے پاس سے گزرا تو کیا صورتحال تھی فرمایا۔

تُقْرَضُ جُلُوْدُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ

آگ کی قینچیوں سے اُن کے بدن کاٹے جا رہے تھے۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں نے کہا۔

مَنْ هٰؤُلَاءِ

یہ کون لوگ ہیں۔ یہ رسول اکرم نے جو سوال کیا یہ کلام کے اسلوب کے تقاضے کے مطابق کیا ورنہ جو فرش پہ بیٹھ کے عرش کی خبریں دیتے ہیں خود وہاں چل پھر رہے ہوں اور پتہ نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے، اگر ان کے پاس اُم حارثہ آتی ہیں اور کہنے لگی بدر میں میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے، اگر وہ جنت میں پہنچا ہے پھر تو صبر کرتی ہوں، اگر وہ جنت میں نہیں پہنچا تو مجھے رونے کی تو اجازت دے دو۔

تو میرے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے حارثہ کی ماں تم ایک جنت کی بات کرتی ہو، میرے اللہ تعالیٰ کی کئی جنتیں ہیں۔

وَاِنَّ اِبْنَكِ لَفِي الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى

اور تیرا بیٹا اے حارثہ وہ تو سب سے اونچی جنت میں بیٹھا ہوا ہے۔

جو فرش پہ بیٹھ کے عرش کی خبر دیں، وہاں عرش پہ پہنچیں تو وہاں حقیقتاً معاملہ سامنے نہ ہو۔

یہ نہیں محض وہ ایک حسن کلام تھا، اور حضرت جبریل علیہ السلام کی ڈیوٹی تھی کہ تم ساتھ بیان کرتے جاؤ، یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَّذِیْنَ یَتَزَیَّنُوْنَ لِلزِّیْنَةِ

یارسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ مرد ہیں جو دنیا میں ناجائز زینت اختیار کرتے تھے۔ زینت جائز بھی ہے اُس پر باقاعدہ اجر وثواب ہے اور اُس کا باقاعدہ حکم ہے۔ کہ انسان کے کپڑے صاف ہوں چہرہ دھلا ہوا ہو اُس آدمی کیلئے بحیثیت سنت سرمہ لگانا اور بحیثیت سنت خوشبو لگانا یہ انبیاء کی سنت ہے، اور اسکی بہت بڑی فضیلت ہے۔

مردوں کی خوشبو جس میں رنگت نہ ہو خوشبو آرہی ہو یہ خوشبو اُس کیلئے جائز ہے لیکن آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے وہ زینت اختیار کی جس کو حرام کیا گیا تھا، ایسے انداز میں بال رکھے ایسے انداز میں کپڑے سلائے ایسے انداز میں انہوں نے بناؤ سنگھار کیا، ایسے انداز میں اپنی زندگی میں چلتے پھرتے رہے کہ جس کو شریعت مطہرہ نے ناجائز قرار دیا تھا اور انہوں نے فیشن کو اپنایا تھا اور سنت کو پس پشت ڈالا تھا، فیشن کا جھنڈہ یہ اپنی طرف سے لہرا رہے تھے جب یہ اس انداز میں زندگی کے شب روز گزار کے پہنچیں گے تو یہ اُن کی اُس وقت صورتحال ہوگی، کہ ان کے بدن کو آگ کیقینچیوں سے کاٹا جائے گا اور پھر اُن سے کہا جائے گا یہ ہے وہ فیشن جو تم دنیا میں کرتے تھے، یہ ہیں وہ تمہارے بالوں کے انداز اور یہ ہیں وہ تمہارے لباس اور یہ ہے وہ تمہارا غیر کے طریقے پر چلنے کا طریقہ جو تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر انگریزوں کے پیچھے اقتداء کر دی تھی مغرب زدہ بن کر اُن کی عادات کو اپنے معمولات کا حصہ بنالیا۔ اب قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ اس جرم کی پاداشمیں کہ جو فیشن کی طرف آگئے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، میں دیکھ کے آیا ہوں کہ اُن کو اِس انداز میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں عذاب دیا جا رہا ہوگا کہ اُن کے بدن قینچی سے کاٹے جارہے ہوں گے۔

دوسری طرف:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

ثُمَّ مَرَرْتُ بِجُبٍّ مُنْتَنِ الرِّیْحِ

پھر میرا گزر ایک گڑھے کے پاس سے ہوا جس سے بد بو آ رہی تھی۔
بہت بڑا گڑھا تھا اُس سے بہت زیادہ بد بو آ رہی تھی۔

سمعت فیه اصواتاً شدیدة

اور بڑی شدید آوازیں مجھے آ رہی تھی، ہائے ہائے کی اور بڑی دکھ بھری آوازیں اور بڑی کراہتی ہوئی آوازیں مجھے آ رہی تھیں۔

میں نے جبرئیل سے پوچھا

من هولآء: اے جبریل یہ کون ہیں۔

تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا۔

نساء کن یتزین للزینة الزواج ۲/۱۵

یہ تمہاری امت کی وہ عورتیں ہیں کہ جنہوں نے حلال زینت کو چھوڑ کے حرام زینت اختیار کی، جس حد تک شریعت مطہرہ میں جائز تھا، اُس سے تجاوز کر گئیں اُس سے آگے نکل گئیں اور یہ وہ کرتوت کرتی رہیں جو شریعت میں ممنوع تھے اور اپنے آپ کو سنوارتی اور نکھارتی رہیں، اور وہ دنیا میں سمجھتی تھیں کہ شاید دنیا میں اسکا بڑا فائدہ ہے، اس میں بڑی بھلائی ہے، اور یہ ایک رمُز شِمنٹ ہے، یہ ایک ہماری تفریح ہے، ہم اسطرح کے کپڑے پہن لیتی ہیں، اس طرح کی زیب وزیبائش کرتی ہیں اور اسطرح چلتی پھرتی ہیں، میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

میں نے ان کو جہنم کے گڑھے میں بد بو کی حالت میں دیکھا۔

جو آج معاشرے کے اندر یہ سمجھتی ہیں کہ ہم نے فیشن کیا، تو ہم نے معاشرے کو چمک دی، اور ہم نے زمانے کو خوشبو دی، نہیں نہیں جو خلاف سنت کام ہے وہ خوشبو نہیں وہ بد بو ہے، ہمارے محبوب علیہ السلام اپنی آنکھوں سے دیکھ کے آئے ہیں۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کا مطلب کیا تھا اگر ہمیں آج پتہ نہ چلتا تو قیامت آجاتی اور آگے حساب یہ ہوتا کہ آگ کی قینچیاں آجاتیں اور وہ گڑھے آجاتے ہم قف

افسوس ملتے کاش کہ دنیا میں پتہ چل جاتا تو ہم ایک دن بھی فیشن کو نہ اپناتے ہم اُس فیشن پر تھوکتے، ہم اُسکو مسترد کرتے، ہم قدموں کے نیچے اس کو روند ڈالتے، یہ کتنا ذلیل اور سوا کرنے والا ہے، یہ اُس وقت افسوس ہوتا لیکن یہ ماہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پہ کرم ہے، آپ نے سب کچھ بیان کرکے ہمیں بتادیا ہے۔

فرمایا میں تو تمہارے لئے مثل والد ہوں، تمہیں یہ بھی بتاتا ہوں کہ تم نے قضائے حاجت میں بیٹھنا ہے تو کس طرح بیٹھنا ہے، سب کچھ میں بتانے آیا ہوں، کوئی چیز بھی تمہارے لئے ایسی چھوڑ کے نہیں جاؤں گا کہ ابھی ضرورت ہو اور میں نے بیان کرنا بند کردیا ہو، فرمایا میری امت اب اس پر عمل کرنا تمہارا کام ہے، میں نے سب کچھ بتادیا اور پھر میں آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا ہوں اور میں دیکھ کے آیا ہوں کہ انداز کیا ہے۔

اگر تم میری سنت کے آئینے میں رہو گے تو اتنا نور ملے گا، فردوس کے بالا خانے ہونگے جنت کا جمعہ بازار ہوگا، جنت دارالسلام کا ماحول ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرا کے بندوں کو یہ پیغام دے رہا ہوگا تم نے دنیا میں میرے لئے اپنے آپ کو پابند کیا تھا، تو آج تمہیں اپنا دیدار کرا رہا ہوں۔

یہ پابندیاں تھوڑی سی ہیں، اس پر جو اجر و ثواب ملنے والا ہے وہ بہت زیادہ ہے، آج دیکھئے کتنے ایسے مقام آگئے، گننے لگیں تو گنتے گنتے ٹائم کتنا گزر جائے، جو آج فیشن کی شکل میں چل رہا ہے۔

اور ماں بیٹے پہ خوش ہے کہ میرا بیٹا نئے نئے انداز روز اپناتا ہے، بعض جگہ تو کچھ سادہ ماں اپنے بیٹوں کے ایسے انداز پر اُن کو خوشی ہے، وہ اُن کو روکتی نہیں بلکہ وہ مسلسل خوش ہو رہی ہیں۔

بھائی بھائی پہ باپ بیٹے پہ حالانکہ فلاح کا مدار یہ ہے اور حقیقی پیار یہ ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی سنت کے رنگ میں نظر آئیں تو اُس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے

اور اگر تھوڑی سی بھی گڑ بڑ نظر آئے تو باپ پر یہ لازم ہے کہ وہ ادب سکھائے ضرور بتائے اور خود بھی پیکر سنت بنا ہوا ہو اور اپنے بیٹوں کو اور اپنے گھر کو اسطرح وہ گہوارہ سنت بنا دے۔

جب تھوڑا سا بھی فیشن آتے دیکھ لے تو اُس فیشن کو بھگا دے اٹھے اپنے گھر سے باہر نکال کے یہ نعرہ لگائے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور نبی علیہ السلام کی رسالت کا کلمہ پڑھا ہوا ہے، جو اُن کو پسند ہو گا وہ میرے گھر میں بات چل سکے گی اور جو انہیں پسند نہیں ہے اُس بات پر میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔

محتشم سامعین حضرات:

خواتین کیلئے یہ بات بھی قابل غور ہے۔

معراج کی شب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ سے گذرے اسکو ابن کثیر نے البدایہ کی جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 652 پر روایت کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاِذَا بِنِسَاءٍ يَنْهَشْ ثَدْيَهُنَّ الْحَيَّاتُ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں اچانک چند عورتوں کے پاس سے گذرا اُن کے پستان پر سانپ ڈس رہے تھے اور اُن کے گوشت کو نوچ رہے تھے پستانوں پر سانپ چمٹے ہوئے تھے۔

قُلْتُ مَا بَالُ هٰؤُلَاءِ

میں نے کہا جبریل ان عورتوں کا کیا جرم ہے۔

کہ اتنے زہریلے جہنم کے سانپ ان عورتوں کے نازک حصے پر چمٹے ہوئے ہیں۔ تو جواب دیا گیا۔

هٰؤُلَاءِ الَّتِي يَمْنَعْنَ اَوْلَادَهُنَّ اَلْبَانَهُنَّ

یہ وہ ہیں جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں۔

(یمنعن اولادھن الباھن) کہا کیا معاملہ ہے، جو ہمارے نبی علیہ السلام نے بیان نہ کیا ہو، اگر کمی ہے تو ہمارے عمل میں ادھر سے تو کوئی کمی نہیں ہے۔

تیری نظر خار زار شب میں گلاب تحریر کر چکی تھی
اجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کر چکی تھی
میرے ذھن کے فلک پر جو سوال چمکے تو میں نے دیکھا
تیرے زمانے کی خاک اُن کے جواب تحریر کر چکی تھی

یہ نیڈو کے ڈبے تو آج پیتے ہیں، مگر نگاہ نبوت نے فیصلے پہلے فرما دیئے تھے محبوب علیہ السلام نے واضح کر دیا اور جو منظر تھا بیان کر دیا، کوئی ماں یہ معمولی نہ سمجھے، اپنا دودھ ہوتے ہوئے اپنی بچی یا بچے کو دودھ نہیں پلایا تو اُس نے کتنا بڑا جرم کیا، میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے سانپ دیکھے وہ ڈس رہے تھے اور امت کو یہ بتا اس لئے دیا کہ میری امت کی کوئی خاتون ایسا کام نہ کرے۔

ورنہ ایسا خمیازہ اُس کو بھگتنا پڑے گا۔

اب کیا اپنے ننھے منھے پھول جیسے بیٹے کا منہ اچھا ہے یا جہنم کے سانپوں کے ڈنگ اچھے ہیں، ان خواتین کیلئے آج یہ مشعل راہ ہے۔

آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مشعل راہ ہے کہ مختلف لوگوں کے تبصرے اور مختلف مغرب زدہ خواتین کی باتیں اور اُن کے چکروں میں ہرگز نہ آئیں جو محبوب علیہ السلام نے بہار عطا فرمائی ہے یہ وہ بہار ہے جو دنیا کی بھی بہار ہے اور عقبیٰ کی بھی بہار ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مردوں سے خطاب

دونوں طرف کی ایک ایک بات سامنے رکھ رہا ہوں اور یہ ہمارا مشترکہ سبق ہے، یہ ہماری روح کا پیغام ہے۔

یہ حدیث طبرانی کی جلد نمبر 11 صفحہ نمبر 123 پر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے۔

قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَاَعفُو اللّحیٰ

اپنی داڑھیاں بڑھاؤ اور اپنی موچھوں کو پست کرو۔

وَلَا تَمشُوا فِی الاَسوَاقِ اِلَّا عَلَیکُمَ الاُزُرُ

بازاروں میں چلتے ہوئے جانگیے پہن کے یا چھوٹے نکر پہن کے نہ نکلو گھٹنے ڈھانپے ہوئے ہونے چاہیں۔

علیکم الازر: بازاروں میں تم یوں چلو کہ یہ گھٹنے چھپے ہوئے ہوں آج کا یہ بھی فیشن ہے، صبح سب سے پہلا ناجائز کام نماز کے ناغے کے بعد یہ کیا جارہا ہے کہ ابھی منہ بھی دھونا ہے، سکوٹر پہ بیٹھ گئے ہیں، کچھا پہنا ہوا ناشتہ لینے جارہے ہیں، جبکہ محبوب علیہ السلام ادھر مدینہ شریف سے دیکھ رہے ہیں، کہ یہ کیسا میرا امتی ہے یہ کیسا عمل ہے اور یہ کیا کررہا ہے۔

فرمایا سن لو۔

میرا طریقہ سامنے رکھو کسی فلمی سٹار کو نہ دیکھو۔

حسن دیکھنا ہے تو میرے دربار سے دیکھو، میں نے تمہارے لئے داڑھی کو زیور بنایا ہے، میں نے تمہارے لئے اسکو حلیۃ قرار دیا ہے۔ یہ حلیۃ المومن ہے، یہ مومن کا زیور ہے اسکو زیور سمجھو، اسکو قتل نہ کرو، اسکو سامنے رکھو، اس سے پیار کرو، اسکو بوجھ نہ سمجھو۔

غیروں کے کہنے پر میری سنت کو ترک نہ کرو۔

میری امت یہ یاد رکھو میں نے فیصلہ دے دیا ہے۔

اِنَّهٗ لَیسَ مِنَّا مَن عَمِلَ بِسُنَّۃِ غَیرِ نَا

جس نے میری سنت پہ عمل نہیں کیا وہ میرا ہے ہی نہیں، میں اُسکو قبول نہیں کرتا، وہ میرا نہیں ہے، جس نے میری سنت پہ عمل نہ کیا۔

مَن عَمِلَ بِسُنَّۃِ غَیرِنَا ہمارے غیر کے طریقے پر چلا، ہمارے دشمن کے

طریقے پر چلا یہودی کے طریقے پہ چلا عیسائی کے طریقے پہ چلا اور وہ غیروں کی با
پہ چلتا رہا۔ محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں
اُس سے بیزاری کا اعلان کر رہا ہوں۔

مسلسل ان لفظوں کے ساتھ فرما دیا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ داڑھی بڑھا
لو اور مونچھیں پست کر لو اور بازاروں میں اس انداز سے نہ چلو کہ گھٹنے ننگے ہوں اور آپ
نے اس کے فوراً بعد یہ فرمایا

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنَّا مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَيْرِنَا

وہ میرا نہ بنے جو میری سنت پہ عمل نہیں کرتا۔

کیوں وہ میرے بارے میں دعوے کرتا ہے، کیوں وہ میرا بن کے اعلان کر
رہا ہے، میرا وہی بن کے اعلان کرے جو میری سنت پہ عمل کرنے والا ہے۔

اور جو عمل کرنیوالا ہوگا اُس کو یہ ضرورت نہیں کہ وہ کہتا رہے کہ وہ میرا ہے بلکہ
میں خود کہوں گا کہ وہ میرا بن چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ (الترغیب والترھیب ۱/۸۰)

جو میری سنت پہ قائم رہے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اگرچہ درجے کا فرق تو پھر بھی ہوگا لیکن اسکو دیدار ہوتا رہے گا۔

اب سرکار نے خود اُس کو اپنا بنا لیا ہے، سنت پہ عمل کرنے کے ساتھ اتنی
سعادتیں مل جائیں گی۔

اگر پیچھے رہیں گے تو کس قدر بدبختی ہے اور کس قدر شقاوت ہے۔

یہ جو دین ہے اس کو اگر ہم نہیں مانیں گے تو اس پر عمل کرنے والی کون سی قوم
آئے گی اس پہ عمل اور کس نے کرنا ہے، اور کون سی قوم پیدا ہوگی۔

یہ ہمارا نصب ہے، یہ ہماری زندگی کی روشنی ہے، یہ ہماری قبر کا نور ہے، یہ

ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے، یہ ہمارے لئے وہ چمکتا ہوا نقش قدم ہے، اسواسطے آج یہ عہد کرنا ہے، جہاں جہاں کمی ہے وہاں توبہ کرتے ہوئے اپنے عمل کو صحیح کرنا چاہیے۔

اس سلسلے میں یہ باتیں یقیناً کڑوی بھی ہیں لیکن مجھے امید ہے اور یقین ہے کہ یہ جو تقویٰ کا موسم بہار ہے اور فہم دین کی برکت ہے۔

اسواسطے اس کو دل ضرور قبول کرے گا، کیونکہ یہ اُس محبوب علیہ السلام کا فرمان ہے جو دلوں میں رہتے ہیں، اُن کا دیا ہوا سوز ہے اُن کی دی ہوئی تڑپ ہے، یہ ہماری ڈیوٹی ہے، ہم اُن کے ایک نوکر ہونے کی حیثیت سے شریعت پر پہرہ دینے کے پابند ہیں۔ اگر ہم نہیں بولیں گے تو ہمیں گونگا شیطان کہا جائے گا۔

یہ وہ منصب ہے جس کو نبھانا بڑا لازم ہے۔

ے میں صورت گل دست صبا کا نہیں محتاج
کرتا ہے میرا جوشِ جنوں میری قبا چاک

کوئی داد دیتا ہے یا نہیں دیتا واہ واہ کرتا ہے یا ہائے ہائے کرتا ہے، ہمیں اُس سے غرض نہیں ہم نے وفا کرنی ہے دربار رسالت کیساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنت کا پیغام امت کو دیا ہے، وہ ہمارے پاس امانت ہے، وہ روح کی غذا ہے، اُس کو پہچانا اور اُس کو پھیلانا یہ امت کے علماء کی اور افراد کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

اسواسطے بلا جھجک اس پیغام کو پہنچانا چاہیے، جب پہنچے گا تو تبدیلی ہوگی ضرور اصلاح ہوگی، یہ چیز ایسی نہیں کہ جس کو ذہن قبول نہ کرے اور باغی بن جائے، نہیں نہیں۔

خدا کی قسم ہے، اس سے ضرور انقلاب برپا ہوتا ہے۔

،ہمارے پاس سینکڑوں مثالیں ایسی ہیں:۔ یہی باتیں مجرموں کو بدلتی ہیں اور انہی سے کانٹے گلاب بنتے ہیں۔

اور انہیں سے ذرے آفتاب بنتے رہے، انہیں کی وجہ سے صبح نور کے اندر چراغاں ہوتا رہا۔

میرے محبوب علیہ السلام کا یہ فرمان آج ہمیں سہارا دے رہا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے

(الترغیب والترھیب، ۱/۸۰)

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِی عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِی فَلَهٗ اَجْرُ مِاَةِ شَهِیْدٍ

آپ نے فرمایا جس نے فساد امت کے وقت میری سنت کے جھنڈے کو بلند کردیا۔خود اس پر عمل کیا اور لوگوں کو اُس پر عمل کی دعوت دی۔

جس نے اُس وقت میری سنت کو زندہ کیا اُس کو سو شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا۔لہٰذا کتنا آسان سا کام ہے۔

اپنے بدن پر سنت کا راج اور اپنے گھر میں سنت کا راج اور اپنے دوستوں میں سنت کا راج اور اپنی بزم میں سنت کا راج اپنے محلے میں سنت کا راج اپنے ملک میں سنت کا راج یہ سوسائٹی میں سنت کا رنگ اس سے اتنی برکتیں آجائیں گی۔

ایک سنت زندہ کروگے تو سو شہید کا ثواب پاجاؤ گے۔

ایک بار شہید ہونا ہی بڑی بات ہوتی ہے، لیکن یہ سنت کا نور ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ جس کی وجہ سے بندے کو اتنی بلندی دیتا ہے کہ ایک ہی عمل پر اُس کو سو شہید کا ثواب عطا فرمادیتا ہے۔

اب میں مشترکہ ذمہ داری کی بات کرتا ہوا گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے۔

کہ پہلی امتوں میں بھی انبیاء آئے تو ان کے کچھ حواریون بنے، انہوں نے عمل کیا بعد میں لوگ آ کے بگڑ گئے، انہوں نے انبیاء کی سنت کو چھوڑ دیا۔

فرمایا میرے صحابہ یہ بات آگے پہنچادو، اگر میری امت پر ایسا وقت آجائے تو اُس وقت جو نیک لوگ ہونگے اُن کا کردار کیا ہونا چاہیے۔

جب لوگ ڈوب رہے ہیں فیشن میں بے حیائی میں عریانی میں فحاشی میں بے

پردگی میں حرام خوری میں حرام کاری میں تو ایسے میں میرے صحابہ کا کردار کیا ہونا چاہیے، کیا اُن کو خاموش ہو کے کسی کونے میں بیٹھ جانا چاہیے یا کچھ کردار ادا کرنا چاہیے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے۔

فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ

جس نے اُن کے ساتھ جہاد کیا۔

(بِيَدِہٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ) جب میری سنت کو مٹا کر فیشن کو بڑھایا جا رہا ہو گا تو اُس وقت جو اپنے ہاتھ سے جہاد کرے گا تو وہ مومن ہے۔

(فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ

جو اپنی زبان سے جہاد کرے گا فھو مومن تو وہ بھی مومن ہے۔

(فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ جو اپنے دل سے اُس فیشن پرستوں سے نفرت کرے گا، تو وہ بھی مومن ہے، اگرچہ پہلا مومن بڑے درجے کا دوسرا اُس سے چھوٹے درجے کا اور تیسرا سب سے چھوٹے درجے کا ہے۔

اس کے بعد میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے۔

وَلَيْسَ وَرَآءَ ذَالِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ

فرمایا اس کے بعد جو شخص نہ ہاتھ سے فیشن کے خلاف جہاد کرتا ہے اور نہ ہی سنت کے تارکین کے خلاف اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے اور نہ ہی اپنے دل سے اُن کو برا سمجھتا ہے اور نہ ہی ملامت کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا: لَيْسَ وَرَآءَ ذَالِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةَ خَرْدَلٍ

اُس بندے کے دل میں جس کو یہ تینوں حالتیں حاصل نہیں ہیں۔

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں رتی بھر بھی اُس کو ایمان حاصل نہیں ہے۔

(لَيْسَ وَرَآءَ ذَالِكَ) تین ہی صورتیں ہیں یا تو ہاتھ سے یا زبان سے پھر دل سے اگر ان میں کچھ بھی نہیں تو پھر وہ مومن کس چیز کا ہے۔

ہماری شریعت کا مذاق اڑایا جا رہا ہو ادھر یہ خاموشی سے بیٹھا ہو ہمیں اُس تقوی کی ضرورت کیا ہے۔

خود سراپا نور بن جانے سے کب بنتا ہے کام
تجھ کو اس ظلمت کدے میں نور پھیلانا بھی ہے
حق نے کر دیں دہری دہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

مومن ہونے پر تین درجات آج آپ نے سن لئے، یہ آپ پر قرض ہے۔ اس کو اتارنا ہے، خود بھی ہم نے سنت کا پیکر بننا ہے۔

نحوست اور فیشن کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

ان تین درجات میں سے اولین حیثیت حاصل کرنی چاہیے۔

یہ ایک درد بھرا پیغام تھا جو میں نے عرض کر دیا۔

اسی بات کو بیان کرتے ہوئے شاعر مشرق کہہ رہے تھے۔

خوب ہے تجھ کو شعار صاحبِ بطحا کا پاس،
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں
جس سے تیرے حلقہء خاتم میں گردوں تھا اسیر
اے سلیماں تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں
غافل اپنے آشیاں کو آکے پھر آباد کر
نغمہء زن ہے طور معنیٰ پے کلیم نکتہ بین

آخر دعونا اَنِ الحمد اللہ رب العٰلمین

☆☆☆

باب نمبر 18

مسئلہ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ازافادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّابَعْدُ   فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوْااللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًارَّحِیْمًا
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْ اعَلَیْہِ وَسَلِّمُوْاتَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اتم برھانہ، واعظم شانہ کی حمد وثنا اور حضور شافع یوم النشور دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں حامی بیکساں ختم الرسل مولا کل احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

نہایت ہی محتشم علماء کرام ارباب فکر ودانش اور معزز حضرات وخواتین رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو اس نورانی ماحول میں ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے اٹھارہویں درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ آپ سب کو اور اُن حضرات کو جو نیٹ پر اس پروگرام کو ملاحظہ کررہے ہیں، سب کو اللہ تعالیٰ قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے اور اس کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع مسئلہ حیات النبی ﷺ ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے محبوب اور تمام کائنات کے تاجدار تمام رسل علیہم السلام کے قائد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی حیات برزخی حسی حقیقی دنیاوی کیساتھ روضہ پاک میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وعدہ الہی کے مطابق آپ پر موت کا لمحہ طاری ہوا لیکن وہ موت ہمیشہ کیلئے برقرار نہ رہ سکی اور دوسرے ہی لمحہ میں آپ کی روح مبارک کو بدن میں لوٹا دیا گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس حیات کی بدولت روضہ پاک میں زندہ ہیں اور اللہ کے دئے ہوئے علم کی وجہ سے امت کے احوال پر مطلع بھی ہیں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح کی حیات دی ہے جس کی وجہ سے وہ دور ونزدیک سے سن بھی لیتے ہیں

اور جو اُن کو سلام کہتا ہے وہ سن کر اس کے سلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں یہ ہمارے ہاں ہرگز تصور نہیں کہ کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس ایک لمحہ موت کا انکار کرتا ہو وہ حقیقت ہے اور قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے۔

لیکن ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ موت ایسی موت نہیں تھی جسطرح کہ دیگر ذی روح افراد پر آتی ہے اور اس کے بعد اسکا تسلط ہو جاتا ہے۔

یہاں موت کی حقیقت کچھ اور تھی اور وہ بھی باقاعدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی چاہت کے مطابق آئی تھی۔ خالق کائنات نے آپ کو باقاعدہ اختیار دیا تھا اور اس اختیار کے مل جانے کے بعد پھر آپ نے اللہ کے پاس جانے کو پسند فرمایا تھا جبکہ دوسرے لوگوں کا معاملہ اس سے برعکس ہے۔

تو ہمیں موت کے اطلاق کے لحاظ سے بھی اور موت کے آنے کے لحاظ سے بھی پھر دوسرے لوگوں میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں واضح طور پر فرق کرنا چاہیے جو کہ عقیدہ کا حصہ ہے۔

بخاری شریف کی حدیث نمبر 3654 میں یہ بات موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں یہ الفاظ بولے تھے

اِنَّ اللّٰہَ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَاعِنْدَہ

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دے دیا ہے دنیا اور اس چیز کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ خالق کائنات نے ایک بندے کو اختیار دے دیا اگر چاہو تو دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بولے تو سارے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین اس پر خاموش بیٹھے تھے لیکن حضرت سیدنا صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دیگر صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم حیران تھے کہ اس میں ایسی کون سی پریشانی کی وجہ ہے کہ جس کا اظہار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ رو کے کر رہے ہیں تو کہنے لگے کہ ہمیں بعد میں اسکا پتہ چلا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمادیا تھا کہ اللہ نے ایک بندے کو اختیار دے دیا ہے تو اُس بندے سے مراد خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تھی اور اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا تھا کہ اگر چاہو تو دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ تو اس اختیار پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پاس جانے کو پسند فرمالیا دیگر لوگوں کا خیال ادھر نہیں جا رہا تھا لیکن جو مزاج شناس نبوت تھے حضرت سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ فوراً اُن کی سوچ پہنچ گئی کہ یہ مسئلہ کیا ہو رہا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کی خبر دے رہے ہیں۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر پتہ چلا کہ دوسرے لوگوں کو اور دوسری ذوات کو موت آتی ہے تو فرشتہ آ رہا ہے اور روح قبض کر لیتا ہے پھر وہ چلا جاتا ہے نہ وہ کسی سے پوچھتا ہے نہ مشورہ کرتا ہے لیکن یہ وہ ذات ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ تمہاری مرضی ہے، چاہو تو دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دیئے ہوئے اختیار پر خود اپنی مرضی کے ساتھ اس بات کا چناؤ کر لیا کہ میں نے کار نبوت مکمل کر دیا پیچھے میرے صحابہ کرام کام چلائیں گے اور پھر آگے ہمیشہ اس امت کے علماء برحق کام کرتے رہیں گے اور میں نے اپنے رب کے پاس جانے کو پسند کر لیا ہے۔ تو پسند اختیار کی تھی تو یہ جو موت کا آنا تھا اسکا بھی دیگر تمام قسم کی اموات سے باقاعدہ طور پر فرق موجود تھا۔ وہ آئی وعدہ الٰہی پورا ہو گیا۔ روح مبارک نکلی اور اس کے بعد کوئی ایسی جگہ نہیں تھی اس بدن سے زیادہ

افضل ہوتی چونکہ جو بھی روح نکلتی ہے اگر اچھی ہے تو اسکو پہلے سے اچھا مقام دیا جاتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے زیادہ مقدس روح کون ہوگی اور جس بدن میں اس نے اتنے سال گذارے ہیں اس سے مقدس کونسی جگہ ہوگی۔

یہاں تک کہ سب علماء کے اتفاق سے عرش عظیم سے بھی بدن نبوی کی عظمت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اس کو زیادہ عظمت عطا فرمائی گئی ہے۔

یہاں تک کہ وہ مٹی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے مس ہوئی تو اُس کی عظمت کو بھی اجاگر کر دیا گیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے وہ روح مبارک جو قبض کی تھی اُس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں واپس لوٹا دیا اس کے بعد وہ جو وعدہ تھا وہ پورا ہوا اور برزخ کا پردہ درمیان میں آ گیا۔

اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارک میں ہیں۔لیکن صحابہ کرام کے لحاظ سے پردہ موجود تھا چونکہ اُن کے لحاظ سے وصال کے سارے تقاضے مکمل ہو چکے تھے لہذا اُن پر لازم تھا کہ وہ قبر کی بھی تیاری کرتے اور مرحلہ تکفین و تدفین کے اندر بھی شریک ہوتے۔

جس طرح خالق کائنات جل جلالہ نے شہدا کو واضح طور پر احیاء کہا ہے۔

زندہ کہا ہے۔

وَلَا تَقُولُو لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآء

جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائیں تو ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں

لیکن اسکے باوجود وہاں انکار نہیں کیا گیا کہ جب وہ زندہ ہیں تو ہم اُن کا جنازہ کیوں پڑھیں ان کو ہم دفن کیوں کریں زندہ ہونے کے باوجود یہ سارے کام کیے گئے تو ایسے ہی یہ بھی صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی ڈیوٹی تھی کہ وہ اس کام میں ضرور شرکت کریں۔

یہ میں وضاحت اس لئے کر رہا ہوں کہ کچھ لوگ محض اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ پھر صحابہ نے معاذ اللہ زندہ نبی کو دفن کیا؟ انہوں نے ایسا کیوں کیا ایسا کر کے انہوں نے کتنی بڑی بے ادبی کی؟ یہ ہرگز ایسا نہیں تھا وہاں چونکہ برزخ کا پردہ درمیان میں آچکا تھا اس کے لحاظ سے صحابہ کرام پر یہی لازم تھا اور انہوں نے ادب کے سارے تقاضے پورے کئے اور اپنی ڈیوٹی مکمل کی لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کو ایک لحہ کے بعد آپ کے بدن میں لوٹا دیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو شہدا کرام کی حیات سے کہیں زیادہ عظمتیں عطا فرمائی ہیں۔ جس کو شریعت مطہرہ میں اور قرآن وسنت میں تفصیل کے ساتھ جو آپ کی حیات کی شہدا کرام کی حیات پر فوقیت ہے اس کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

ان مختصر سی تمہید کے بعد یہ بات اب ذہن میں رکھیں کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کے ایک لحہ کے آنے کا انکار کرتا ہو یقیناً حیؔ قیوم صرف ایک ذات ہے اور حیؔ لا یمُوت صرف ایک ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ وہ ہیں جن کو اللہ نے پیدا کیا اور موت کا جو لحہ تھا وہ اپنے اختیار سے پسند کیا۔ وہ موت آئی اس کے بعد برقرار نہیں رہ سکی خالق کائنات جل جلالہ نے روح کو واپس لوٹا دیا ہے اور اب وہ زندہ ہیں اور یہ وہ زندہ ہیں جو حیؔ یمُوت ہیں۔ یہ محبوب علیہ السلام حی بھی ہیں اور موت کا ذائقہ چکھا بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جو حی لایموت ہے نہ اس پر موت آسکتی ہے اور نہ ہی کبھی آئی ہے اور نہ ہی کبھی آئی گی وہ ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا قرآن مجید برہان رشید میں فرمان ہے۔

سورۃ النسآء کی آیت نمبر ۶۴ ہے۔

رب ذوالجلال فرماتا ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

اے میرے محبوب علیہ السلام جب وہ اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمہارے حضور حاضر ہو جائیں۔ جَآءُوْكَ

تمہارے پاس آجائیں۔ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

وہاں آپ کے پاس آ کر اللہ سے اپنی گناہوں کی معافی مانگیں۔

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

اور رسول بھی اُن کیلئے سفارشی بن جائیں۔

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

تو وہ گنہگار اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا پالیں گے اور بہت مہربان پالیں گے۔

خالق کائنات جل جلالہ کا یہ قرآن اور یہ فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حیثیت کو واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اگرچہ ہر جگہ ہے لیکن جب جاوک کے تقاضے پورے ہوں گے تو پھر لوجدوا اللہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پالیں گے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے پکارنے والے کی پکار کو سن لیتا ہے لیکن فرمایا جب اُن کو ایسی مشکل آ گئی کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو اب معافی چاہتے ہیں تو اُن کو آپ کے پاس آنا ہوگا آپ کے پاس جب وہ آئیں گے تو اس کی بنیاد پر وہ معافی مانگیں گے اور آپ اُن کی سفارش کر دیں گے اور اس سفارش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں لگائی گئی کہ آپ نے فلاں امتی کی سفارش تو کرنی ہے لیکن فلاں کی نہیں کرنی یہ بھی کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ سفارشی

بلا اذن کا مطلب یہ ہے کہ جو نام اللہ نے لیا ہے اُسی کی سفارش کرنی ہے باقی کی نہیں کرنی۔

اذن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذن عام دے دیا کہ جس کی بھی چاہتے ہو اُس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو آپ اُس کی سفارش فرما سکتے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفارش فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُس کو قبول کر لیتا ہوں اور جو گنہگار دعا کیلئے پہنچتا ہے اُس کی دعا قبول کرتا ہوا اُس کیلئے توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بھی تھا اور آج بھی موجود ہے اُس وقت اگر کسی سے ایسا ہو جاتا تھا تو وہ پہنچتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے دکھ کا درماں فرما دیتے اور بعد میں آج بھی اگر کسی کے پاس ایسے اسباب ہیں تو وہ وہاں چلا جائے اور اگر ایسا نہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کے ساتھ امتی کا ایسا تعلق ہے کہ یہ جہاں بیٹھا ہوا اُن پر صلوۃ وسلام پڑھتا ہے۔ وہ اُس پورے ماحول کو زیر توجہ کر لیتے ہیں۔ یہ جس وقت اپنی درخواست کو پیش کرتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حیات کیساتھ اس امتی کی سفارش فرما دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُس بندے کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اس سلسلے میں دیگر حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 1 اور صفحہ نمبر 532 پر یہ حقیقت موجود ہے اور بالخصوص اس لئے اسکا حوالہ دے رہا ہوں کہ منکر حیات اس شخص کو اپنا امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

امام حافظ ابن کثیر نے یہ روایت کیا کہ امام عتبی کہتے ہیں

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صدیوں بعد میں روضہ پاک پہ بیٹھا ہوا تھا۔ جاء اعرابی

ایک دیہاتی آ گیا، ایک بدو آیا

فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اُس نے آ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا جو کہ پوری امت کا مزاج تھا اور ہے کہ وہ ایسے نہیں کہ معاذ اللہ مٹی میں مل گئے ہوں جو آتا ہے بولتا ہے اس کی سنتے ہیں اور سن کے جواب بھی دیتے ہیں اور مدد بھی فرماتے ہیں۔

جب اُس شخص نے السلام علیک یا رسول اللہ کہا

امام عتبی بیٹھے ہیں اور یہ سب کچھ سن رہے ہیں تو اس شخص نے جو دیہاتی تھا سادہ تھا لیکن انداز اسکا بڑا عجیب تھا اور مبنی بر حقیقت تھا کہنے لگا۔

سَمِعْتُ اللّٰہَ یَقُوْلُ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا.

میں نے اللہ کا یہ کلام سنا کہ جب تم جانوں پہ ظلم کر بیٹھو تو ان کے پاس آ جاؤ اور وہاں آ کر اپنی بات بیان کر دو وہاں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو یہ سفارش کریں گے تمہارا کام بن جائے گا۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد وہ شخص کہتا ہے۔

قَدْ جِئْتُکَ مُسْتَغْفِرًا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور خود نہیں آیا آیت کا حوالہ دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں پہنچ جایا کرو۔

میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِیْ

اس حال میں کہ میں اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اللہ سے بخشش چاہتا ہے۔ مُسْتَشْفِعًا بِکَ

اور اس حال میں پہنچا ہوں کہ آپ سے سفارش بھی کروانا چاہتا ہوں۔

مُسْتَشْفِعًا بِکَ

اس میں ک ضمیر خطاب ہے یعنی سرکار کو اپنے سامنے موجود سمجھتے ہوئے کہا مستشفعًا بک میں آپ کی سفارش چاہتا ہوں کہ آپ بھی میری سفارش فرمادیں تا کہ خالق کائنات جل جلالہ میرے لئے درِ توبہ کھول دے اور رحمتوں کا نزول ہو جائے۔

یہ کہنے کے بعد اُس نے بڑی محبت سے یہ اشعار پڑھے جو آج بھی روضہ مبارک کے ستون کی جالی پر لکھے ہوئے ہیں، اگرچہ ظالموں نے بہت کچھ مٹا دیا لیکن یہ اشعار ابھی تک وہاں لکھے ہوئے ہیں۔ جو اُس وقت امام عتبی سن رہے تھے اور دیہاتی مومن اشعار پڑھ رہا تھا کہتا ہے۔

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهٗ

فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ

فِيْهِ الْعِفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے لوگ بھی اس زمین میں دفن ہوئے آپ ان سب کے سردار ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔

قاع اُس زمین کو کہتے ہیں جو پہاڑوں سے تھوڑی سی ہٹ کے ہو اور وادی کے اندر آئی ہوئی ہو اور وہ اونچی پہاڑی نہ ہو تو آپ اس زمین کے اندر آرام فرما ہیں۔ آپ کا بدن مبارک یہاں پر موجود ہے۔

فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

آپ کے بدن کی خوشبو سے آپ کے اعضاء کی خوشبو سے یہ زمین بھی خوشبودار ہو گئی ہے اور جو دور دور تک پہاڑیاں اور ٹیلے ہیں سب سے خوشبو آ رہی ہے اس جگہ جو اُس کا انداز ہے وہ بھی بڑا نرالہ ہے۔

یا خَیرَ مَنْ یہ بھی لوگوں کو جو لفظ یا پر اعتراض ہوتا ہے کہ بعد از وصال یہ نہیں بولنا چاہیے پہلے بھی اُس نے آ کے یا رسول اللہ کہا اور پھر یا خیر من دُفِنَتْ جتنے بھی اس مرحلہ تدفین میں پہنچے جتنے بھی اس جگہ دفن ہوئے اُن سب میں سے آپ بہتر ہیں میں آپ کو خطاب کر رہا ہوں۔ اور فرمانے لگا

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ وَاَنْتَ سَاکِنُہٗ

میری جان اس قبر پہ فدا ہو جائے جس میں آپ موجود ہیں آپ کی ذات تو ذات رہی لیکن میرے محبوب علیہ السلام

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ وَاَنْتَ سَاکِنُہٗ

کتنا ادب ہے کہ جس قبر میں آپ محو آرام ہیں جس جگہ آپ آرام فرما رہے ہے۔ میری جان بھی اس جگہ پہ فدا ہو جائے۔

فِیْہِ الْعِفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَم

یہ قبر جس میں آپ تشریف فرما ہیں اس میں پاکدامنی ہے۔ اس میں کائنات کا جود آرام فرما ہے اور اس کے اندر کائنات کا کرم موجزن ہے اُس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو جود عفاف اور کرم کے ساتھ تعبیر کر رہا ہے کہ یہ عام نہیں جس طرح کوئی مردہ کسی قبر کے اندر پڑا ہو یہ قبر تو کائنات میں سب سے بڑا مرکز برکت ہے اور مرکز عطا ہے۔

فِیْہِ الْعِفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَم

زمانے بھر میں کہیں سے بھی اتنا نہیں ملتا جتنا یہاں سے ملتا ہے۔ فیہ الجو د یہاں پر جود وسخا ہے اور یہاں پر عفاف اور تقدس ہے والکرم اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کے کرم کے مناظر نظر آ رہے ہیں۔

جس قبر کے اندر اے محبوب علیہ السلام آپ تشریف فرما ہیں۔

امام عتبی کہتے ہیں وہ دیہاتی یہ اشعار پڑھ کے رخصت ہو گیا میں وہاں بیٹھا تھا کہتے ہیں۔ اسی دوران

غَلَبَتْنِیْ عَیْنِیْ

مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا میری آنکھیں فوراً بند ہو گئیں، میں جب نیند میں پہنچا تو

رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا وہاں بیٹھے بیٹھے ابھی وہ دیہاتی گیا ہی تھا کہ اُس کی برکت کی وجہ سے میرا بھی کام بن گیا میں نے جب آنکھیں بند کیں مجھ پر نیند طاری ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ فرمانے لگے۔

یَاعَتَبِیِ اَلْحِقِ الْاَعْرَابِیَّ

اے عتبی میرا وہ امتی جو ابھی درخواست پیش کر کے گیا ہے تم اُس کے پیچھے جاؤ اُس کو جا کر فَبَشِّرْہُ یہ خوشخبری سنا دو۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لَہٗ
اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف فرما رہا ہے۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صدیوں بعد کی بات ہے۔
ایمان ہو تو ایسا ہو اور ایمان جب ایسا ہے تو کام بھی ایسا ہی بن جاتا ہے وہ سادہ انسان آ کے جھگڑ پڑا اللہ نے فرمایا تھا۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ
اب میں آ گیا ہوں اور میں اسی عقیدے سے آیا ہوں کہ آپ میری سفارش کریں گے اب میں بول رہا ہوں میری سن لو اور میری سفارش کر دو اور کس خوبصورت انداز میں اُس نے اشعار پڑھے جو آج بھی امت کے تسلسل میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

اور جس وقت بات ہوئی ہے زیادہ دیر نہیں لگی وہ فارغ ہوئے ہیں اب کام تھا کہ حضور علیہ السلام سنتے سمجھتے پھر دربار میں سفارش کرتے پھر اللہ تعالیٰ معاف کرتا

اور پھر اس امتی کا کام بن جاتا۔

چند لمحوں میں یہ سارے مراحل پورے ہو گئے ہیں محبوب علیہ السلام نے سن بھی لیا اور سمجھ بھی لیا ہے اسکا مقصد کیا ہے یہ جان بھی لیا ہے اور پھر اللہ سے رابطہ بھی کر لیا ہے اور اللہ سے بخشوا بھی لیا ہے اور پھر یہ خوشخبری سنوا بھی دی ہے کہ جاؤ اس کو کہہ دو کہ صرف یہ نہ سمجھنا کہ ابھی تمہاری درخواست پیش ہوئی ہے بلکہ اس درخواست پر اللہ نے جواب دیا ہے کہ میں اس کی بھی خبر دے رہا ہوں کہ میں نے درخواست کر دی ہے اور میرے رب نے تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ظاہری حیات جو بعد از وصال ہے یہ ہمارے نزدیک حسی ہے حقیقی ہے اور دنیاوی ہے اور یہ حیات شہداء کی حیثیت سے کہیں بالاتر ہے۔ شہدا کو ایسی حیات نہیں ملتی۔ جس طرح کہ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے اور یہ واضح ہے کہ جب شہدا کو آپ کے صدقے ملی ہے تو ان کی حیات کی حیثیت اور ہے ہمارے محبوب علیہ السلام کی حیات کی حیثیت اس سے بالکل مختلف ہے۔

اس واسطے حضرت شیخ عبدالحق مدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت لکھا جواب یہ اختلاف کی بات چلی ہے اُس وقت کوئی اسکا وجود نہیں ملتا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت اپنی کتاب سفر السعادات کے اندر اس بات کو تحریر کر دیا۔

سفر السعادات کے صفحہ نمبر 172 پر لکھتے ہیں۔

(کہ حیات انبیاء علیہم السلام بحیات حسی دنیاوی موصوف اند)

حسی کا مطلب یہ ہے کہ یوں نہیں کہ حیات ہے لیکن اُن کے بدن کو پتہ ہی نہیں کہ میں زندہ ہوں یا میں مردہ ہوں۔ حیات حسی ہے جو انہیں خود محسوس ہوتی ہے اور

کوئی کشف والا ہوتو اسے بھی محسوس ہو جاتی ہے اور بعض لوگوں کو وہ خود محسوس کروا دیتے ہیں یہ حیات حسی ہے۔

اور آپ کی حیات دینوی ہے۔اسکا مطلب یہ ہے کہ جو دنیا میں آثار مرتب ہوتے ہیں وہ سرکار کی حیات پر اور انبیاء علیھم السلام کی حیات پر بھی مرتب ہوتے ہیں کوئی بلائے اس کی بات کو سن لینا سمجھ لینا قبر میں نماز پڑھ لینا اور قبر میں اللہ کا دیا ہوا رزق کھالینا قبر کے اندر رہتے ہوئے حالات پر مطلع رہنا، قبر کے اندر رہتے ہوئے امت کے حالات سے واقف ہونا اور جو سلام کرے اُس کے سلام کا جواب دینا اور جو مدد چاہے اللہ کے اذن سے اُس کی مدد کر دینا۔ یہ حیات حسی اور دنیوی کا مطلب ہے۔

موصوف اندبالاتر از حیات شهداء

یہ انبیاء علیھم السلام کی جو حیات ہے یہ حیات شہدا سے کہیں زیادہ اونچی ہے

کہ ایں حیات معنوی اخروی است

کہ شہداء کی جو حیات ہے وہ معنوی ہے وہ حسی نہیں اور ان کی حیات اُخروی ہے وہ دنیوی نہیں اور انبیاء علیھم السلام کی حیات حسی ہے اور حقیقی ہے اور دنیوی ہے اسی وجہ سے ہی تو خالق کائنات نے حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیھم السلام کا جب وصال ہوجاتا ہے تو اُن کی زوجہ سے کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ کسی حال میں بھی نہیں ہوسکتا۔ اسواسطے کہ جن کے شوہر زندہ ہوں اُن سے آگے کسطرح نکاح ہو سکتے ہیں۔ لیکن شہدا جس کے بارے میں قرآن بل احیاء کہہ رہا ہے وہ زندہ ہیں لیکن پھر بھی ایسی زندگی نہیں جیسی انبیاء کی زندگی ہو۔ اسواسطے شہداء کی وفات کے بعد اُن کی ازواج کا آگے نکاح ہوسکتا ہے لیکن انبیاء علیھم السلام کو اللہ نے ایسی زندگی عطا کر رکھی ہے کہ جو شہداء کرام کی حیات سے اتنی بالاتر ہے کہ ان کے عقد میں جو ازواج

آ.گئی ہیں وہ ان کے وصال کے بعد کسی اور کے عقد میں نہیں جاسکتیں۔تو کتنی سوچنے کی بات ہے کہ قرآن نے جن کو بل احیاء کہا اُن کی حیات تو بندے تسلیم کرلیں۔لیکن جن کے صدقے میں اُن کو حیات ملی ہے اُن کی حیات کا انکار کردیں۔حیات شہداء ایک طے شدہ حقیقت ہے۔حیات انبیاء اس سے بڑی حقیقیت ہے اور اتنی بڑی حقیقت ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس وقت لکھا۔

دریں مسئلہ ہیچ کس رااز علماء امت خلاف نیست

حیات انبیاء کے بارے میں پوری امت میں سے ایک عالم دین کا بھی اختلاف نہیں ہے۔دسویں صدی ہجری کے اندرانہوں نے اس بات کا اعلان کیا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دسویں صدی ہجری کے بعد اپنی اس حقیقت کو کہ امت اس وقت تک جس عقیدے پر موجود تھی بیان اور واضح کردیا کہ امت میں سے کوئی انسان بھی نہیں ہے جو قابل ذکر ہو اور اُس نے انکار کیا ہو یہ بعد کی پیداوار ہے جو کچھ لوگوں نے اپنے اختلافات بنائے اور اس قطعی عقیدے کے خلاف بھی بولنا شروع کردیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ السلام کی حیات مبارکہ امت کا اتفاقی مسئلہ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بھی امت اس عقیدے کی لطافت کو محسوس کرتی ہے اس واسطے بچے بچے سے پوچھ لو

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کا مطلب کیا ہے تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو یہ کہے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے نہیں نہیں بلکہ بچہ بچہ بولے گا کہ اللہ کے رسول ہیں۔تو جب اُن کی رسالت کے ڈنکے بج رہے ہیں تو اُن کی حیات کے بھی ڈنکے بج رہے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات

اس سلسلے میں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تشریحات فرمادی ہیں کہ اب مزید کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی اور شک کا کوئی پہلو بھی باقی نہیں رہا

سنن ابوداؤد شریف کی حدیث نمبر 1047

باب فضل يوم الجمة و ليلة الجمعة

یہی حدیث شریف ابن ماجہ میں حدیث نمبر 1636 ہے۔

اور یہی حدیث نسائی شریف میں موجود ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ

میری امت تمہارے افضل دنوں میں سے ایک افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اور بھی افضل ہیں لیکن ان میں سے ایک افضل دن جمعہ کا دن ہے اس دن کی فضیلت کی تاریخ کیا ہے فرمایافِیْهِ خُلِقَ آدَمُ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا یوم میلاد ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ وَفِیْهِ قُبِضَ

اور اسی دن آپ کا وصال بھی ہوا۔ وَفِیْهِ النَّفْخَةُ وَفِیْهِ الصَّعِقَةُ

اسی کے اندر صور پھونکا جائے گا جب قیامت برپا ہوگی اور اسی دن لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔ اس دن کی یہ حیثیت بیان کرتے ہوئے میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے جب یہ ماضی اور مستقبل کے لحاظ سے اتنا تاریخی دن ہے تو میری امت مجھے بھول نہ جانا۔

اَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِیْهِ

اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھنا۔ اب اس بات کو بھی ذہن میں رکھو کہ مقصود کیا ہے کہ قیامت اسی دن میں ہے تو یہ دن سخت ترین ہوگا تو اس میں وہ کام

کرلو جس کی برکت سے سختی ٹل جائے اور اُس دن حشر کی ہولناکیاں ہیں اُس دن کہا جائے گا پہلے ان کا اس دن یہی معمول ہوتا تھا جب درود وسلام کے سائے تلے بیٹھے تھے۔ اگر چہ آج قیامت ہے مگران کا آج وہ اعزاز برقرار ہونا چاہیے۔

قیامت کے دن کا تعارف کروا کے فرمایا پھر جب یہ بات ہے کہ اسی دن قیامت آئے گی تو میری امت مجھ پر کثرت سے درود پڑھنا اور یہ بات بھی ضمناً عرض کردوں کہ جمعہ کو ہماری عید کہا گیا۔

اَلْجُمُعَةُ عِیْدٌ لِلْمُسْلِمِیْنَ

جمعہ مسلمانوں کیلئے عید کا دن ہے۔ لیکن یہ ایک پیغمبر علیہ السلام کا یوم وصال بھی ہے تو پتہ چلا کہ اگر انبیاء علیھم السلام کے ولادت کے دن اگر وصال ہو جائے تو اُس دن کا عید ہونا پھر بھی ختم نہیں ہوتا۔ وہ پھر بھی عید ہوتا ہے، جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام جمعہ کو ہی پیدا ہوئے اور جمعہ کے دن وصال ہو گیا لیکن پھر بھی ہمیں کہا جا رہا ہے کہ یہ جمعہ تمہاری عید ہے۔ اسواسطے کہ جو ولادت سے نور آیا تھا وہ وصال کی وجہ سے ختم نہیں ہو گیا پھر بھی باقی ہے اور ایسے ہی ہمارے محبوب علیہ السلام کی آمد اور تمام مسئلہ ہے اسکو زیر غور کر لیجئے۔ اب اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں اس دن مجھ پر کثرت سے دورد پڑھنا۔ کیوں فرمایا۔

فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ

اس واسطے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں تمہارا درود سنتا رہوں گا تم پڑھتے رہو گے۔ فَاَکْثِرُوْا

مجھ پر زیادہ درود پڑھنا۔ یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا کوئی درود سن نہیں رہا اور پہنچ نہیں رہا۔ تمہارا درود پہنچے گا اور میں سنوں گا۔

قالوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال پوچھ کے ہماری الجھن کو دور کر دیا۔ کہنے لگے یا رسول اللہ علیہ وسلم

کَیۡفَ تُعۡرِضُ عَلَیۡکَ صَلٰوتُنَا وَقَدۡ اَرَمۡتَ

ابھی تو ہم حاضر خدمت میں ہیں درود پڑھتے ہیں لیکن ایک وقت وہ بھی آجائے گا جب وعدہ الٰہی پورا ہوگا ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ آپ اپنے روضہ پاک میں تشریف لے جائیں گے۔ تو پھر ہم کیسے درود پڑھیں گے۔

اب تو ہم سامنے بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور آپ سنتے ہیں اور آپ تو درود پڑھنے کا حکم قیامت تک کی ساری امت کو دے رہے ہیں۔ تو جب آپ کا وصال ہو جائے گا موت آجائے گی وقد اَرَمۡتَ کا معنیٰ ہے کہ جب آپ بوسیدہ ہو جائیں گے تو پھر کیا ہوگا تو پھر کس کو ہم درود سنائیں گے۔ کون درود سنے گا۔ کس کو درود پڑھیں گے اور کس عقیدہ سے ہم درود پڑھیں گے جب یہ سوال کیا گیا تو میرے محبوب علیہ السلام کی مقدس زبان سے یہ لفظ نکلے جس نے قیامت تک کے عاشقوں کو سکون کے پیالے پلا دیئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الۡاَرۡضِ اَنۡ تَاۡکُلَ اَجۡسَادَ الۡاَنۡبِیَاءِ

میرے صحابہ موت کی باتیں کیا کرتے ہو اور بوسیدہ ہونا یا پرانا ہونا اس کا تمہارے نزدیک کیا تصور ہے۔ وہ اور ہیں جو مرتے ہیں مر جاتے ہیں۔ سن لو بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر رکھا ہے وہ کسی بھی پیغمبر کو چھیڑ نہیں سکتی جسم کو کھا نہیں سکتی۔ اللہ کے نبی کا جسم قبر میں بھی سلامت ہوتا ہے۔ اب سوال اور جواب کی مناسبت سنیئے۔

سوال یہ نہیں تھا کہ جسم سلامت رہے گا یا نہیں رہے گا اور محض ایک تھوڑا سا تصور پیش کیا گیا تھا۔ اصل مسئلہ تھا درود پہنچنے کا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات کی جلد نمبر 1 کے اندر اسکی

وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ حیات سے اتنا واضح طور پر کنایہ ہے
کہ بدن پڑا ہوا اور اس میں کوئی حیات نہ ہو اور احساس نہ ہو تو پھر صلوۃ پڑھنے کا فائدہ
کیا ہوگا اور سوال کے جواب کی حیثیت کیا ہوگی یہ کنایہ ہے کہ اصل میں حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کا یہ لفظ بولنا کہ ہمارے جسم محفوظ رہیں گے۔ اس میں یہ اعلان تھا کہ
ہماری حیات برقرار رہے گی جو تم پڑھتے رہو گے ہم اُس کو سنتے رہیں گے۔

آپ نے واضح طور پر فرما دیا۔

حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ

اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ پیغمبر کے جسم کو کھائے۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے
اگلی حدیث میں یہ لفظ تفصیل سے آجائیں گے لیکن یہاں پر یہ فرمایا کہ زمین پر اجساد انبیاء
کو حرام کر دیا گیا تو کہاں تک ان لوگوں کو سوچ جو بیان توحید میں یہاں تک گذر جاتے
ہیں کہ جب تک معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ لفظ نہ بول دیں کہ وہ
مٹی میں مل گئے اور ساتھ اردگرد کی باتیں نہ کریں تو ان کو چین نہیں آتا۔ جبکہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان تو اس حقیقت کو قیامت تک کیلئے واضح کر رہی ہے فرمایا صرف
میرا ہی نہیں مجھ سے پہلے تمام انبیاء علیھم السلام کے اجسام اور میرا جسم قبور کے اندر محفوظ
رہیں گے اور اللہ تعالیٰ سب کو حیات عطا فرماتا ہے۔

اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تھا کہ تمہارا درود مجھ پر پیش
کیا جاتا ہے۔ یہ بہت بڑی عظمت ہے لیکن جو لوگ درپے ہی اس کے ہیں کہ ہم نے کوئی
رخنہ تلاش کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں درود پیش تو کیا جاتا ہے لیکن خود نہیں پہنچتا اور خود نہیں سنتے
کوئی سناتا ہے تو پھر سنتے ہیں، وہاں فرشتے جا کے پیش کرتے ہیں تو سن لیتے ہیں۔ اگرچہ
یہ بات بھی ہمارے ہی عقیدہ کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علی وسلم مر کے مٹی میں مل گئے
ہوتے پھر تو جا کر ہزار فرشتے بھی آوازیں دیتے رہتے تو کون اُن کی آواز کو سنتا۔

سرکار اُس کو سنتے ہیں تو فرشتے وہاں جا کے پہنچاتے ہیں تو پتہ چلا کہ آپ سننے کے قابل ہیں اور اس طرح کوئی بھی نہیں سنتا جس طرح کہ وہ سنتے ہیں اور اس قدر چمک قبر مبارک میں موجود ہے۔فرشتوں کا پیش کیا ہوا درود سنتے ہیں اور یہ معروضۃ کے الفاظ اس واسطے ہیں کہ یہاں سے کوئی بولے گا تو آپ کے کان سن نہیں سکیں گے جو فرش پہ بیٹھ کے آسمان کی آوازیں سن لیتے ہیں وہ یہاں سے وہاں تک سنتے ہیں اصل میں یہ ادب اور احترام ہے۔کس کا؟

ایک تو درود شریف کا دوسرا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا کہ یہ ادب سے پیش ہونا چاہیے فرشتے نور کی پلیٹوں میں رکھتے ہیں اور جا کے پیش کر دیتے ہیں۔اس سے تو یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس دربار کا ادب اتنا زیادہ ہے کہ انہیں خود تکلف نہ کرنا پڑے اُن کے دربار میں پیش کیا جا رہا ہے جیسے درجنوں احادیث میں ہے کہ کس وقت کوئی سبحان اللہ کہتا ہے الحمد اللہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے فرشتے نور کی پلیٹوں میں رکھتے ہیں اور اللہ کے دربار میں جا کے پیش کر دیتے ہیں تو کیا کوئی یہ کہے گا کہ اللہ کو ویسے سنائی نہیں دے رہا تھا فرشتے لے گئے ہیں تو پھر پتہ چلا نہیں نہیں جیسے وہاں یہ بات نہیں ایسے ہی اللہ کے فضل سے یہاں بھی یہ بات نہیں ہے۔ہر جگہ سے خود بھی سن لیتے ہیں لیکن ادب یہ ہے کہ فرشتے دربار میں پیش کر دیتے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات حضور اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جس کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور یہ حدیث شریف ''ابن ماجہ'' کے ''باب ذکر وفاتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے اندر ہے اور حدیث کا نمبر 1637 ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اس کی روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ يَوْمٌ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ

اب اس حدیث شریف کا مضمون پہلی حدیث سے مختلف ہے آگے جا کے سوال ایک طرح کا ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو کیوں؟ فرمایا یہ دن یوم مشہود ہے، مشہود شہادت سے بنا ہے کہ اس دن گواہی دینے والے تمہارے بارے میں گواہی وصول کرنے کیلئے آتے ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی بارگاہ میں جا کے گواہی دینی ہوتی ہے۔ وہ آ کے دیکھتے ہیں کہ تم کیا کر رہے ہو، وہ کون ہیں۔ فرمایا

تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ

اس دن فرشتوں کی خصوصی ڈیوٹی ہوتی ہے جاؤ اور زمین پر جا کے دیکھو کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں اور یہ بھی اللہ نے نظام بنا رکھا ہے جانتا تو ویسے بھی ہے لیکن وہ فرشتوں کو بھیجتا ہے۔

ہمارے محبوب علیہ السلام فرما رہے ہیں میری امت اس دن درود کثرت سے پڑھو کیونکہ فرشتے آئیں گے اور جب تم مجھ پر درود پڑھ رہے ہو گے تو حاضری اچھی لگ جائے گی۔ یہ علت بیان کر دی کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھو یہ نہیں فرمایا کہ میں کوئی تمہارا محتاج ہوں فرمایا نہیں فائدہ تمہارا ہے۔

اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

کثرت سے تم مجھ پر درود پڑھو کیوں لانہ مشھو دٌ یہ یوم مشہود ہے۔

تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ

فرشتے آ کے مشاہدہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں پھر جا کے اللہ کے دربار میں تمہاری کاروائی بیان کرتے ہیں جب وہ آئیں گے تم درود و سلام پڑھ رہے ہو گے رب کے دربار میں جا کے کہہ دیں گے اور ساتھ تمہارے ہفتے بھر کا کیا ہوا بھی پیش ہو گا ہر ایک کارجسٹر اللہ کے دربار میں سامنے ہو گا، چونکہ ایک روزانہ کا حساب ہے اور ایک ہفت روزہ ہے۔ ماہانہ ہے اور

سالانہ ہے تو جب ہفتے بھر کے تمہارے اعمال اللہ کے دربار میں سامنے ہونگے ہوسکتا ہے کہ کتنی کجی اُس میں ہوگی،ہوسکتا ہے کتنی خطائیں ہوں،ہوسکتا ہے کتنی قابل گرفت باتیں ہوں۔لیکن جب ساتھ یہ بھی پہنچے گا کہ آج یااللہ جب ہم آئے تھے تو وہ درود پڑھ رہا تھا اور جب گئے تھے تو پھر بھی وہ درود پڑھ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوی امید ہے کہ وہ ہفتے بھر کے گناہوں کو اسی صدقے میں معاف فرمادے کہ فرشتو ٹھیک ہے ہفتہ بھر تو اس سے ایسا ہوتا رہالیکن تم خود گواہی دے رہے کہ وہ درود پڑھ رہا تھا اور میرے محبوب علیہ السلام کو یاد کر رہا تھا۔تو ان حکمتوں کے پیش نظر اور ان کے علاوہ بھی درجنوں حکمتیں موجود ہیں میرے محبوب علیہ السلام نے فرمادیا۔ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کہ اس دن فرشتے تمہیں دیکھنے کیلئے آتے ہیں اور اُن کو تم تب اچھے لگو گے جب تم میرے ساتھ محبت کر رہے ہو گے۔درود پڑھتے رہنا تاکہ فرشتے تمہیں دیکھ کر خوش ہو جائیں اور اللہ کے دربار میں تمہاری اچھی حاضری لگوادیں۔اس کے ساتھ آپ نے ایک اور جملہ ارشاد فرمادیا اور یہ بھی قیامت تک کے غلاموں کیلئے بہت بڑا سندیسہ ہے۔فرمایا

اِن احدًالَن یُّصلِّیَ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلوٰتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا

فرمایا کہ کوئی بھی تم میں جب درود پڑھے گا آج یا کل قیامت سے ایک صدی پہلے یا قیامت تک جب بھی یہاں بیٹھا ہوا یا دور کہیں جدھر سے بھی سلام پڑھے گا وہ سلام مجھ پہ پیش ہوگا تو کیا ہوگا میں سنوں گا کتنا سنوں گا فرمایا۔

حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا

اُس وقت تک سنوں گا جس وقت تک وہ سنائے گا،میں تھکوں گا نہیں میں تھکاوٹ کا اظہار نہیں کروں گا کہ یہ امتی مجھے آرام ہی نہیں کرنے دیتے بار بار سلام کہہ رہے ہیں اور بار بار صلوۃ کہہ رہے ہیں مجھے بار بار توجہ کرنا پڑتی ہے۔فرمایا نہیں نہیں ایسی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت ہے،اگر کروڑ بلائیں گے تو میں کروڑ کا سنوں گا۔

اگر ارب بلائیں گے تو میں ان سب کا سنوں گا۔کوئی بھی پڑھتا جائے گا میں سنتا جاؤں گا اور یہ میں نے اپنی محبت کا اظہار کر دیا ہے۔کوئی بھی اس طرح نہ پڑھے اس لہجے میں نہ پڑھے اس عقیدے سے نہ پڑھے کہ میں جو پڑھ رہا ہوں وہ ہواؤں میں شامل ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں ادھر حاضری لگ بھی رہی ہے یا نہیں لگ رہی یا جواب بولا ہے یہ سنا گیا ہے یا نہیں سنا فرمایا۔ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا

اگر اس نے سو بار پڑھا ہے میں سو بار سنوں گا اس نے ہزار بار پڑھا ہے تو میں ہزار بار سنوں گا۔اگر وہ گھنٹہ پڑھے گا تو میں گھنٹہ کان لگاؤں گا اگر دو گھنٹے پڑھے گا تو میں دو گھنٹے سنوں گا۔ پہلے وہ پڑھنا بس کرے گا پھر میں اپنا کان پیچھے ہٹاؤں گا۔

حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا

اب ان الفاظ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ یہ حیثیت ہوتی ہے کہ آپ بغیر روح کے لیٹے ہوئے ہیں بدن تو سلامت ہے۔باقی فرشتوں کا کام ہے کہ وہ صلوۃ وصول کریں اور وہ جواب دیتے رہے اور اگر یہ ایک حیثیت ہوتی تو ہرگز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں یہ نہ فرماتے بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں سنتا رہتا ہوں۔

کب تک میں سنتا ہوں "حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا" پہلے پڑھنے والا فارغ ہوتا ہے پھر میں اُس کی طرف سے فارغ ہوتا ہوں اور یہ واضح بتا دیا ہے کہ کوئی غفلت و سستی کے ساتھ مجھے سلام نہ کہے یاد تو مجھے کر رہا ہو لیکن دھیان کہیں اور ہو تو پھر یہ بے ادبی ہو جائے گی، مجھے یاد بھی کرنا اس عقیدے کے ساتھ کہ ہر وقت مسلسل تمہاری بات پہنچ رہی ہے اور میں تمہاری طرف توجہ بھی کر رہا ہوں۔

ایسے میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

قلت میں نے کہا وَبَعْدَ الْمَوْتِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

جب موت کا وقت آجائے گا تو پھر کیا ہوگا موت کے بعد کیسا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَ نْبِيَاءِ وَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ

فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کو کھا نہیں سکتی تو مطلب اسکا کیا ہے آپ نے خود بیان کر دیا۔ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ

پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے قبر میں بھی "نَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ" اللہ کا نبی زندہ ہے تو یہ کیسی زندگی ہے کیا محسوس یا غیر محسوس حسی یا غیر حسی اُس کا دنیاوی عادات کے ساتھ تعلق ہے کہ نہیں آپ نے فرمایا یرزق قبر میں اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے یوں نہ سمجھو کہ جس طرح ٹیسٹ ٹیوب میں کوئی پڑا ہوا اور غیر محسوس ہو اور اس کی کوئی حیثیت نہ ہو فرمایا نہیں نہیں اللہ کا پیغمبر اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور زندگی اس حالت کی ہوتی ہے کہ وہ رزق وصول بھی کرتا ہے اور رزق تناول بھی کرتا ہے اور رزق اس مقام کے لائق ہوتا ہے۔ تو میرے محبوب علیہ السلام نے واضح فرما دیا کہ اے ابو درداء سب تک میرا پیغام پہنچا دینا وہ اور ہیں جو مر کے مرجاتے ہیں۔ یہ اللہ کے پیغمبر ہیں جو موت کا ذائقہ لے کے بھی زندہ رہتے ہیں۔

اب "نَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ" "اللہ کا نبی زندہ ہے۔ یہ نعرہ ہمارا بنایا ہوا نہیں ہے یہ تو محبوب علیہ السلام کا پڑھایا ہوا نعرہ ہے۔ نَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ۔"

اللہ کا نبی زندہ ہے اُدھر یہ ہے۔

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

وہ بھی حی ہے یہ بھی حی ہے لیکن فرق زمین و آسمان سے بھی زائد ہے وہ حی ہے اس کو حیات کسی نے عطا نہیں کی یہ حی ہیں اُس کی دی ہوئی حیات سے حی ہیں اور وہ زندہ

ہیں۔وہ ایسا حی ہے کہ جس پر زوال نہیں جس پر موت نہیں جن پر ایک لمحہ کیلئے بھی فنا نہیں، جس پر کوئی ایسا حملہ ہو نہیں سکتا۔ یہ بھی حی لیکن موت کا ذائقہ چکھ لینے کے بعد بھی حی ہیں موت ضرور آئی تھی وعدہ پورا ہو گیا تھا، مگر خالق کائنات جل جلالہ نے ایسی چمک دی ہے جس کی بنیاد پر پورا بدن چمکتا ہے اور حیات برقرار ہو جاتی ہے۔

اب دیکھئے قرآن مجید تو یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرے۔

فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً

ہم اُس کو پاکیزہ زندگی دیں گے محض نیکی کی بنیاد پر لیکن وہ سینہ جس میں نبوت موجود ہو وہ مٹی میں مل جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا "فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ" کے الفاظ کے ساتھ کہ ہر مومن کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے اور اسی سے لذت ملتی ہے۔ مجھے اس معاملے پر بڑا افسوس ہے کہ وہ امتی ہو کیسے سکتا ہے اور اُس کو ایمان کی چاشنی کیسے مل سکتی ہے جو اپنے نبی کو معاذ اللہ مٹی میں ملا ہوا سمجھتا ہو اور انکے بارے میں لفظ مردہ بولتا ہو اور اس طرح کی باتیں کرتا ہو۔ اس کو ایمان کی لذت یا ایمان کا پتہ کیسے چل سکتا ہے، ہم تو ہر لمحہ ایمان کی لذت محسوس ہی اس لئے کر رہے ہیں کہ جن کا کلمہ پڑھا ہے خالق کائنات نے اُن کو یوں چمک دی ہے کہ

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عرض کر رہا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث شریف کو روایت کرتے ہیں ﷺ

یہ حدیث شریف ابوداؤد میں بھی ہے اور بیہقی نے الدعوات کبیر میں بھی اس کو روایت کیا یہ مشکوٰۃ المصابیح کے صفحہ 86 پر موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّاللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ

آپ نے فرمایا جو بھی مجھے سلام کہتا ہے یا کہے گا اللہ مجھ پر میری روح کو لوٹا دے گا چونکہ اُس وقت تو کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ بات تھی ساری بعد کے معاملے کی۔ کہ جب وصال ہو جائے گا تو پھر کیا ہوگا تو میرے محبوب علیہ السلام نے یہ الفاظ بول دیئے "مَا مِنْ اَحَدٍ"۔

عربی گرائمر کے لحاظ سے اسکا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آج پڑھے یا دس صدیوں بعد پڑھے چھوٹا پڑھے یا بڑا پڑھے۔ عربی پڑھے یا عجمی پڑھے اردو میں سلام پڑھے یا انگلش میں پڑھے عربی میں پڑھے یا پشتو میں پڑھے جو بھی مجھے سلام کہے جس طرح بھی سلام کہے جس وقت بھی سلام کہے جس جگہ سے بھی سلام کہے جو بھی مجھے سلام کہے گا۔

رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ

مجھ میں میری روح موجود ہوگی۔

حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَام

یہاں تک کہ سن کے خود جواب ارشاد فرماؤں گا۔ اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ" اللہ مجھ پر میری روح لوٹا دے گا، یہ الفاظ بڑے قابل غور ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روح پہلے بدن سے نکل چکی ہوگی جب قبر پر کوئی سلام کہے گا تو روح واپس آجائے گی۔ اس سے بہت تکلیف لازم آئے گی۔ اس واسطے کہ وہاں کوئی سال میں ایک دو سلام تو نہیں جاتے وہاں تو لاکھوں فرشی بھی سلام پہنچاتے ہیں اور لاکھوں عرشی بھی سلام پہنچاتے ہیں تو اگر ہر سلام کے وقت آئے اور پھر نکل جائے

پھر آئے اور پھر نکل جائے تو پھر یہ ایک تکلیف کا معاملہ بن جائے گا حالانکہ سلام کا مطلب تو ایک راحتوں کی دعا ہے تو خالق کائنات نے یہ بندوبست کر رکھا ہے۔

ردّ روح کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ کے جمال میں یوں مستغرق ہیں کہ وہ توجہات اللہ کے دربار میں زیادہ ہیں لیکن جب امتیوں کا سلام پہنچتا ہے تو ادھر سے توجہ اللہ کے حکم سے ان پر بھی فرما دیتے ہیں۔ کہ یہ تمہارے غلام ہیں اگرچہ تمہیں دیکھ نہیں سکے اب دور سے قریب سے پڑھ رہے ہیں، ان پر توجہ کر دو یہ ردروح کا مطلب ہے فرمایا کہ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیا جائے گا کہ میں اُدھر سے عالم ملکوت سے جو استغراق ہوتا ہے اُس مشاہدہ سے نکل کر ادھر بھی توجہ کروں گا اور جو سلام کہے گا اُس کا جواب میں اپنے کسی سیکرٹری سے نہیں دلواؤں گا میرے غلامو سہارا رکھو اور خوش ہو جاؤ تم مجھے کہتے ہو سلامت رہو میں تمہیں کہتا ہو سلامت رہو میں خود جواب دوگا۔

اس میں کتنی لذت ہے اور اس میں غمزدوں کیلئے کتنا سہارا ہے اور قیامت تک کیلئے یہ کتنا بڑا ہمارے لئے حصار ہے کہ انسان جہاں کہیں غموں کی دھوپ میں جھلنے لگے فوراً اس دربار میں سلام کہے فائدہ اسکا کتنا ہوگا۔ یہ کہے گا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

میں آپ کیلئے سلامتی کی دعائیں کر رہا ہوں تو ادھر سرکار مدینہ کہیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اُمَّتِیْ

اے میرے امتی میں تجھے سلامتی میں دیکھنا چاہتا ہوں اور سرکار جس کیلئے سلامتی کی دعا کر دیں اُسے غم نڈھال کیسے کر سکتے ہیں تو یہ قیامت تک کیلئے اُن لوگوں کو جو بالخصوص بعد میں آنے والے تھے ایک ذریعہ دے دیا گیا کہ تم اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کے دربار سے دور نہ سمجھو وہ تمہیں پہنچانتے ہیں اور تمہارے سلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں اور جواب دینا پہلے سننے کو مستلزم ہے اگر کوئی سنائی نہ دے تو

جواب کیسے دے یہ نہیں ہوسکتا، لہٰذا اقتضاء النص سے یہ ماننا پڑے گا اس مقام پر کہ پہلے سنتے ہیں پھر جواب دیتے ہیں اور پھر جب بیک وقت کروڑوں کے پہنچ رہے ہوں تو ان کے ہاں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے اتنا وسیع مطالعہ ہے کہ ہر لحہ جو جو بولتا ہے اس کو جانتے ہیں اور اس کو اسی طرح کا جواب دیتے ہیں جس طرح کا وہ سلام کرتا ہے وہ محبت جو اس نے ظاہر کی ہے اسی طرح اپنی طرف سے محبت کا اظہار فرما دیتے ہیں۔

تو یہ ردروح کا مطلب ہوا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں اسکو بیان کیا ہے ردروح کے اس پورے معنی پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے اشعۃ اللمعات کی جلد نمبر 1 اور صفحہ نمبر 407 پر تفصیل سے اس بات کو بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات میں جب وحی نازل ہوتی تھی تو صحابہ کرام سے گفتگو نہیں کرتے تھے ادھر سے توجہ پھیر لیتے تھے، نگاہیں ہٹا لیتے تھے آنکھیں بند کر لیتے تھے جب وحی کے نزول کا وقت گزر جاتا جو گھنٹہ تھا آدھا گھنٹہ پانچ منٹ وہ جب گزر جاتا تو پھر صحابہ کرام کی طرف دیکھنا شروع کر دیتے تھے اور فرماتے کہ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیا گیا ہے تو کیا جب وحی نازل ہو رہی تھی تو روح بدن سے نکل گئی تھی نہیں نہیں روح بدن میں موجود تھی۔ لیکن ساری توجہ روح کے خالق [illegible] کی طرف تھی۔ اب مخلوق کی طرف کر دی ہے تو ایسے ہی قبر شریف میں موجود ہیں جس وقت ان غلاموں کا سلام پہنچتا ہے اللہ کی توفیق سے اُس کے اذن کے مطابق اپنے غلاموں پر جو توجہ فرماتے ہیں اس کو رَدِّروح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اب یہاں سے جو نکتہ اخذ ہوا وہ کتنا حسین نکتہ ہے یہ حدیث شریف ہی اصل میں اس عقیدے کو ثابت کر رہی ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام پر موت آئی تو صرف ایک لحہ کیلئے اُس کے بعد نہیں کیوں اس واسطے کہ جس وقت وہ لحہ پورا ہوا فوراً

ایسی بات سامنے آئی۔ صحابہ کرام رضوان علیھم اجمعین موجود تھے اور آج ہمارے لحاظ سے مثال کے طور پر پاکستان کے اندر کوئی ایک منٹ بھی نہیں بتا سکتا کہ جس میں کہیں نہ کہیں سے صلوۃ کا نذرانہ پیش نہ کیا جا رہا ہو۔

ایک نہیں بیک وقت ہزاروں پیش کر رہے ہونگے اور پھر دیگر مخلوقات میں اب صحابہ کرام کا جونہی لمحہ وصال کے بعد اگلہ لمحہ آیا تو صحابہ کرام کی طرف سے سلام پہنچ چکا تھا جب صحابہ کرام کی طرف سے سلام پہنچ چکا تھا تو پھر یہ حدیث شریف ہے کہ جب بھی سلام آئے گا تو میری روح لوٹا دی جائے گی، اب پہلا سلام جو بعد از وصال پہنچا تو وعدے کے طور پر روح کو حقیقی طور پر لوٹا دیا گیا اور اس وقت سے لیکر قیامت تک رب کعبہ کی قسم ہے ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرے گا جو سلام سے خالی ہے۔ جب سلام ہمیشہ کیلئے موجود ہے تو پھر روح بھی بدن میں موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن روح سے خالی صرف ایک لمحہ کیلئے ہے اُس پر ہمیشہ امت کا عقیدہ رہا ہے اور اس میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے یہ صرف

بجریان سنت الٰہی موت است بیکرار

اللہ کی سنت کو پورا کرنے کیلئے تھا جو قانون تھا اور وہ بھی اختیار کے ساتھ اور چاہت کے ساتھ

وبعد ازاں ہیچ زمانہ خالی نیست

اُس وقت سے لیکر ہمیشہ تک کوئی ایک منٹ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس میں محبوب علیہ السلام کا بدن روح سے خالی ہو ہر وقت وہ روح بدن میں موجود ہے۔ حیات حسی حقیقی دنیاوی اس انداز میں اس میں جلوہ گر ہے کہ جو جو پکارتا ہے وہ سنتے بھی ہیں، جس طرح کہ آپ نے ابھی امام عتبی کی بات سنی اعرابی کا آپ نے سلام سن بھی لیا اور سن کے امداد

بھی فرمادی ہے۔اس واسطے امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تمام بحث کو سمیٹ کے ان اشعار میں بند کردیا۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

کوئی ہمارے بارے میں یہ پراپیگنڈہ نہ کرے کہ یہ موت مانتے ہی نہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
اُس آن کے بعد اُن کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
اُس کی ازواج کو جائز ہے نکاح
اُس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا
صدق وعدہ کی قضاء مانی ہے

یہ موت کا اتنا فلسفہ تھا کہ وہ آئی ہے اور پھر حیات لوٹا دی گئی ہے اور سارے انبیاء علیھم السلام کا معاملہ یہی تھا، اسواسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات کا منظر بیان کرتے ہوئے خود یہ ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ حدیث شریف مسلم شریف میں موجود ہے، حدیث کا نمبر 2375 ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ

جس رات مجھے سیر کرائی گئی اُس رات میں حضرت موسی علیہ السلام کے

پاس سے گذرا، عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ
سرخ ٹیلے کے پاس سے
وَهُوَ قَائِمٌ "يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ

وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں اور پھر یہ دیکھو کہ وہ سفر کتنی تیزی کا تھا اس وقت آپ براق پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر اتنی تیزی کے باوجود بھی نگاہ نبوت قبروں کے اندر بھی دیکھ سکتی ہے۔

حالانکہ تیزی میں بندے کا بھائی بھی سڑک پہ کھڑا ہو اُس کو بھی نہیں پہچان سکے گا لیکن براق کی بجلی سے تیز رفتاری میں گذرتے ہوئے اس وقت روڈ پہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نہیں تھے قبر کے اندر تھے لیکن پھر بھی محبوب علیہ السلام نے دیکھ لیا اور فرمایا اور اس حقیقت کو واضح کرنا تھا کہ ہیں تو قبر کے اندر مگر حیات حسی ہے، حیات حقیقی ہے اگرچہ برزخ کے اندر ہیں مگر دینوی اس انداز سے ہے کہ جیسے دنیا میں نماز پڑھتے ہوئے قیام کیا جاتا ہے قبر میں بھی قیام کر رہے ہیں۔ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں، یہ کوئی گھڑی ہوئی باتیں نہیں ہیں یہ تو محبوب علیہ السلام سے پڑھی ہوئی باتیں ہیں۔

وہ اجساد جن پر خالق کائنات نے اتنا کرم کیا اور ان کو نبوت کا مرکز بنا دیا اور اتنی تجلیات عطا فرما دیں کہ جب وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو اُس کے بعد خالق کائنات اُن کو ایسی حیات دے دیتا ہے کہ جس کی بدولت وہ کھڑے بھی ہیں اور نماز بھی پڑھ رہے ہیں، حیات سلامت ہے ذہانت موجود ہے عقل ہے حافظہ ہے سب کچھ ہے اور پھر نماز ادا کر رہے ہیں تو یہ شان ہے اللہ کے رسولوں کی کہ خالق کائنات جل جلالہ اُن کو مرنے کے بعد ایسی حیات عطا فرما دیتا ہے۔

یہ معاملہ تو ایک تحقیقی تاریخی معاملہ ہے اور اس پر جو دلائل ہیں وہ ایک انبار ہے لیکن ہم تو یہ بیان کر رہے ہے کہ محبوب علیہ السلام کو جن نگاہوں نے دیکھا اور جہاں

جہاں بھی ایمان جلوہ گر ہو گیا اگرچہ صحابیت پر فائز نہ ہو سکے لیکن آپ کی چمک ایسی ہے کہ جس سینے پر پڑ گئی وہ سینہ بھی قبر میں مدینہ بن گیا، آپ کے بارے میں ایسا سوچنا کہ قبر میں مر کر مٹی میں مل گئے ہیں یہ تو کتنی بڑی بے وقوفی اور کم ظرفی ہے کہ کلمہ بھی پڑھیں اور یہ باتیں بھی کرتے ہیں۔ آپ کے صحابہ کرام کا اتنا واضح عقیدہ ہے۔

یہ حدیث شریف مسلم شریف کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 76 پر موجود ہے کہ جس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا تو انہوں نے اپنے دوستوں سے کہا تھا کہ جب مجھے دفن کرنا تو پھر کیا کرنا

اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ

میری قبر کے گرد دائرہ بنا کے کھڑے ہو جانا کیوں؟

حَتّٰی اَسْتَأْنِسَ بِکُمْ

تا کہ تمہیں دیکھ کر قبر میں میرا دل لگ جائے۔

وَاَعْلَمَ مَا اُرَاجِعُ رُسُلَ رَبِّیْ

تا کہ فرشتوں کے سوالوں کے جواب دینے میں آسانی پیدا ہو جائے، تم ذکر کرتے رہو گے میں سنتا رہوں گا جواب دینا آسان ہو جائیں گے، تو حقیقت میں اُن کیلئے کوئی مشکل کا معاملہ نہیں تھا بلکہ یہ تعلیم تھی بعد والوں کیلئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بہت زیادہ عظمت ہے اور آپکی حیات کی حیات شہداء سے کہیں زیادہ عظمت ہے یہ تو آپ کے غلاموں میں درجہ بدرجہ ایسی روشنی موجود ہے کہ قبر میں جا کے بعد والوں کو دیکھ کے قبر میں دل لگا سکتے ہیں اور یہ کوئی تو ہم پرست نہیں بلکہ صحابی ہیں جو حکم دے رہے ہیں کہ تم پڑھتے رہنا میں سنتا رہوں گا تو یہ وہ انداز ہے جو شریعت مطہرہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک کو عطا فرمایا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆☆

باب نمبر 19

ترکِ تقلید اور اس کی تباہ کاریاں

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور شافع محشر، مالکِ کوثر محبوبِ دلبر قائدالاولیاء قائدالانبیاء قائدالمرسلین خاتم النبیین احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش محتشم ومعزز حضرات وخواتین ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہمیں ان پر کیف لمحات میں سہانی صبح کے اندر ادارہ "صراط مستقیم" کے فہم دین کورس کے 19 انیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہماری روزانہ کی یہ حاضری اور روزانہ کا یہ وظیفہ اپنے دربار میں قبول فرمائے اور خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ یہاں شرکت کرنے والے تمام حضرات کو اور خواتین اور بذریعہ انٹرنیٹ شرکت کرنے والے تمام احباب کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے مالامال فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع ہے

"ترکِ تقلید کی تباہ کاریاں"

میری دعا ہے کہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہم سب کو قرآن وسُنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسُنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے میں نے قرآنِ مجید برہانِ رشید کی آیت کریمہ جو سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 103 ہے تلاوت کی ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تم آپس میں تفرقہ نہ کرو۔

دینِ متین وہ صراطِ مستقیم ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کو خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کے دربار تک رسائی ملتی ہے اور ایک انسان اللہ تعالیٰ کے دربار اور اسکی بارگاہ کا مقرّب بن جاتا ہے۔

حَبلِ اللہ سے مراد مفسرین نے مختلف معانی لئے ہیں۔

حبل اللہ قرآن بھی ہے سُنت بھی ہے سارا دین اللہ کی رسّی ہے۔اس سلسلہ میں امام طحطاوی نے دُرِمختار کے حاشیہ میں جو معنی بیان کیا وہ تقریباً تمام معانی کا جامع ہے۔رسّی میں مختلف چیزوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور اُن کا وجود یکجا محسوس ہوتا ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اللہ کی رسّی سے مراد قرآن وسُنت کی روشنی میں جو فقہ کا بہت بڑا ذخیرہ اُمّت کو میسر آیا ہے وہ ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ اُس کے بارے میں فرمارہا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّلَاتَفَرَّقُوْا

هِیَ التَّمَسُّکُ بِمَا بَیَّنَهَا الْفُقَهَآءُ مِنَ الْعُلُوْمِ

فقہا نے مہارت حاصل کرنے کے بعد قرآنِ مجید کی آیات اور احادیث نبوی کو ملا کر جو تشریحات کی ہیں وہ ساری کی ساری اللہ کی رسّی ہے۔

پھر اس کی تقلید کرنا اور اس کو ماننا یہ اس رسّی کو پکڑنا ہے۔

تو خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اُمّتِ مُسلمہ پر یہ لازم کر دیا ہے کہ قرآن وسُنت کو اس انداز میں مانو کہ اس کی فقاہت تمہارے سامنے ہو اور اس کے بعد اپنا تعلّق پھر پوری زندگی اس کے ساتھ رکھو۔جو فقہا اور آئمہ تمہیں قرآن وسُنت کی تعلیم تمہارے وقت کی ضرورت کے مطابق اور آئندہ حالات کے لحاظ سے دینے والے ہیں اور ان کے ساتھ کسی طرح کا کوئی اختلاف نہ کرو۔

ترکِ تقلید اور اس کی تباہ کاریاں

اس موضوع کو سمجھنے سے پہلے ہمیں ابتدا میں یہ ماننا پڑے گا کہ وہ تقلید کیا چیز ہے اور اس کا دائرہ کار کہاں تک ہے اور اسکی شرعی حیثیت کیا ہے پھر پتہ چلے گا کہ اس کو ترک کرنے سے خرابی کیا لازم آئے گی۔

ایک وہ احکام ہیں جو بالکل بدیہی ہیں واضح ہیں ان کا بیان قرآن مجید میں اور سنت میں واضح طور پر ہے تو ایسے احکام میں کسی طرح کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

مثال کے طور پر نماز کی فرضیت ہے تو اس میں آپ کہیں کہ ہم کسی کی تقلید کرتے ہوئے اسکو پانچ نہیں مانتے ہیں تو یہ وہ امور ہیں جن کے اندر تقلید چلتی ہی نہیں براہ راست قرآن وسنت میں ایسا واضح لکھا ہوا ہے لہذا روزے کی فرضیت نماز کی فرضیت حج کی فرضیت یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کے اندر تقلید موثر نہیں ہوتی اور جائز نہیں ہوتی ان کو تقلید کے بغیر ہی مانا جاتا ہے اور تقلید کی اسمیں ضرورت نہیں ہوتی۔

دوسری طرف وہ احکام ہیں کہ جن کا واضح بیان قرآن وسنت میں نہیں ہے تو ایسے احکام کے اندر کسی نہ کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے۔

اب یہاں سے یہ بھی ذہن میں پکا بٹھالینا چاہیے کہ جو لوگ یہ شورش برپا کرتے ہیں کہ دیکھو قرآن مجید جب موجود ہے تو تم قرآن کو چھوڑ کر کسی امام کے پیچھے چلتے ہو تو ان کے سامنے اس موقف کو واضح کر دیجئے کہ جو احکام قرآن وسنت میں بدیہی طور پر موجود ہیں اس میں ہم کسی کی تقلید کرتے ہی نہیں اور ان میں براہ راست قرآن وسنت سے ہی ان احکام کو مانا جاتا ہے۔

اب نماز کی فرضیت اس لئے نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرض کہا ہے تو ہم اس کو فرض مانتے ہیں۔ یہ چونکہ بدیہی طور پر موجود ہے۔ بدیہی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ کسی ایسے لفظ سے فرضیت ہم پر کی گئی ہو جو دو معانی

میں مشترک ہے اب پتہ نہیں اس کا کون سا معنی مراد لینا ہے اور کون سا نہیں لینا یا اس میں ترجیح کس کو دینی ہے اور کس کو ترجیح نہیں دینی یا تاریخ کے لحاظ سے اس میں ناسخ و منسوخ کی حیثیت کیا ہے ایسی کوئی بھی چیز درمیان میں موجود نہیں۔ جن احکام کو اور امور کو بدیہی طور پر بیان کیا گیا ہے ان میں ہم تقلید کسی کی کرتے ہی نہیں۔ چہ جائیکہ کوئی ہم پر اعتراض کرے کہ تم نے ان چیزوں میں کسی کو اپنا امام بنایا ہوا ہے تو ایسے تمام امور میں ہمارے ہاں کوئی تقلید نہیں ہوتی لیکن دوسری طرح کے جو احکام ہیں۔ان میں تقلید کے بغیر کسی کا بھی گذارہ نہیں یہ ظاہر ہے اور علیحدہ بات ہے کچھ تقلید کرتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہے اور کچھ کرتے ہیں لیکن چھپاتے ہیں۔

تو دوسری طرح کے احکام مثال کے طور پر یوں ہیں۔قرآن مجید میں مطلقہ کا حکم جب بیان کیا گیا کہ جس عورت کو طلاق ہو جائے تو اس کی مدت کا حکم سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 228 میں ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ

وہ عورتیں جن کو طلاق ہو جائے اپنے آپ کو روک کے رکھیں یعنی طلاق کے بعد آگے ابھی شادی نہ کریں کتنی دیر تک؟ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ تین قرو، اب قرو، قرء'' کی جمع ہے قرء کا اطلاق حیض پر بھی کیا جاتا ہے اور طُہر پر بھی کیا جاتا ہے اور یہ دونوں چیزیں آپس میں متضاد ہیں ماہواری کے دن کے حکم اور ہیں اور طہارت کے دن کے احکام اور ہیں لفظ ایک ہے لیکن معنی دو ہیں ایک ہی لفظ کے دو معنی ہیں۔ جب ایک لفظ بنیادی طور پر دونوں کیلئے ہی وضع کیا گیا ہو تو اس لفظ کو معنی کے درمیان مشترک سمجھا جاتا ہے۔

لفظ کو جب واضع نے بنایا تھا تو دونوں کے معنی سامنے تھے یہ نہیں کہ ایک معنی حقیقی ہے اور دوسرا معنی مجازی ہے۔ بلکہ دونوں ہی معنی حقیقی ہیں تو جب ایک لفظ کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی حقیقی ہیں لیکن دونوں میں فرق

زمین و آسمان کا ہے۔ایک ہے حیض اور دوسرا ہے طہر۔اگر حیض والا معنی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جس کو طلاق ہوئی وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روک کے رکھے اور اگر طہر والا معنی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ تین طہر تک اپنے آپ کو روک کے رکھے۔تو دونوں کے تقاضے میں آپس میں فرق آجائے گا۔

تو اب لفظ ایک ہے اس کے معنی دو ہیں۔اگرچہ یہ مسئلہ لکھا ہوا آیت قرآن میں ہے لیکن چونکہ لفظ کے دو معنی ہیں وضع کے لحاظ سے لفظ کا دونوں معانی کے ساتھ ایک جیسا تعلق ہے۔تو ہمیں اب ترجیح چاہیے۔

جس سے یہ پتہ چلے کہ اس سے مراد حیض ہے طہر نہیں تو اس ترجیح کے اندر امام کی تقلید کی جاتی ہے اور ہم سے وہ لوگ بہتر جانتے تھے اور اُنکے علوم زیادہ تھے۔قرآن وسُنت پر مہارت زیادہ تھی اور معرفت وادراک زیادہ تھا۔لہٰذا اب ان دو معانی میں سے ایک کو معیّن کرنے کیلئے کہ جن کیلئے قرآن مجید میں ایک ہی لفظ استعمال ہوگیا۔اب کسی امام کی تقلید کرنا پڑے گی۔تو یہ وہ مقام ہے جہاں پر تقلید کے بغیر گذارہ نہیں ہوگا۔

وہ احکام اور ہیں کہ جہاں پر تقلید کرنا جائز نہیں، ہمارے نزدیک بھی اور بدیہی طور پر قرآن وسُنت میں موجود ہے لیکن یہ جو ایک مثال میں نے دی ہے ایسے متعدّد مواقع ہیں کہ جہاں وہ مسئلہ اگرچہ قرآن مجید میں ہے۔
اگرچہ سنّت میں ہے لیکن اسکی حتمی حیثیّت تک پہنچنے کیلئے ہمیں کسی راہنما کی ضرورت ہے۔کہ جس کا علم کے ساتھ رابطہ اور بارگاہِ نبوّت سے تعلق ہمارے مقابلے میں بہت قریب ہے۔وہ جس وقت ایک معنی کو ترجیح دے دیں گے دلائل کی روشنی میں تو ہم دلیل پوچھے بغیر ہی ان کی بات کو مان لیں گے اس کو تقلید کہا جاتا ہے۔
اب یہ دو طرح کی احکام کی نوعیّت تھی، ان میں سے تقلید کا دائرہ کار پہلے احکام کے ساتھ نہیں دوسرے قسم کے احکام کیساتھ ہے اور اس کے لحاظ سے کوئی ایسی عقلی طور پر یا

منطقی طور پر رکاوٹ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی قباحت ہے۔اس واسطے ان کے پاس جب ایسے ذرائع نہیں ہیں تو دونوں معانی میں ایک کو ترجیح دینے کیلئے اس کو امام کی تقلید کرنا پڑے گی۔لغوی طور پر تقلید کا معنی ہار پہنانا ہوتا ہے۔

ابن نجیم نے تقلید کی تعریف یہ کی ہے الْحُجَجِ

اَلتَّقْلِیْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ مَنْ لَیْسَ قَوْلُهٗ اِحْدَی الْحُجَجِ بِلَاحُجَّةٍ مِّنْهَا

تقلید یہ ہے کہ اس کے قول پر عمل کر لینا جو نہ تو اللہ کی ذات ہے اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور نہ ہی وہ قول اجماعِ اُمّت کے لحاظ سے ہے۔

ان تینوں سے علیحدہ قول ہے، اس کا قول اپنے ہاں دلیل پر مبنی ہے۔ لیکن اس سے دلیل پوچھے بغیر اس کے قول کو تسلیم کرنا اس کو تقلید کہا جاتا ہے۔

دلائل والی بات کو دلیل کے تقاضے کے بغیر ماننا اس کو تقلید کہا جاتا ہے اور لغوی معنی کے لحاظ سے دستور العلماء میں یہ لکھا ہے۔

کَاَنَّ هٰذَا الْمُتَتَبِّعَ جَعَلَ قَوْلَ الْغَیْرِ وَفِعْلَه قَلَادَةً فِیْ عُنُقِهٖ

اس بندے نے جس کی تقلید کی اس کے قول کو یا اس کے فعل کو اپنے گلے میں ہار کی طرح ڈال لینا تو اس شخص کو اس ذات کا مقلّد کہا جاتا ہے۔تقلید کے اندر جو یہ بات بیان کی جا رہی ہے کہ تقلید میں دلیل کا تقاضا نہیں کیا جاتا اس کو سمجھنا بہت ضروری ہے

عربی زبان میں اس کو سمجھنے میں یا تو مخالفین نے غلطی کی یا پھر جان بوجھ کر خیانت کرتے ہیں اور یہ پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ تقلید یہ ہے کہ جس قول کی کوئی دلیل نہیں اُسے مان لینا، حالانکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس کی دلیل ہے اس کو دلیل کے تقاضا کے بغیر مان لینا۔

اپنی جگہ وہ قول دلائل پر مبنی ہے۔اُس کی سُنّت سے بھی دلیل ہے اُس کی قرآن مجید سے بھی دلیل ہے لیکن یہ جس نے عمل کرنا ہے۔اس کا یہ کام نہیں کہ پہلے دلیل یاد کرے اور پھر عمل کرے۔یہ اس ذات پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے دلیل کا

مواخذہ کئے بغیر اس کے بادلیل قول کو مان کے آگے اس پہ عمل کرنا شروع کر دے۔
اس واسطے کہ عمل ایسی چیز ہے اگر اس کیلئے دلیل کو ماننا لازمی قرار دے دیا جائے تو پھر یا تو کسی کی ساری زندگی عمل کے بغیر گذر جائیگی یا آدھی زندگی عمل کے بغیر گذر جائے گی۔ اُس کا کتنا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ ایک شخص حج کرنا چاہتا ہے، اب وہ حج کرنے پہنچا اُس نے طواف کرنا ہے اُس نے وہاں پہ سعی کرنی ہے وقوف کرنا ہے اب اس پر یہ طریقہ ماننا لازم ہے لیکن اس طریقے کے دلائل جاننا لازم نہیں۔

حج مجھ پر لازم ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، میں نے سعی کرنی ہے تو اس کی دلیل کیا ہے میدانِ عرفات میں وقوف کرنا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے۔

ہو سکتا ہے دلیل یاد کرنے سے پہلے حج کے دن ہی گذر جائیں اور اس کا سارا سفر ہی رائیگاں ہو جائے۔ ایسے مرحلے زندگی کے ہر کیلئے جو اسلام کا حکم ہے عمل کرنے والے کیلئے اس کو جان کر عمل کرنا لازم ہے اور اگر اس پر لازم کر دیا جائے کہ پہلے دلیل جانے گا تو پھر عمل ہوگا تو جتنا لمحہ دلیل کے ڈھونڈنے میں دلیل کے یاد کرنے میں گذر جائے گا وہ سارے کا سارا اس کی زندگی کا وقت رائیگاں چلا جائے گا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ عوام اپنے سارے دین کے دلائل سمجھ کے اس پر عمل کر رہے ہوں۔
ہمارے ہاں تو چونکہ ویسے تقلید رائج ہے۔ لیکن جو لوگ اسکو ناجائز کہتے ہیں اگر وہ اپنی جامعہ تلاشی لیں تو ان کے ہاں دو باتوں میں سے ایک بات ضرور مانی جائے گی یا تو ان کی عوام جن کو انہوں نے عدم تقلید کے راستے پر چلایا وہ زندگی کا ایک حصہ عمل کی چھٹی پہ گذار رہے ہیں کہ جس میں ان کو سارے احکام کے دلائل ہی نہیں آتے۔ ان کو قرآن مجید کے احکام کی آیات کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کتنی ہیں اور ان کو احکام کی احادیث کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کتنی ہیں چہ جائیکہ وہ احکام آتے ہوں تو اس بنیاد پر عمل نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس دلیل نہیں ہے تو ترکِ دلیل کی بنیاد پر ان کے نزدیک عمل نہیں ہوگا۔ جب عمل نہیں ہوگا تو زندگی کا ایک حصّہ یا ساری زندگی عمل سے خالی ہو جائے گی اور اگر دلیل

جانے بغیر عمل کیا جارہا ہو تو پھر تقلید پر کس چیز کا اعتراض کرتے ہیں مقلد نے امام کے
بادلیل قول کو تقاضا، دلیل کے بغیر مان لیا کہ اس کا اپنے ہاں جو دلیل ہے وہ طے شدہ
ہے، وہ تسلیم شدہ ہے لیکن اس پر عمل کرنے والی عوام کیلئے لازم نہیں کہ ہر دلیل کو ڈھونڈ
کے، یاد کر کے پھر عمل کرے اس سے پہلے بھی اس کیلئے عمل کرنا جائز ہے۔ تو دوسرے
لفظوں میں جو غیر مقلد ہے اگر عمل کر رہا ہے تو پھر مقلد کی صورتحال پر عمل کرتے ہوئے اپنے
آپ کو راہِ عمل میں ڈالے ہوئے ہے، اگر نہیں کر رہا تو یہ بھی بہت بڑا خسارہ ہے۔

کہ اس کی محدود سی زندگی عمل کے بغیر ہے، تو عمل کیلئے محض حکم جاننا کافی
ہے، حکم کی دلیل جاننا ضروری نہیں ہے اور دلیل جاننا یہ علماء کا کام ہے۔ فقہاء اور
مجتہدین کا کام ہے۔

اس واسطے عمومی طور پر یہ بات سامنے رکھی جاتی ہے کہ حکم کو معلوم کر لیا جائے
اور اس حکم کو اس بنیاد پر تسلیم کر لیا جائے کہ امام نے دلیل کی پوری تحقیق کر لی ہے اور وہ
اس کے نزدیک ثابت ہے، ہم تک یہ حکم پہنچ گیا ہے۔

اور ہم اس حکم پر دلیل ماننے کے بعد ناغہ نہیں کریں گے اس پر عمل کرتے
چلے جائیں گے اس مقام پر دلیل جاننا لازم نہیں۔

تقلید کی اقسام

تقلید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تقلید صحیح (۲) تقلید فاسد

تقلید صحیح اس طرح ہے کہ ایک شخص نے کسی کو پڑھتے ہوئے سنا
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو اس نے بھی پڑھنا شروع کر دیا
اب جب اس نے یہ پڑھا تو اس سے پوچھا گیا کہ تم یہ کلمہ کیوں پڑھتے ہو تو اس نے کہا

وَجَدْتُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَقُوْلُوْنَ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ

میں نے مومنین کو دیکھا کہ وہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں اور وہ جب یہ کلمہ پڑھتے ہیں

فَيَكُوْنُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى

اس بنیاد پر ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان سمجھا جاتا ہے۔
میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں تو ان کو اللہ کے ہاں مسلمان قرار دے دیا جاتا ہے قُلْتُهَا اَيْضًا، میں نے بھی یہ کلمہ پڑھ لیا۔
لِاَ كُوْنَ مُسْلِمًا
تا کہ میں بھی مسلمان بن جاؤں۔
اس نے تقلید کی کہ فلاں شخص کلمہ پڑھ رہا ہے پڑھتا اس لئے ہے کہ وہ مومن ہو جائے تو اللہ کے نزدیک وہ مومن شمار ہوتا ہے تو میں نے بھی اسکو دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا، میں نے یہ کلمہ اس لئے پڑھا تا کہ میں بھی اللہ کے نزدیک مومن بن جاؤں ۔تو یہ تقلید بالکل صحیح تقلید ہے جس میں اس نے پوری صورتحال کو سامنے رکھ لیا اور جو اس کے عمل کی غرض تھی اس کو سامنے رکھ کر خود بھی وہ کام کرنا شروع کر دیا۔

اب اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے خواہ مخواہ کسی کے پیچھے لگ کر یہ کلمہ پڑھا ہے تو یہ غیر معتبر ہو جائے نہیں یہ معتبر ہوگا تو جب اسلام کی بنیاد کے اندر تقلید جائز ہے اور وہ مؤثر ہوتی ہے تو اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لحاظ سے تقلید کو غیر متند کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

آغازِ اسلام کے اندر جب دیکھ کر کسی کو کلمہ پڑھا اس بنیاد پر کہ وہ پڑھ کے مومن ہوا تو میں بھی پڑھ کر مومن ہو جاتا ہوں۔اس پر اس نے تقلید کر لی اور اس کو محمود قرار دیا گیا اس بنیاد پر اس کو مومن قرار دیا گیا تو یہ آغاز میں تقلید کا جب ایسا حسین منظر موجود ہے تو اختتام تک اور زندگی کے انجام تک جو شعبہ جات درمیان میں آئیں گے جن کا تعلق اُصول دین کے ساتھ نہیں ہوگا، بلکہ فروغ کیساتھ ہوگا ان کے اندر بندے کو ہر حال میں تقلید کرنا پڑے گی۔
دوسری حیثیت تقلیدِ فاسد کی ہے وہ کیا ہے کہ

کسی نے کلمہ پڑھا کسی کو دیکھ کر تو جب اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کلمہ کیوں پڑھا تو وہ کہنے لگا قُلْتُ مَاقَالُوْا جوانہوں نے کہا میں نے بھی کہہ دیا۔

وَلَا اَدْرِیْ مَاھِیَ اور یہ میں نہیں جانتا کہ یہ کلمہ ہے کیا وہ کلمہ پڑھ رہے تھے میں نے بھی پڑھ لیا اور یہ میں نہیں جانتا کہ یہ کلمہ ہے کیا اس لحاظ سے جب اس نے کہا تو اب یہ تقلید فاسد ہے۔

اس بنیاد پر کہ اس کو جب اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی نہیں ہوگی کہ لا الہ الا اللہ میں اللہ کا جوذکر کر رہا ہے۔ یہ اللہ کی ذات کا نام ہے اور وہ خود اقرار کر رہا لَا اَدْرِیْ مَــاھِــیَ میں نہیں جانتا کہ یہ ہے کیا میں یہ نہیں جانتا، میں نے یہ کلمہ اس لئے پڑھا کہ وہ پڑھ رہے تھے۔

تو تقلید فاسد ہوگی۔ اس بنیاد پر وہ مومن قرار نہیں پائے گا اور اس کو مسلمان نہیں کہہ سکیں گے تو ہم جس تقلید کے داعی ہیں، وہ تقلید تقلیدِ صحیح ہے اس کی آگے دو قسمیں ہیں، ایک تقلید محمود اور دوسری ہے تقلیدِ مذموم۔

تقلید صحیح کی اقسام

(۱) تقلید محمود (۲) تقلید مذموم

تقلید محمود وہ ہے جس کی شریعت میں تعریف کی گئی ہے۔

اور تقلید مذموم وہ ہے جس کی شریعت میں مذمت کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں بار بار یہ آیا ہے کہ جس وقت مشرکین مکہ کو یہ کہا جا رہا تھا کہ آؤ تم کلمہ پڑھ لو اور اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 104 میں ہے

وَاِذَاقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَااَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَاعَلَیْهِ آبَاءَ نَا

جب اُن سے کہا جائے کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف آجاؤ اور رسول علیہ السلام کی طرف آجاؤ تو کیا کہتے ہیں۔ حَسْبُنَــا مَــا وَجَدْنَا عَلَیْهِ آبَاءَ نَا جس طریقے پر ہم

نے اپنے آباء اجداد کو پایا وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ ہمیں قرآن کی ضرورت نہیں سُنّت کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔

حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا

تو یہ لوگ بھی ایک قسم کی تقلید کررہے تھے لیکن اُن کی مذمت کی گئی انکار رَدّ کیا گیا کہ یہ تمہارا قول درست نہیں، تمہارے آباء کے پاس ان دکھوں کا علاج کہاں ہے جو تمہارے رب کے پاس موجود ہے اور تمہارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہے۔ تم اس گمراہی سے نکلو اور اسلام کے اندر داخل ہو جاؤ، ان کے اس طریقے کو جو وہ کہتے تھے جو آباء کا دین تھا وہ ہمارے لئے کافی ہے ہم اسی پر رہیں گے' ناظرین ہم اس تقلید کے علمبردار نہیں ہیں۔ یہ بھی کسی کا غلط پراپیگنڈہ ہے، اگر وہ تقلید کے رَدّ میں ایسی آیات پڑھتا ہے تو ہم خود اسکا رَدّ کرتے ہیں۔ یہ تقلید تقلیدِ مذموم ہے ایک فیصد بھی ایسی تقلید جائز نہیں ہے اس واسطے کہ جن کی تقلید کی جارہی ہے وہ خود کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں' وہ خود مشرک ہیں' ان کے پیچھے جانے والے کیسے بچ سکیں گے۔ ہم اُس تقلید کے داعی ہیں کہ جس میں امام بھی صراطِ مستقیم پہ جارہا ہے اور تقلید والے بھی صراطِ مستقیم پہ جارہے ہیں اور قرآن مجید کی آیات میں اسکا ذکر موجود ہے۔

اگر باپ دادا کا حوالہ دے کر ان کی پیروی کرنا تقلید ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی تقلید کا ذکر کیا تھا۔

اور سورۃ یوسف کی آیت نمبر 38 میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ آپ اپنا مؤقف واضح کریں۔ آپ کس ملّت پر ہیں، کیا کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاءِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ

میں نے اتباع کی اپنے آباء کی ملّت کی' باپ دادا کی اتباع کی وہ کون ہیں

فرمایا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اب یہاں بھی حوالہ باپ دادا کا دیا جا رہا ہے لیکن یہ محمود ہے مذموم نہیں اسکی مذمت نہیں کی گئی اسکی شریعت نے تعریف کی ہے۔

آج ہمارے ہاں یک طرفہ ٹریفک چلتی ہے، مسلسل مشرکین والی آیات پڑھی جا رہی ہیں باپ دادا کا حوالہ دے کر اس کو چسپاں ہم پہ کیا جا رہا ہے کہ دیکھو وہ باپ دادا کی بات کرتے تھے تو قرآن نے رد کیا اور تم بھی کہتے ہو کہ یہ بات چونکہ حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور یہ فلاں نے کی ہے تو ہم اس کو ماننے والے ہیں، دیکھو باپ دادا کی بات کو ماننا اسکو قرآن مسترد کر رہا ہے۔

بھائیو یہ کتنا بڑا قرآن مجید کی آیات کے ساتھ ظلم ہے، وہ بات ان لوگوں کی ہے جن کے باپ دادا بُرے ہیں اور جس کے آباء اجداد کُفر و شرک میں ہیں۔ اب پچھلے بھی اُدھر ہی چلے جائیں گے لیکن جن کے آباء اجداد اور جن کے پیشوا پہلے گزرے ہوئے صراطِ مستقیم کا مینار ہوں تو پیچھے جانے والے بھی صراطِ مستقیم کی چمک ضرور ہوں گے۔

اس واسطے یوسف علیہ السلام نے فرمایا

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاءِیْ

میں نے بھی اپنے آباء کی ملّت کی پیروی کی، اُن کی اتباع کی، انکے پیچھے چلا اور اس کو واضح کر دیا کہ مطلقاً باپ دادا کی روش پہ چلنا یہ مطلقاً ناجائز نہیں ہے مطلقاً یہ مذموم نہیں ہے۔ مطلقاً یہ کام بُرا نہیں ہے یہ تب بُرا ہے کہ اگر باپ دادا بُرے ہیں اگر وہ مشرک ہیں اگر وہ گمراہ ہیں تو ٹھیک ہے ان کے پیچھے جانے کی قرآن مجید کی اجازت نہیں دی، لیکن اگر وہ اچھے ہیں تو قرآن کہتا ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ

تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو پہلے میری طرف جھک کے منزل تک

پہنچ گئے ہیں تم بھی پیچھے پیچھے چلو تمہیں بھی میرا دربار نظر آ جائے گا۔

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نقطہ نظر اس انداز سے میں پورے مضمون کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کسی جہت سے اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی کے ذہن میں ہوگا تو بعد میں جواب دیں گے۔

سورۃ النسآء کی آیت نمبر 59 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں ان کی۔

ان تین کی تم اطاعت کرو لیکن یہ فرق واضح کر دیا کہ یہ تیسری اطاعت پہلی دو کے سائے میں ہے کوئی مستقل نہیں ہے، اس واسطے پہلے اللہ تعالیٰ نے دو بار أَطِيعُوا بولا ہے

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

تیسری بار اللہ تعالیٰ نے أَطِيعُوا نہیں بولا بلکہ عطف ڈال دیا وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ اور جو تم میں سے اولی الامر ہیں ان کی بھی اطاعت کرو۔

اب اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تیسری ذات کون سی ہے۔

آج یہ بھی ایک نعرہ لگایا جاتا ہے کہ بس اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس کے سوا کوئی چیز نہیں اور کچھ نہیں، ہم مانیں گے تو جو یہ کہتا کہ ہم اور کوئی نہیں مانیں گے تو أُولِي الْأَمْرِ کا لفظ جان کیسے سکتا ہے۔

اس پر اسکا یقین کیسے ہوگا اگر اس کو نہیں مانے گا تو قرآن کو کیسے مان سکے گا اللہ تعالیٰ تو تین اطاعتوں کا حکم دے رہا ہے، دو مستقل ہیں اور تیسری ان کے ضمن میں ہے۔

اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ

اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اطاعت کرو اس ذات کی جو تم میں سے امر والی ذات ہے نہ وہ اللہ کی ذات ہے اور نہ وہ رسول علیہ السلام کی ذات ہے وہ تم میں سے ایک امتی کی ذات ہے۔

لیکن وہ ذات اتنی بڑی ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے اس کے کردار کو دیکھ کر اور اس کے علوم کو دیکھ کر اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا ہے۔

اسمقام پر مفسر بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطا بن سائب اور حضرت امام مجاہد حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ اجمعین یہ سارے کہتے ہیں کہ اولی الامر سے فقہاء مراد ہیں۔

(جامع البیان للطبری ۴/۲۰۶۔۲۰۷ دارالفکر)

وہ لوگ جنہوں نے قرآن پاک میں درک حاصل کیا اور ایک مقام تک پہنچ گئے۔ مرتبہ اجتہاد تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے میری اطاعت کرو اور میرے محبوب علیہ السلام کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اطاعت سمٹ کے دو بن جائیں گی اور دو پھر ایک بن جائے گی۔ لیکن تینوں کو بیان کردیا۔

جو احکام بدیہی طور پر ہیں وہاں تو اسکی کی تقلید کی ضرورت نہیں لیکن جہاں پر ایسے سینکڑوں مواقع ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ ان دو معانی میں سے کون سا معنیٰ مراد ہے یا ہمارا جو نیا مسئلہ پیش ہو گیا ہے یہ کس آیت کے زمرے میں آرہا ہے اور اس کی دلیل کونسی چیز بن سکتی ہے۔ تو اسمقام پر اولی الامر مسئلہ حل کرتے ہیں اور ان کے حل کو شریعت مطہرۃ نے پہلی دو اطاعتوں کے زیر سایہ قرار دے دیا ہے، اسی واسطے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

میرے سارے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

اب یہ بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات نہ صرف الوہیت والی ہے نہ رسالت والی ہے لیکن ہدایت میں ھادی مہدی بن گئے ہیں لوگوں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم کر دیا۔

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

لوگو تم پر میری سنّت بھی لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین کی سُنّت بھی لازم ہے اس پر خصوص میں خلفا کا ذکر کر دیا اور عموم میں تمام صحابہ کرام کا ذکر کر دیا۔ اب وہ ہدایت کے ستارے بنے ہیں اور جو ان کی ہدایت کو مان کے چلے گا۔

اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے کوئی نیا دین اختیار کر لیا اور وہ اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کے کسی اور کے پیچھے چل رہا ہے نہیں خود انہوں نے اس کے پیچھے چلایا ہے، لہذا صحابہ کرام کی اقتداء اور اتباع کے اندر جو چیز اس کو حاصل ہوگی یہ بھی اولی الامر کا ایک حصہ ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنی رضا کا حصول عطا فرمائے گا۔

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے، لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ صحابہ کرام کیا تقلید کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے۔ وہ اس وقت حنفی تھے، مالکی تھے، حنبلی تھے یا شافعی تھے ان کی حیثیت کیا تھی، تو میرے بھائیوں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ صحابہ کرام میں دو طرح کے لوگ تھے ایک وہ تھے جو مقام اجتہاد پر فائز تھے اور مجتہد تھے اور دوسرے وہ تھے جو مقلد تھے، صحابہ کرام میں مجتہد بھی تھے مقلد بھی تھے اور صورتحال یہ تھی کہ ابن قیم

نے اعلام الموقعین" میں اس کو بیان کیا ہے کہ:

''صحابہ کرام میں سے ۱۴۹ اصحاب فتوی تھے ان میں سے سات شخصیات کثیر الفتاویٰ تھیں ۔ ان میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔ (اعلام الموقعین ۱/ ۲۱ دار الکتاب العربی)

اگر چہ اُن میں سے ہر شخص ہی ہم سے تو کروڑ درجہ بہتر ہے اور ان کے علم کے مقابلے میں ہمارے بڑے سے بڑے عالم دین کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لیکن آخر اُن میں سے بھی درجات تھے۔ اُن میں سے ۱۴۹ اصحاب فتوی ہیں۔ ان اصحاب فتویٰ میں بھی درجات تھے۔ ابن قیم نے المکثر ون، المتوسطون، المقلون کے عناوین کے تحت By Name سب کا ذکر کیا ہے۔ (اعلام الموقعین ۱/ ۲۱)

اب جب وہ اصحاب فتوی ہیں تو مطلب یہ بنا کہ باقی سارے ان کی مانتے ہیں ورنہ وہ اصحاب فتوی کیسے بنتے جب ان سے کوئی فتوی ہی نہ پوچھتا تو پوچھتا وہ ہے جو پوچھ کے عمل کرے گا ۱۴۹ اُن میں سے اصحاب فتوی ہیں اور باقی ہزاروں سارے اُن کے مقلدین ہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ فتاوی ہمارے سامنے موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ہے مصنف عبد الرزاق ہے، تہذیب لآثار ہے۔

سیر اعلام النبلاء میں بعض آثار ہیں، بہت سی کتابوں کے اندر صحابہ کرام کے فتوے ہیں، امام ابو بکر محمد بن موسیٰ جو بہت بڑے محدث تھے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ بیس کتابوں میں اکٹھے کیے ہیں۔ (اعلام الموقعین ۱/ ۲۱)

اور اندازہ وہ ہے جو ہمارے ائمہ فقہا کا انداز ہے کیا جب ان (صحابہ) سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے حکم بیان کیا اسکی دلیل بیان نہیں کی تو پتہ کیا چلا کہ

صاحب فتویٰ صحابی کہہ رہے ہیں مجھ سے پوچھنے والے صحابی میں نے جو مسئلہ بیان کیا تم پر اسکی دلیل جاننا لازم نہیں حکم ماننا لازم ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے فقہاء سے فتوی پوچھ رہے ہیں۔ ۱۴۹ مفتی صحابہ کرام کے جب فتوے دیتے ہیں تو وہ فتوی اس انداز میں دیتے ہیں جیسے مقلد کو سمجھایا جاتا ہے۔ اُن کو ساتھ دلیل کا بیان ہی نہیں کرتے بلکہ وہ صرف حکم بیان کرتے ہیں اور حکم سن کر صحابی مان جاتے ہیں اور عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب ایک صحابی جو خود ہدایت کے ستارے ہیں وہ دوسرے مجتہد صحابی کی تقلید کرتے وقت دلیل نہیں پوچھتے بلکہ وہ دلیل کے بغیر آنکھیں بند کر کے اُن کے پیچھے چل کے عمل کرتے ہیں۔ تو ہدایت کے رہنما بنتے ہیں، تو ہم اگر ایسا کریں گے تو اس میں کونسی قباحت موجود ہوگی۔

۱۴۹ اصحاب فتوی ہیں اور ان کے فتاوی ہزاروں کی تعداد میں ہمارے پاس موجود ہیں اور انداز وہ ہے جو بعد والے فقہاء کا انداز ہے کہ دلیل کو بیان نہیں کیا بلکہ صرف مسئلہ بیان کیا ہے، حکم بیان کیا ہے اور اگر عمل کرنے والے کیلئے دلیل کا ماننا لازم ہوتا جس طرح کہ آج کچھ لوگوں نے موقف اپنا لیا ہے تو چاہیے تھا کہ قرآن میں ہر حکم کیساتھ دلیل ہوتی، پھر اس حکم پر سنت سے دلیل ہوتی پھر صحابہ کرام مانتے اور کہتے کہ اب تم نے تقاضے پورے کر لئے ہیں، اب ہم اس پہ عمل کریں گے، مگر قربان جاؤں ایمان صحابہ کرام پہ انہوں نے اپنے اماموں کی بات آنکھیں بند کر کے مان لی ہیں کہ یہ ان پر ہے انہوں نے ان مسائل کی تحقیق کر لی ہے۔ لہذا یہ جب تحقیق کر چکے ہیں تو ہمیں اب دلیل کے مطالبہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اس انداز میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی ذات کے قول کو بغیر دلیل کے مان جانا اسے ہی تقلید کہا جاتا ہے۔

اب صحابہ کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین میں فتوی دینے والے ۱۴۹ ہیں اور پھر

ہر ایک کے کچھ نہ کچھ ماننے والے ہیں، تو اس واسطے واضح طور پر یہ صورتحال نہ بنی جسطرح کہ بعد میں حنفی مالکی، حنبلی شافعی کہلوایا گیا۔ لہذا اس وقت اصحاب فتوی اور مجتہدین جو بیان کرنے والے ہیں وہ ایک ایک شہر کے ایک ایک مفتی کو ماننے والے ہیں۔ کوفہ والے اپنے مفتی کو' مدینہ والے اپنے مفتی کو' مکہ شریف والے اپنے مفتی کو' یہاں تک کے جب دوسرے صحابی کا اُن کے سامنے قول پیش کیا گیا تو وہ کہنے لگے

لَانَاخُذُ بِقَوْلِکَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَیْدٍ

اے ابن عباس تمہاری بات مان لیں اور زید کی بات چھوڑ دیں، نہیں ہم پہلے بھی اُن کی بات مانتے ہیں تو بعد میں بھی ان کی ہی مانیں گے، تو یہ تقلید شخصی کا بھی ایک دستور تھا بخاری شریف میں پورا قصہ یوں ہے عن عکرمۃ اَنّ اھلَ المدینۃ سَاَلُوا ابنَ عباس عن امراَۃٍ طَافت ثُمّ حَاضَت قال لھم تنفر قالوا لا نَاخُذ بقولک وَنَدعُ قولَ زید۔ (بخاری جلد ۱/ ۲۳۷ طبع کراچی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہلِ مدینہ شریف نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اگر ایک عورت نے طواف افاضہ کر لیا ہو پھر اس کو حیض آ جائے (کیا اس سے طواف وداع ساقط ہو جائے گا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ساقط ہو جائے گا وہ گھر چلی جائے تو اہل مدینہ نے کہا ہم حضرت زید بن ثابت کا قول ترک کر کے تمہارا قول نہیں مانیں گے۔

با قاعدہ خلفاء راشدین نے اس کی وضاحت کی تھی۔ اسواسطے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مقام پر تقریر فرما رہے تھے تو آپ نے اس تقریر کے اندر اس بات کو واضح فرما دیا جس وقت شعبہ جات کی تقسیم ہو رہی تھی کہ کسی طرح فتوی لیا جائے گا اور کس طرح آگے اس کے اوپر عمل کیا جائے گا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں بیان کر رہے تھے کہ جس شخص نے قراءت کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ حضرت اُبَیّ بن

کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جس نے وراثت کی بات پوچھنی ہو وہ حضرت زید بن ثابت کے پاس جائے اور جس نے فقہ کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے تو اب یہ بات بھی سامنے آئی کہ یہ نعرہ محض جذباتی ہے کہ ہمیں کسی اور کے فتوے کی ضرورت نہیں سب کچھ قرآن مجید میں ہے جب سب کچھ واضح طور پر جزی جزی لکھی ہوئی ہوتی تو پھر قرآن کروڑوں سپاروں کا قرآن ہوتا۔

پھر سب کچھ اس انداز میں تفصیل سے آجاتا اب قرآن مجید میں ہے تو سب کچھ مگر اُس سب کچھ تک ہر ایک سوچ نہیں پہنچ سکتی کوئی کوئی سوچ پہنچتی ہے اُس مقام تک۔

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امین کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی میاد
وہ فکر خدداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

اُس مقام تک پہنچنا یہ خاص لوگوں کا معاملہ ہے

اب جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ تقسیم کر رہے تھے اور وہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں ورنہ تو یہ سوال پیدا ہوسکتا تھا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ تمہیں ان شعبہ جات کو تقسیم کرنے کیلئے کیا ضرورت ہے۔ سب کچھ تو قرآن میں ہے اور سنت میں ہے وہ پڑھنے کی دعوت دو تم کیوں لوگوں کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دہلیز پر بھیجتے ہو اور کیوں لوگوں کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج رہے ہو اور کیوں لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجتے ہو۔ ان کو قرآن وسنت کی طرف بھیجو۔ وہ بہتر جانتے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ ان کی طرف بھیجنا۔ حقیقت میں قرآن وسنت کی وضاحت کردیں گے، اگر سن کے عمل نہیں

کرنا تھا تو پھر اُن کے پاس جانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں تھی۔ پتہ چلا کہ وہ ان کے پاس جاتے بھی تھے اور پوچھتے بھی تھے اور پوچھ کر عموماً بغیر دلیل کا مطالبہ کئے عمل کر کے تقلید کا اثبات بھی فرمارہے تھے

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف عرض کر کے اس مفہوم کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی گفتگو سے اب تک یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمیں تقلید کرنا پڑے گی اور دلیل کا جاننا عوام کے ذمہ کی بات نہیں بلکہ حکم کا جاننا ان کیلئے کافی ہے۔

اگر دلیل کو لازم کر دیا گیا تو عمر برباد ہو جائیگی یا منافقت آجائے گی کہ زبان سے کچھ کہا جارہا ہے اور عمل بغیر دلیل جاننے کے کیا جارہا ہے اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ آج کے زمانہ کا ایک دوکاندار ریڑھی لگانے والا وہ جب یہ دعوی کرتا ہے کہ میں غیر مقلد ہوں تو پھر وہ عمل تب کرے جب اُسے ساری دلیلیں آتی ہوں۔ جس کو اسلام کی ابتدائی معلومات کا پتہ نہیں اس کو ہر حکم کی دلیل کہاں سے آئی گی۔ تو پھر وہ اپنے موقف کے خلاف زندگی بسر کر رہا ہے لیکن یہ اصل حقائق ہیں کہ جن کو وہ روشنی شروع سے ملی ہے۔ عوام کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ حکم جان لیں اگر اُس حکم کی دلیل نہیں آتی تو پھر بھی عمل صحیح ہوگا، اگر جانیں گے تو یہ اُن کا شوق ہوگا۔ لیکن عمل کی صحت کیلئے حکم کا جان لینا کافی ہوگا۔

اب میں ایسی حدیث پیش کرتا ہوں جو میں نے کہا کہ امام کی ضرورت ہے حدیث کو سمجھنے کیلئے، اصل میں یہ قرآن وسنت ہی کی طرف پہنچاتے ہیں اور کہیں نہیں لیجاتے ہم اس لئے ان کو مانتے ہیں کہ ان کی اقتداء میں بندہ قران وسنت کی حقیقی تعلیم تک پہنچ جاتا ہے۔ ورنہ صرف لفظ پڑھ لینے سے اور صرف سند کو دیکھ لینے سے بندہ لفظوں کے ہیر پھیر میں تو رہ سکتا ہے، مگر حقیقت نگر میں کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اب دیکھئے اس حدیث شریف کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت

کرتے ہیں اور سند کے لحاظ سے بالکل صحیح حدیث ہے۔ یہ حدیث طحاوی شریف کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 11 اور 15 پر موجود ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کَانَ یَتَوَضَّاءُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کے ایک کنوے سے وضو کرتے تھے۔ وہ کنواں ایسا تھا کہ جس میں کبھی گندگی بھی پڑ جاتی تھی۔

فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ تُلْقٰی فِیْہِ اَلْجِیَفُ وَالْمَحَائِضُ

اس کنوے میں مردہ کتے بھی کبھی پڑے ہوتے ہیں اور کبھی اس میں حیض والے کپڑے بھی گرے ہوتے ہیں، تو آپ اس سے وضو کر لیتے ہیں۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

اِنَّ الْمَاءَ لَایَنْجُسُ

بے شک پانی پلید نہیں ہوتا۔

یہ لفظ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اب اس حدیث شریف کی محض جو آدمی سند پڑھ لے گا کہ حدیث صحیح ہے تو کیا وہ حق تک پہنچ جائے گا۔ کبھی بھی وہ حق تک نہیں پہنچے گا، اسواسطے کہ لفظ کیا ہیں۔

اِنَّ الْمَآءَ لَایَنْجُسُ

کہ پانی پلید ہوتا ہی نہیں، تو کیا کسی ذی عقل انسان کی عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ پانی وہ چیز ہے جو پلید ہو ہی نہ سکے۔

اِنَّ الْمَاءَ لَایَنْجُسُ

اسکا واضح ترجمہ یہ ہے کہ پانی پلید نہیں ہوتا، تو کیا اس سے یہ مراد ہے کہ جو

کچھ بھی پانی سے ہو جائے وہ پلید ہوتا ہی نہیں، اُس میں خواہ اتنی گندگی پڑی ہو پھر بھی چونکہ پانی چیز ہی ایسی ہے جو پلید ہی نہیں ہو تو یہ کیسے ہو سکے گا۔

جبکہ ادھر میرے محبوب علیہ السلام تو فرماتے ہیں

اگر گھڑے میں کتا منہ ڈال گیا تو اُس کو سات مرتبہ ڈھیلا رگڑ کے صاف کرو۔

پھر وہ صاف ہو گا ورنہ وہ صاف نہیں ہو گا، تو گھڑا یا برتن پلید کیسے ہوا اگر پانی پلید نہیں ہوا، پہلے پانی کو پلید مانا جائے گا۔ اُس کی وجہ سے وہ گھڑا پلید مانا جائے گا۔

جس سے وہ پلید پانی لگا ہوا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درجنوں احادیث ہیں۔ اس بارے میں کہ جس میں پانی کے پلید ہونے پر اس کے احکام بیان کئے ہیں۔

کنوے میں اگر کبوتر مرجائے تو اتنے ڈول نکالو بلی مرجائے تو اتنے ڈول نکالو اگر پانی پلید ہونے والی چیز ہی نہیں، تو پھر اُس کو پاک کرنے کا مطلب کیا ہے تو پتہ چلا کہ حدیث کو صحیح ماننے کیلئے بہت کچھ دیکھنا پڑے گا۔

سند بھی بڑی لازم ہے لیکن سند کے ساتھ اسکی عملی صحت کو بھی دیکھنا پڑے گا، دیگر احادیث سامنے رکھیں گے تو پھر پتہ چلے گا کہ

الماء سے ہر پانی کی بات نہیں کی جارہی، خاص پانی کی بات کی جارہی ہے، اسمقام پر امام کی ضرورت ہے کہ جو ذخیرہ احادیث پر پوری مہارت رکھتا ہے، ساری احادیث کو سامنے رکھتا ہے اور پھر درمیان سے معنی نکال کے سپرد کر دیتا ہے، لوگو تم گمراہ نہ ہو جانا کہ تم حدیث کے لفظ رٹ لو کہ پانی پلید ہوتا ہی نہیں جو کچھ اُس کیساتھ ہو جائے اتنے کلو اُس میں گندگی پڑی ہو وہ پلید ہوتا ہی نہیں، چونکہ حدیث کے لفظ ہیں، نہیں نہیں

یہ مجتہد کی شان ہے کہ وہ حدیث کا صحیح معنی بیان کر کے بتادے گا کہ

صرف سند نہ دیکھو صرف الفاظ نہ دیکھو پورے ذخیرہ احادیث کو دیکھو تو پھر پتہ چل جائے گا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے۔

اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

بیر بضاعۃ ایک کنواں ہے جو چشمہ نما ہے، پیچھے سے پانی آتا ہے۔ آگے باغ کو جاتا ہے، اُس کی حیثیت انھار کے پانی کی سی ہے، اُس میں کبھی کپڑا حیض کا گرایا کوئی ایسی چیز گری وہ نکال لی گئی اُس کے بعد پانی بہتا رہا نیا پانی آ گیا۔ اب جس وقت نیا پانی آیا تو اس صورتحال میں صحابہ کرام کو یہ تشویش ہوئی کہ پہلے یہاں ہی تو پلید پانی تھا۔ اس کنوے کے اندر دیواروں سے پلید پانی لگا ہوا تھا، اب اُس کے بعد پاک پانی پیچھے سے آ گیا ہے۔

تو وہ پلید پانی جو کنویں سے نکل گیا لیکن وہ اینٹوں سے ساتھ لگا ہوا تھا اُس کی وجہ سے نیا آنے والی پانی بھی پلید ہو جائے گا۔

تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ شریعت مطھرۃ میں گنجائش موجود ہے چونکہ یہ قلیل نہیں ہے، بلکہ ماء کثیر ہے پیچھے سے مسلسل پانی آ رہا ہے وہ جو اینٹوں وغیرہ سے کچھ پلید پانی لگا ہوا تھا وہ اس لئے آنے والے پانی سے بہہ جائے گا۔ اس کے بارے میں کوئی تشویش نہ رکھو اسواسطے کہ جب پانی بہہ جائے اور پلیدی نکال لی جائے اور اُس کا اثر ختم ہو جائے تو پانی پلید نہیں رہتا پاک ہو جاتا ہے۔

اب کہاں یہ مطلب کہ کتا اندر ہی پڑا ہوا ہو اور کہا جائے کہ پانی پاک ہے، پانی سے بدبو آ رہی ہے تو حدیث پڑھی جائے، انّ الماء لا ینجس

پانی پلید نہیں ہوتا اگرچہ بدبو آ رہی ہو، ہرگز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں تھا یہ پس منظر تھا جن میں مخصوص پانی کے بارے میں پوچھا جا رہا تھا وہ پانی

نہیں کہ جس میں کتا مرا ہوا اور ڈوبا ہوا ہو پھر بھی سرکار فرما رہے ہوں کہ میں اس سے وضو کرتا ہوں، یہ پلید نہیں ہوتا، اسکا تصور کرنا بھی کتنی بڑی غلطی ہے، مطلب یہ تھا کہ پانی پلید نکل گیا پیچھے پاک پانی آ گیا۔ پلیدی بھی دور کر دی گئی اور پانی جو اس وقت موجود ہے اس میں پلیدی کا نہ رنگ ہے نہ پانی کے ذائقے پر اُس پلید چیز کا اثر ہے اور نہ ہی اُس سے بدبو آ رہی ہے اگر چہ کچھ پانی بعد والا پہلے پانی کے ساتھ ملاقات ضرور کرے گا لیکن محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ شریعت میں گنجائش ہے۔

ایسی صورتحال کے اندر جب پانی کثیر ہو تھوڑے پانی کا پھر بھی وہی مسئلہ ہے۔

کثیر پانی کی شکل میں سرکار نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الْمَاءَ لَایَنْجُسُ

اے صحابہ کرام تم اب اس کو پاک سمجھو اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرو، اب اگر اس کو پہلے مفہوم میں رکھا جائے تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

لَایَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ (ترمذی حدیث نمبر ٦٨)

تم میں سے کوئی شخص بھی کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے، اسواسطے کہ وہ پانی پلید ہو جائے گا اور تمہارا غسل ناجائز ہو جائے گا تو اگر

اِنَّ الْمَاءَ لَا یَنْجُسُ

کا مطلقاً یہ مطلب ہے کہ پانی پلید ہوتا ہی نہیں پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیوں کیا اور پیشاب والے پانی کو پلید کیوں قرار دیا اور دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے، جس سے مطلب بالکل سامنے آ جائے گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الْاَرْضَ لَاتَنْجُسُ

زمین پلید نہیں ہوتی، تو اب کا کیا مطلب ہے کہ جتنا بھی گندگی کا ڈھیر

پڑا ہوا اُس پر نماز پڑھو وہ پلید نہیں ہوتی، نہیں

بلکہ اسکا مطلب یہ ہے

لَا تَبْقٰی نَجَسَۃً

زمین پلید باقی نہیں رہتی، کہ ایک مرتبہ پلید ہوگئی ہو تم سمجھو کہ قیامت تک پلید ہی رہے گی پاک نہیں ہوگی فرمایا نہیں نہیں۔

اگر وہاں سورج کی روشنی پڑ گئی بدبو دور ہوگئی پلیدی کی کوئی نشانی وہاں موجود نہیں رہی تو اب وہ زمین پاک ہوگئی ہے، زمین پلید نہیں ہوتی مطلب یہ ہے کہ جب وہاں سے نجاست دور ہو جائے پھر بعد میں بھی پلید نہیں رہتی بلکہ وہ پاک ہو جاتی ہے۔

جیسے ایک شخص نے مسجد میں پیشاب کر دیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پر بالٹی پانی کی بہاؤ اب اگر زمین پلید نہیں ہوتی تھی تو اس پر پانی کیوں انڈیلا اور اس کو صاف کیوں کروایا۔

مطلب یہ تھا کہ پلید ہو تو جاتی ہے مگر یوں نہ سمجھنا کہ اب یہ قیامت تک پلید ہی رہے گی جب نجاست اٹھالی جائے اور زمین کو کھرچ لیا جائے یا وہاں سے بدبو تک ختم ہو جائے تو اب اس کے بارے میں وہم نہ کرو کہ یہ پلید ہے زمین ایسی چیز نہیں جو پلید ہی باقی رہے بلکہ وہ پاک ہو جاتی ہے۔

تو جیسے یہ معاملہ تھا ایسے ہی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے

اِنَّ الْمَاءَ لَا یَنْجُسُ

اگر پانی پلید ہو جائے تو اس کے بعد نہ سمجھو کہ اب وہاں جتنا بھی پانی آئے گا وہ پلید ہی ہوگا، نہیں، جب اگلا پانی نکل جائے گا تو پچھلا پلید نہیں ہوگا اور کثیر کی شکل میں اس کے اندر طہارت موجود ہوگی اور اس میں وضو کرنے کی کوئی قباحت موجود نہیں

ہوگی بشرطیکہ اس سے پانی لیا جا رہا ہے اس میں بھی گندگی نہیں ہے اور بدبو بھی اس پر غالب نہیں ہے اس کے علاوہ ذائقہ پر بھی گندگی کی تاثیر نہیں اور رنگ کے لحاظ سے بھی تاثیر نہیں اب اس کو پاک سمجھا جائے گا اسکے ساتھ وضو کر لیا جائے گا۔

اب آپ کو اس حدیث سے اندازہ ہوگا

یہ احادیث جو میں پڑھ رہا ہوں سند کے لحاظ سے ساری صحیح ہیں۔ اگر بندہ صرف لفظوں کے اوپر ڈٹ جائے۔

اِنَّ الْمَاءَ لَایَنْجُسُ

تو کہاں تک بندہ تباہ ہو جائے گا، کتنی بڑی تباہی اس کے مقدر میں آجائے گی کہ وہ ہر پلید چیز کو پاک سمجھنا شروع کر دے گا یہاں سند کو دیکھنا محض کام نہیں دے گا، یہاں عملی صحت کو مانا جائے گا جس کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ

جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہوتا ہے۔

مطلب یہ کہ سند کے لحاظ سے بھی صحیح ثابت ہو جائے اور عملی طور پر بھی صحیح ثابت ہو جائے تو اب وہ حدیث مانی جائے گی اس کے مقابلے میں کسی چیز کو نہیں مانا جائے گا یہاں تک ضعیف حدیث کو بھی امام صاحب نے قیاس پر مقدم کر دیا۔

ابن قیم نے اعلام الموقعین میں ایک پورا باب لکھا ہے کہ جس کے اندر وہ سارے مسائل ہیں کہ جن میں امام صاحب ضعیف حدیث کو بھی قیاس ترجیح دیتے ہیں اور اپنے قیاس کو روک کر ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور اس کی امثلہ بہت زیادہ ہیں، بطور مثال میں نے ایک حدیث آپ کے سامنے پڑھی ہے کہ جس مقام پر حدیث کو حدیث مانتے ہوئے بھی ہمیں ضرورت ہے کہ اس بات کی حقیقت کو

کس کے کہنے پر مان لیا جائے کہ وہ تقابل کون دور کر دے گا اور اس طرح سارے علوم کو ملا کر نتیجہ کون نکالے گا اور روح کون نکال کے دے گا، وہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ جس میں حدیثیں اکٹھی ہو رہی تھیں لیکن ان احادیث میں تطبیق اور ان کو سامنے رکھ کر سب سے ایک بات ہی نکالنا یہ مجتہد کی شان ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ اس امتی کیلئے اور اس مقلد کیلئے اگر خود ایک نماز کا مسئلہ تحقیق کے بعد اسکو پڑھنا پڑتا کہ میں پوری نماز کے مسائل کی دلیل جانوں تو ساٹھ ستر سال کا ہو جاتا پھر اختلافات یاد کرتا پھر نماز پڑھنا شروع کرتا عمر گذر جاتی وہ خائب خاسر ہو جاتا، یہ راہ تقلید ہے کہ جس نے بندے کو مختصر وقت میں عمل کی لائن کے قابل بنا دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں اور آیات میں ہمیں ترکِ تقلید کے لحاظ سے جو خرابیاں ہوتی ہیں اس پر بھی بڑا مواد ملتا ہے۔

قَالُوْ الَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْنَعْقِلُ مَاكُنَّا فِيْٓ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ

جہنمیوں سے جب پوچھا جائے گا کہ تم جہنمی کیسے بنے تو وہ کہنے لگے۔

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْنَعْقِلُ

اگر ہم سن لیتے یا سمجھ لیتے تو ہم جہنمی نہ بنتے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسمقام پر تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ ویسے تو ایک ہی بات کافی تھی نسمع ہم سن لیتے، نعقل ہم سمجھ لیتے اگر ایک لفظ آ جاتا تو کافی تھا لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں بعضی از مفسرین نسمع را بر تقلید و نعقل را بر تحقیق و اجتہاد حمل نمودہ اند کہ ہر دو راہ نجات اند

"بعض مفسرین نے نسمع کو تقلید پر اور نعقل کو تحقیق واجتہاد پر حمل کیا ہے کہ دونوں نجات کے راستے ہیں تفسیر عزیزی فارسی پارہ ۲۹)

نسمع

ہم کسی کی سن کے تقلید کر لیتے اور نعقل یا ہم میں یہ صلاحیت ہوتی کہ ہم خود

سوچ لیتے، ہم نہ خود اجتہاد تک پہنچے اور نہ کسی کی تقلید کی نتیجہ یہ نکلا کہ ہم گرتے گرتے اس مقام تک پہنچ گئے کہ جس کے آگے اور خسران کی وادی نہیں ہے۔ انسان جب راہ تقلید سے تھوڑا سا ہٹتا ہے آغاز میں کچھ اچھا ہے لیکن پھر ہٹتے ہٹتے وہاں تک پہنچتا ہے کہ اس سے زیادہ آگے گہرہ کوئی جہنم کا گڑھا ہی نہیں ہے، تجربہ کے اندر آپ نے دیکھا جو تقلید کی راہ سے ہٹے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہو یا غلام احمد پرویز ہو یہ غیر تقلید کے درخت پہ لگنے والے کانٹے ہیں آگے کیا انجام ہوا بھٹکتے گئے گرتے گئے اور آگے چلے گئے لیکن جو راہ تقلید پہ رہا اس کے گرد قرآن و سنت کی تعلیمات کا پہرہ تھا اور وہ بدستور اپنی صحت پر قائم ہے۔

لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ یہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے لوگوں کا انداز ہے جو تقلید کو چھوڑ کے بڑھے تو خطرہ ہے کہ وہ چلتے چلتے مرتد ہو جائیں گے مرتد ہونے سے ایسی دہلیز تک پہنچ جائیں گے جہاں صرف ہلاکت کے اور کوئی چیز نہیں ہوگی۔

بخاری و مسلم کی حدیث صحیح میں ہے۔ بخاری میں ۱/ ۱۸۷ پر ہے

کہ جس وقت قبر کے اندر امتحان ہوتا ہے تو وہاں پر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جائیگا تو ایک شخص کا جواب یہ ہوگا۔

هاها، لَا أَدْرِيْ

میں نہیں جانتا۔ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جب وہ یہ جواب دے گا تو فرشتے اُس کو ماریں گے۔

لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ

لا دریت" تو نے خود آپ ہی غور نہیں کیا" ولا تلیت' اور کسی غور کرنے والے کی تقلید بھی تم نے نہ کی' دونوں میں سے ایک کام تو کر لیتے یا تو خود مقام اجتہاد تک پہنچ جاتے یا پھر کسی مجتہد کی تقلید کر لیتے جبکہ تم نے دونوں کام چھوڑ دیئے۔

فَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ

لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ اُس کو مارا جائے گا۔ کہ یہ جس وادی پر تم پہنچے ہواسکا آغاز اُس وقت ہی ہو گیا تھا جب دو کاموں میں سے ایک کام بھی تجھ میں موجود نہیں تھا۔ تم زندگی اس طرح گذارتے رہے چلتے چلتے بھٹکتے بھٹکتے پہلے فقہاء پر عدم اعتماد کیا پھر محدثین پر بھی کر دیا۔ پھر اہل قرآن پر پھر قرآن پر بھی عدم اعتماد کر دیا پھر دہریہ بن گیا۔ یہ ایک مسلسل گمراہی کی چین ہے، جو عدم تقلید سے شروع ہوتی ہے اور جہنم کے گڑھے میں جا کر ختم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے ہمیں ایسی ہلاکتوں سے بچا کے رکھا ہوا ہے درمیان میں ایمان وتقوی کا ایسا پہرہ ہے اور اُن ائمہ کی تقلید کا جو قرآن وسنت سے ایک انچ بھی آگے پیچھے نہیں جانے دیتے۔

قران وسنت کے حصار میں بندے کو پوری زندگی کا راہی بنا دیتے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات اس سلسلہ میں یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے۔

ہمارے ہاں جو ترک تقلید کا ایک رواج چلا تو تجربہ کی بات ہے جب یہ چلا تھا اُس وقت خطرناک نہیں تھا خود یہ لوگ ماضی میں آغاز کے اندر ائمہ کا اتنا ادب کرتے تھے اسقدر ائمہ سے انکو محبت تھی لیکن چلتے چلتے آج وہی لوگ ایسی ایسی باتیں بولتے ہیں یہ وہ فطری پراگرس ہے عدم تقلید کے اندر ہلاکت کی کہ انکے اپنے آباء جو کچھ کہتے ہیں یہ آج ان کا کہا ہوا چھوڑ گئے۔ جہاں سے عدم تقلید کی روش نکلی تھی۔ اُس وقت کا ایک واقعہ مولانا داؤد غزنوی کی سوانح عمری میں صفحہ نمبر 384 پہ لکھا ہے کہ

مولانا عبدالجبار غزنوی کا امرتسر میں مدرسہ تھا جس کا نام مدرسہ غزنویہ تھا وہاں ان کے مدرسہ میں ایک مولانا پڑھتے تھے جو امرتسر کی تیلیاں والی مسجد کے خطیب تھے اُسکا نام عبدالعلی تھا۔

مولانا عبدالجبار کی کلاس میں اُن کے شاگرد عبدالعلی نے کہہ دیا کہ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا ہوں یہ اُس کے لفظ تھے کیونکہ یہ بڑے کا نام یوں ہی لیتے ہیں جیسے چھوٹا بھائی ہوتا ہے۔ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا ہوں کیوں؟ انہیں تو صرف سترہ حدیثیں آتی تھیں مجھے اُن سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ لہٰذا اُن سے میں اچھا ہوں آج تو یہ بات ہر چھوٹے بڑے کا وظیفہ بنی ہوئی ہے لیکن جب یہ گمراہی کا سلسلہ شروع ہوا تھا اُس وقت ابھی ہدایت کے آثار کافی باقی تھے۔

عبدالجبار غزنوی کے چہرے کا رنگ سرخ ہوگیا اور اُس نے اپنے شاگرد کو ڈانٹ کر مدرسہ سے نکال دیا۔ تم کون ہوتے ہو چلے جاؤ تم امام ابوحنیفہ سے برابری کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اُن کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور تمہیں اتنی زیادہ آتی ہیں۔ میں تمہیں نہیں پڑھاؤں گا تم اتنے بڑے گستاخ ہو۔

انہوں نے اپنے درس سے نکال دیا۔ لوگوں نے کہا کہ مولانا اتنا بڑا جرم بھی کیا تھا کہ وہ تعلیم سے محروم ہوگیا۔ چاہیے یہ تھا کہ تھوڑی زجر و توبیخ کے بعد قبول کر لیتے تو مولانا عبدالجبار غزنوی کہنے لگے۔

مجھے خطرہ ہے کہ یہ شخص مرتد ہو جائے گا۔ اب گواہ موجود ہیں ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ مدرسہ غزنویہ کا وہ مولوی عبدالعلی جوتیلیاں والی مسجد کا خطیب تھا وہ قادیانی بن گیا جب وہ قادیانی بنا تو لوگوں نے آ کے عبدالجبار غزنوی سے کہا جو خود غیر مقلد تھے لیکن ابھی آغاز تھا تو اتنا ادب واحترام ائمہ کرام کا تھا۔ اُن کی غیرت سے یہ برداشت نہیں ہوسکا کہ زمانے کا امام ہو اور ایک چھوٹی سے مسجد کا امام اُن کا چیلنج کرتا پھرے۔

لوگوں نے عبدالجبار غزنوی سے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ بندہ مرتد ہو جائے گا۔ غیب تو خدا جانتا ہے تو کہنے لگا میں غیب تو نہیں جانتا لیکن ایک حدیث شریف سے مجھے یہ پتہ چل گیا تھا کہ جس شخص نے امام اعظم ابوحنیفہ پہ تنقید کی

وہ دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکے گا، کیوں؟

کہنے لگا میں نے یہ حدیث شریف پڑھی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے حدیث قدسی ہے۔

مَنْ عَادَلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ

کہ جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اُس کو جنگ کا چیلنج کرتا ہوں۔

تو عبدالجبار غزنوی کے لفظ تھے کہ امام ابو حنیفہ بالیقین اللہ کے ولی ہیں اور اس بندے نے اُن کی توہین کی ہے۔ توہین کے بعد مجھے خطرہ تھا کہ کہیں اس کی پاداش میں ہم بھی نہ مارے جائیں۔ میں نے اس واسطے اس کو اپنے مدرسہ سے نکال دیا ہے لوگو تم نے دیکھ لیا کہ وہ بات بالکل سچی ہوگئی۔ اُس نے امام صاحب پہ تنقید کرنا شروع کی تھی آہستہ آہستہ یہ نہیں کہ اُس نے صرف فقہ پہ تنقید کی ہو اُس نے تنقید سنت پر بھی کر دی اُس نے قرآن پہ بھی کر دی اور اُس نے امام الانبیاء علیہ السلام پہ بھی کر دی اور بالآخر یہ نتیجہ نکلا کر وہ مرتد ہوگیا۔ یہ گمراہی کی ایک چین (Chain) ہے اور ترکِ تقلید کی جو تباہ کاریاں ہیں وہ سامنے آ رہی ہیں۔

اس واسطے انسان جتنا محدود ہوتا ہے اور اپنے گرد شریعت کے پہرے کو پکا کر لیتا ہے اتنی اُس کیلئے رہنمائی زیادہ ہوتی ہے اور وہ گمراہی سے بچتا جاتا ہے۔ جب تھوڑا سا وہ پردہ اٹھاتا ہے کہ کوئی نہیں امام بھی تو بندے ہی تھے اُن کے مقابلے میں آتا۔ پھر محدثین کے مقابلے میں آجاتا ہے پھر خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آجاتا ہے۔ یہ اُس کی گمراہی کی آخری حد ہوتی ہے یہ ہیں ترک تقلید کی تباہ کاریاں۔

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ تمام لوگوں کو ان تباہ کاریوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وآخر دعونا اَنِ الْحَمْدُ اللہ رب العالمین

باب نمبر 20

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ شِفَاءً لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَ اَخْرَجَ بِہٖ عِبَادَہٗ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْمَاحِیْ آثَارِ الْکُفْرِ وَالشُّرُوْرِ الْاُ مِّی الْعَالِمِ بِالْبُطُوْنِ وَالظُّھُوْرِ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ بَذَلُوْا مُھَجَھُمْ فِیْ ابْتِغَاءِ، مَرْضَاتِہٖ وَ اجْتَھَدُوْا فِیْ اِتِّبَاعِ سُنَنِہٖ وَ صِنِعَاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلَہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَا ئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْ تَسْلِیْمًا.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُهٗ عَمَّ نَوَالُهٗ وَاَعْظَمَ شَانُهٗ وَاَتَمَّ بُرْهَانُهٗ کی حمد وثنا اور حضور اکرم نورِ مجسم شفیع معظم ختم الرسل مولائی کل احمدِ مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود سلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثانِ منبر ومحراب ارباب فکرودانش معزز ومحتشم حضرات وخواتین:

ربّ ذوالجلال کے فضل وکرم اور توفیق سے ان پُرنور لمحات میں ہم سب کو ادارہ "صراط مستقیم" کے فہم دین کورس کے بیسویں درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ میری دعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ تمام کی شرکت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ربّ ذوالجلال اُمتِ مُسلمہ کو میدانِ جہاد میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری آج کی گفتگو کا موضوع "جہاد اور دہشت گردی میں فرق" ہے۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ.

بے شک اللہ نے مومنین سے خرید لیا ہے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلے قرآن مجید میں جابجا جہاں جہاد کا حکم دیا گیا ہے وہاں اسکی حیثیات کو بھی بیان کردیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاد کیا ہے اور دہشت گردی کیا ہے۔

جہاد لغت میں مشقت اور کوشش کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ شریعت میں اسکی تعریف یہ ہے

امام بدرالدین عینی عمدة القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں

بَذْلُ الْجُهْدِ فِیْ قِتَالِ الْکُفَّارِ، لِاِعْلَاءِ کَلِمَةِ اللّٰہِ

کافروں کے ساتھ لڑ کر اپنی کوششوں کو صرف کرنا اللہ کے کلمہ کو اونچا کرنے کیلئے

اس مقام پر اور دیگر مقام پر جو جہاد کی تعریف کی گئی ہے ہر جگہ پر اعلاء کَلِمَۃ اللہ کا ذکر ضرور موجود ہے کہ جہاد میں پیش نظر یہ ہے کہ قربانی دیکر کوشش کر کے بندہ اللہ کے دین کا جھنڈا بلند کرے اور کلمۃ اللہ کو بلند کرے۔اب اس تعریف سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ جہاد اصلاح کا نام ہے۔جہاد فساد کے خاتمے کا نام ہے جہاد بگڑے ہوئے لوگوں کی بگڑی بنانے کا نام ہے۔اس میں مقصود اور سرفہرست ہدف کسی کو مارنا نہیں کسی کا لہو بہانا نہیں کسی کے ٹکڑے کرنا نہیں مقصود ہے کلمۃ اللہ کو بلند کرنا۔اگر کوئی ویسے ہی اللہ کے دین کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔اسکو دعوت دی جاتی ہے وہ مان جاتا ہے تو اب اسے کچھ بھی نہیں کہا جائے گا

اگر ہر حال میں اسلام کو مطلوب یہ ہوتا کہ خون بہایا جائے اور لوگوں کو حراساں کیا جائے اور لوگوں کے ٹکڑے کیے جائیں تو کبھی بھی جہاد میں سب سے پہلے دعوت کو نہ رکھا جاتا۔جبکہ جہاد کا پہلا اہم حصہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ جہاد کرنا ان کو دعوت دی جائے۔ان کو سمجھایا جائے کہ ہم تمھارے خلاف کیوں ہیں اور تم سے کیوں لڑنا چاہتے ہیں۔تمھارے لئے یہ دعوت اسلام ہے قبول کرلو یہ پہلا حصہ ہے اسکے بعد اگر وہ دعوت کو قبول نہیں کرتے تو دعوت اسلام کو ٹھکرانے کا ایک جرم کر رہے ہیں۔جس کے بعد ان پر حملہ کیا جائے گا اور ان کے خلاف لڑائی کی جائے گی۔ جب اعلاء کلمۃ اللہ پیش نظر ہے تو سب سے پہلے دعوت کی شکل میں اسلام نے اس

بات کو واضح کر دیا کہ خون خرابہ سے قبل اور لڑائی سے پہلے یہ دعوت پیش کی گئی ہے اور یہ دعوت امن کی دعوت ہے چین کی دعوت ہے اور اتنی جامع دعوت ہے جو قبول کرلے گا دنیا میں مسلم اُمہ کی گولیوں سے اور تلواروں سے بچ جائے گا۔ اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچ جائے گا۔ تو یہ جہاد ایک اصلاح کا پیغام ہے جو کہ بندے کو دونوں جہاں کے اندر سرفراز کرتا ہے۔

دہشت گردی اور جہاد میں فرق

رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجا تھا تو یہ ان پر لازم کر دیا تھا کہ لڑنے سے پہلے ان کو دعوت دو

مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمْرِ النَّعَم

اگر تمہاری دعوت پر اور تمہاری تبلیغ پر ایک شخص نے بھی اسلام کو قبول کر لیا تو یہ تمھارے لئے پوری دنیا کے مقابلے میں بہتر ہوگا۔

پہلا فرق جہاد اللہ کی رضا دہشت گردی نفسانی خواہش ہے

تو سب سے پہلے جہاد کے اندر دعوت ہے۔ اس چیز نے واضح کر دیا کہ دہشت گردی اور جہاد میں بنیادی طور پر کتنا فرق ہے۔ کہ دہشت گردی کا دعوت پیغام اور ایمان و دین کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا اصلاح اور خیر کے کسی پہلو کیساتھ کوئی رابطہ نہیں ہے۔ وہ سراسر فساد ہے۔ شر ہے اور لوگوں کے اندر خواہ مخواہ بے چینی پیدا کرنا ہے۔ جبکہ جہاد وہ پیغام جو بندے کو دنیا میں بھی امن دینا چاہتا ہے اور آخرت میں بھی امن دینا چاہتا ہے۔ اس مقام پر سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۱ میں اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے

جب یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی جانیں بیچ چکے ہیں تو کیا کرتے ہیں

یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں

فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ

اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو جاتے ہیں۔

وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ

اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر یہ سچا وعدہ ہے تورات میں انجیل میں اور قرآن میں

وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ

اللہ سے بڑھ کے وعدہ میں سچا قول کس کا ہو سکتا ہے تو خوش ہو جاؤ اس بیع پر جو تم نے اللہ کے ساتھ کی ہے اس سودے پر خوش ہو جاؤ

وَ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ

یہ بہت بڑی کامیابی ہے اب اس آیت کریمہ میں جو جہاد کی حیثیت واضح کی گئی تو اس میں دوسرا بڑا فرق ہمارے سامنے واضح ہے کہ دہشت گردی بندے کا ایک جنون اور ایک بندے کی خواہش ہے اور وہ اپنی ایک وحشت اور بربریت کو نفس

الامر میں ثابت کرنا چاہتا ہے اور اس کے پیش نظر اور کوئی چیز نہیں جسکو وہ دین کے لحاظ سے حاصل کرنا چاہتا ہو، جبکہ جو مجاھد جہاد میں نکلا ہے تو اس کو وہ سودا مجبور کر رہا ہے جو اس نے اللہ کے دربار میں کیا ہے۔ اصل میں یہ قرض اتارنے نکلا ہے اسواسطے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے اسکی جان کو خرید لیا۔ اور جنت اسکے نام لگا دی ۔تو اب یہ اس کے ذمہ ہے کہ جنت جب اسکو مل چکی ہے تو یہ اپنی طرف اپنی جان بھی اللہ کے دربار میں پیش کر دے۔ تو خالق کائنات کے دربار میں جان کا نذرانہ پیش کرنا اس پر ایک فرض تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ میں کب یہ جان اللہ کے دربار میں پیش کرتا ہوں۔ جب وقت جہاد آیا تو یہ اپنی جان کی ادائیگی کیلئے خالق کائنات کے دربار میں جان کو پہنچانے کیلئے باہر نکل آیا ہے۔

اب اسکا تعلق اپنی خواہش کیساتھ نہیں اسکی تلوار چلانے کا تعلق اپنے دل کی کسی چاہت کیساتھ اور نفسانی خواہش کیساتھ نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے جان دینا چاہتا ہے کہ اللہ نے اس کی جان کو پسند کرلیا اس کے دربار میں ہر سودا بکتا نہیں وہ خالص سودے ہیں جو وہاں اس کے دربار کے لائق ہوتے ہیں اور اس معیار کے ہوتے ہیں اور پھر ان کو قبول کرلیا جاتا ہے لہذا مجاھد تو اللہ کے شکر کے جذبہ سے سرشار ہو کر نکل رھا ہے۔

تجھے وہ شاخ سے توڑیں زہے نصیب تیرے
تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب تیرے

کہ ہر شخص کی جان کی یہ قدر ہی نہیں کہ اللہ اس کو قبول کرلے۔ میرے جان کو میرے رب نے قبول کرلیا ہے۔ لہذا یہ قرض اتارنے کے لئے کہ جنت مجھے مل

چکی جان ابھی تک میرے پاس موجود ہے یہ جان میں جان آفرین کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ یہ انداز شکر میں شوق شہادت میں اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس نفس میں کسی لذات و خواہش کا کوئی تعلق نہیں ہے جبکہ دہشت گرد اپنی جنونیت کو ایک چین دینا چاہتا ہے لوگوں کو بے چین کر کے اپنی بربریت کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات اس آیت نے ثابت کردی کہ اللہ کا بندہ جب تلوار چلا رہا ہوتا ہے۔ تو اس وقت اسکی کسی خواہش کا تلوار چلانے میں کوئی دخل نہیں ہوتا وہ صرف اور صرف اپنے رب کی رضا کے حصول کے پیش نظر تلوار چلاتا ہے۔

تو خالق کائنات اس کے عمل کو قبول فرما کے اس کو فردوس بالا میں بلند مقام عطا فرماتا ہے اب اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے بڑے خوبصورت انداز میں اس معاملے کو بیان کیا ہے اول تو یہ ہے کہ خریدا تو اس چیز کو جاتا ہے جو اپنی نہ ہو جو پہلے ہی اپنی ہو اُس کو خریدا نہیں جا سکتا۔ دوسرے نمبر پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر خریدنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی اللہ نے خرید لیا۔ خریدتا وہ ہے جو محتاج ہوتا ہے جبکہ اللہ تو کسی چیز کا محتاج نہیں ہے تو پھر خریدنے کا مطلب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا جو مومن کی جان کیساتھ جو پیار ہے اور مومن کی جان کی حیثیت اور شان جو ہے اس کو واضح کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ مومن میرا ہی پیدا کردہ ہے۔ میری ہی مخلوق ہے میرے ہی ملک میں ہے لیکن میں نے اسکو اعزازی طور پر جان دی ہے۔ جب دی ہے تو اس سے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ لیکن اب جب لے رہا ہوں تو معاوضہ دے کر لے رہا ہوں۔ حالانکہ مفت دی ہوئی چیز ویسے بھی لی جائے تو کوئی قباحت نہیں

تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے مومنین میں تمھیں ایک فریق سمجھ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ تمھیں میں نے گویا مالک بنا دیا اور تم سے یہ خرید رہا ہوں۔ حالانکہ یہ تمھاری جان پہلے بھی میرے ملک میں ہے۔ لیکن لفظ اشتریٰ سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے مشتری کی سودے کے ساتھ ایک چاہت ہوتی ہے وہ قیمتی سودہ لے کر اس کو اپنے قریب ظاہر کرتا ہے۔ کہ میرے اس پیسے سے اتنا پیار نہیں جتنا اس سودہ سے پیار ہے۔ میں بھی یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری جنت بڑی قیمتی ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اے مومنوں تمھاری جانوں سے مجھے اتنا پیار ہے کہ اتنا جنت سے پیار نہیں ہے۔ میں جنت دیکر تم سے جان وصول کر رہا ہوں۔ صرف یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ تمھاری جانوں کا میرے دربار میں مقام ظاہر ہو جائے۔

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حرف با جنت پر داخل کیا۔ مطلب کیا بنا کہ جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خریدا گیا۔ اصل سودا مومن کی جان ہے اور جنت قیمت ہے۔ ہمیشہ سودا کا مرتبہ قیمت سے بڑا ہوتا ہے۔ چونکہ بندہ قیمت دیکر اپنے آپ سے پیسے کو دور کر کے سودے کو قریب کر لیتا ہے اور اس کی عظمت کو واضح کرتا ہے۔

یوں بھی تو ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے کہ اس کے بندوں نے اللہ سے جنت خرید لی ہے۔ اپنی جانیں بیچ کر۔ تو اس سے قیمت جنت کی ظاہر ہوتی اور جان کی حیثیت ظاہر نہ ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کی جان کو یوں اسکو شان عطا فرما دی ہے اصل میں مقصود تمھاری جان ہے۔

جنت تو اس کا عوض اور معاوضہ ہے۔ جو اس کے بدلے میں دیا جا رہا ہے

تا کہ پتہ چل جائے کہ ایک فقیر سا مومن بھی اللہ کے دربار میں کتنا امیر ہے۔ خالق کائنات کی وہ جنت جسکا ایک مربع فٹ پوری دنیا سے قیمتی ہے وہ جنت دیکر اپنے بندے سے اسکی جان کو خرید رہا ہے۔

محتشم سامعین حضرات:

پھر اللہ تعالیٰ نے بالجنۃ نہیں فرمایا بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ اگر بِالْجَنَّۃِ ہوتا اور جنت تمھیں اس کے بدلے میں مل جائے گی۔ جنت اس کا بدلہ ہے لیکن بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ کا مطلب یہ ہے کہ بِاَنَّ الْجَنَّۃَ ثَابِتَۃ" لَھُمْ کہ بندو جنت تو میں تمھارے نام لگا چکا ہوں۔ صرف اس کو معاہدے ہی میں نہیں رکھا گیا بلکہ تمھارے نام کردی ہے۔ بان الجنۃ ثابتَۃ" لھم جنت تمھیں مل چکی ہے تمھارے نام لگ چکی ہے۔ صرف ایک تھوڑا سا معاملہ باقی ہے۔ اسکے بعد تم جنت میں پہنچ جاؤ گے۔ اب یہ تمھارے ذمہ ہے کہ تم اپنی جان کس وقت پیش کرتے ہو۔ وقت آتا ہے تو پھر جو تمھارے پاس ادھاری میری جان ہے اور پھر تم اسکی قیمت بھی لے چکے ہو یہ تم کس وقت ادا کرتے ہو۔ اس فلسفے کو جب ایک مومن سمجھتا ہے۔ تو بوقت شہادت اس شوق سے نکل رہا ہے کہ یہ جان تو میری ہے ہی نہیں میں تو اسکی قیمت وصول کر چکا ہوں۔ اب میں نے ادائیگی کرنی ہے۔

نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

نہ کوئی شور مچاتا ہے اور نہ ہائے ہائے کرتا ہے نہ شکوہ کرتا ہے نہ شکایت کرتا ہے

بلکہ خوش ہو کر اپنی جان لے کر رب کے دربار میں حاضر ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے میری جان کو قبول کر لیا ہے۔ اب دیکھو کتنا واضح فرق ہے اس دہشت گرد میں اور مجاہد میں وہ دہشت گرد اپنے نفس کا پجاری ہے اپنی خواہش کا اسیر بنا ہوا اور اپنے نفس کی خواہش کو وہ ثابت کرنے کے لیے تلواریں چلا رہا ہے اور بندوں کو کاٹ رہا ہے اور دھماکے کر رہا ہے لیکن یہ مجاھد اللہ کی رضا کے اندر اس کو اس قدر دوام مل چکا ہے کہ یہ اللہ کے دربار میں اس شوق سے پہنچ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی جان کو قبول کر لیا۔ اور یہ اپنی طرف سے ان کی ادائیگی کے لیے گھر سے نکل پڑا ہے۔

اسکے بعد رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے۔

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ

اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ اللہ کے دشمنوں کو مارتے ہیں اور خود شہادت پا لیتے ہیں۔

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ

یہ جہاد کا جو فلسفہ ہے یہ صرف قرآن میں نہیں بلکہ تورات میں بھی یہی ہے اور انجیل میں بھی یہی ہے تورات اور انجیل کو ساتھ ملا دیا آج جن لوگوں نے جہاد پر جو اعتراضات کا سلسلہ باندھنا تھا بالخصوص انھیں کی طرف سے یہ اعتراض ہونا تھا یہود کی طرف سے اور نصاریٰ کی طرف سے تو خالق کائنات نے اس سے اس بات کو واضح کر دیا کہ قرآن کے حکم جہاد کو تم دہشت گردی قرار نہ دو یہ وہ حکم ہے جو تمھاری تورات میں بھی ہے اور تمھاری انجیل میں بھی ہے۔ یہ ایک مشترکہ اصلاح کا پیغام

ہے اور یہ ایک مشترکہ خوشخبری ہے اور ایک مشترکہ بہتری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جو جنت کا وعدہ کر رکھا تھا وہ ان تمام کتابوں کے اندر موجود ہے۔ اے لوگوں تمھیں خوش ہونا چاہیے۔ تم سے تمھارے رب نے وعدہ کرلیا۔

وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ

اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ کون پورا کر سکتا ہے

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ

خوش ہو جایئے یہ جو تمھیں سودا کرنے کا وقت مل گیا ہے۔ اپنی جان تم نے دے دی یہ تو ویسے بھی چلی جانی تھی تم نے بحیثیت مومن کلمہ پڑھ کر یہ معاہدہ کرلیا ہے۔ کہ اے اللہ یہ جان تیری ہے جب وقت آئے گا تو میں پیش کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَذَالِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اسکو کوئی بندہ خسارہ نہ سمجھے۔ اسمیں ھلاکت ہو جائے گی نقصان ہو جائے گا نہیں نہیں اگر اس انداز میں اللہ کے لیے جان دے دو گے تو یہ جان کا دینا بہت بڑی کامیابی قرار پائے گا۔ اس وقت اسمیں جہاں غیروں کی طرف سے جہاد پر مختلف اعتراضات کا سامنا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث کی نصوص سے ہم اس کی حیثیت کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں اور ابھی تک بنیادی طور پر دو فرق بیان ہوئے ہیں۔

یہ یاد رکھیں کہ ہم اسلام میں جو جہاد ہے اس کا دفاع کر رہے ہیں لیکن کسی گروہ نے اپنی طرف سے کوئی جہاد کا تصور بنا رکھا ہے تو اس کے لحاظ سے ہم ان

کی وکالت نہیں کر رہے۔ ہم اسلام کے تصور جہاد اور مسلم امہ کا جو جہاد ہے اس جہاد کی حیثیت کو واضح کر رہے ہیں۔ چونکہ اس میں اتنے لطیف امور ہیں اور محتاط باتیں ہیں ہم کسی کے بارے میں اپنی طرف سے کیا گواہی دے سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آ گیا تھا صحیح مسلم شریف میں حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر پوچھا یارسول اللہ ﷺ

اَلرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ

ایک شخص جہاد کرتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مال غنیمت ملے۔ بڑی تلواریں چلاتا ہے لیکن مقصد مال غنیمت ہے اور ایک شخص بڑے جہاد کرتا ہے لیکن مقصد شہرت ہے۔ کہ میری تشہیر ہو جائے اور میرا چرچا ہو جائے اور ایک شخص اس واسطے جہاد کرتا ہے تاکہ اس کی شجاعت کا اظہار ہو جائے اور یہ پتہ چل جائے کہ وہ کتنا نڈر اور صف شکن مجاہد ہے۔ اَوْ یَرَی مَکَانَہٗ وہ اپنی حیثیت کو واضح کر دے کہ میں ڈرپوک یا بزدل نہیں ہوں۔ اور شیر دل انسان ہوں۔

تین شقیں پیش کر کے صحابی نے جب آپ سے پوچھا کہ ان میں فی سبیل اللہ جہاد کس آدمی کا ہے۔ وہ شخص جو غنیمت کے پیش نظر کر رہا ہے۔ یا جو تشہیر کے لیے کر رہا ہے یا جو اپنی قابلیت ظاہر کرنے کے لیے کر رہا ہے ان میں سے فی سبیل اللہ جہاد کس کا ہے۔ تو میرے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ پوچھا گیا پھر فی سبیل اللہ کس کا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُاللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

فی سبیل اللہ جہاد صرف اس کا ہے کہ جس کے دل میں گھر سے نکلتے وقت میدان جہاد میں موجود رہتے وقت دشمنوں پر حملہ کرتے وقت۔ ہر وقت یہی خیال ذہن میں رہتا ہے کہ میں اس لئے لڑ رہا ہوں تا کہ میرے رب کا دین غالب آجائے۔ اور میرے رب کا کلمہ بلند ہو جائے۔ میرے رب کے دین کا جھنڈا اونچا ہو جائے۔ جو شخص اس نیت کے زیر سایہ پورا سفر جہاد کر لیتا ہے تو میرے محبوب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کے جہاد کو فی سبیل اللہ کا جہاد کہا جائے گا۔ لیکن اگر کسی کی کوئی غرض درمیان میں حائل ہو گی تو وہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہو گا۔ اور اسکی وہ عظمت نہیں ہے جو قرآن وسنت بیان کر رہا ہے۔ قرآن وسنت میں جس جہاد کی عظمت ہے وہ یہی ہے کہ جو صرف اس لئے کیا جا رہا ہے تا کہ اللہ کا کلمہ اونچا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب آجائے۔

رسول کریم ﷺ نے جب یہ حیثیات بیان کیں تو یہاں سے دہشت گردی سے اور بھی فرق زیادہ واضح ہو گیا۔ ایک یہ ہے کہ انسان کسی غیر کے لحاظ سے وہ کسی غلط سوچ میں ہے۔ کہ اس نے صرف کسی کو ذلیل کرنے کا سوچ رکھا ہے بدامنی پیدا کرنے کے لیے سوچ رکھا ہے اور کوئی مقصد ذہن میں نہیں۔ اور دوسری طرف یہ ہے کہ اگر چہ وہ جن پہ حملہ کر رہا ہے وہ کافر ہیں اور ان کو ہی مارنا چاہتا ہے۔ لیکن اپنے ذہن میں ایک نیت بری بھی ہے۔ تو جہاد اس حد تک اس کے عمل سے جدا ہو کر رہ گیا ہے کہ جو اپنی نیت میں فتور لے کے آگیا ہے اللہ اس کو بھی جہاد نہیں کہتا۔ چہ جائیکہ

جس کی نیت اور جس کا حملہ اور جس کی جہت ہی ٹیڑھی ہو چکی ہے اس کی حیثیات ہی تبدیل ہو چکی ہوں۔ جو محض لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور دہشت زدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کی جو کاروائیاں ہیں جہاد نے اپنے آپ کو اس سے جدا کر لیا ہے۔ کہ ہمارے جہاد پر اس کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہ کرے۔ اسواسطے کہ ہم نے جہاد کی بنیاد کا پیغام ہی اصلاح سے رکھا ہے۔ اس اصلاح کی وجہ سے اس کے جتنے بھی منصوبہ جات ہونگے۔ اگلی قوم کے لحاظ سے بھی مقصود اصلاح ہے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے بھی مقصود اصلاح ہے۔ تھوڑا سا بھی فساد و فتور نیت کے اندر آ جائیگا۔ تو وہ جہاد خود بخود اسلامی حیثیت سے باہر نکل جائیگا۔ اسلام میں اسی جہاد کا نام دیا جا رہا ہے کہ جس میں صرف اور صرف نیت کی سوئی اس جگہ رکی ہوئی ہے۔ کہ ہم لڑیں گے تا کہ ہمارے رب کا دین غالب آ جائے۔ اس کی عظمت کو رسول اللہ ﷺ نے اس انداز میں واضح کیا ہے۔ آپ فرمانے لگے

اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ

جنت میں سو درجات ہیں

اَعَدَّ هَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وہ درجات اللہ نے مجاہدوں کے لیے جو فی سبیل اللہ جہاد کرتے ہیں ان کے لیے وہ درجات تیار کر رکھے ہیں۔ تو وہ درجہ جو جنت میں مجاہد کو ملے گا اور کئی درجات ہیں۔ اس درجے کی بلندی کتنی ہے۔ تو میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے

كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

دو درجوں کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔اوراس میں اسطرح کا سو درجہ اللہ تعالیٰ نے مجاھدین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

اب دیکھو جب جہاد اسلامی میں ایک صف شکن شیر گھر سے نکلتا ہے۔اور اسلام کے لیے اپنی جان پیش کر دیتا ہے۔یا اسلام کے دشمنوں کو مارتا ہے۔تو اللہ کے ہاں اسکا عمل کتنا مقبول ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اتنی بلندی رکھی ہے کہ جنت کے اندر اتنے اونچے درجات کے لحاظ سے اس کے لیے سو درجات کا اعلان کر دیا ہے۔آگے جتنا خلوص ہوگا۔جتنی کوشش ہوگی اسی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ اس کے مقام کو بلند فرماتا جائیگا۔

یہ حدیث شریف ابن کثیر کے صفحہ نمبر 456 پر موجود ہے

ایک دن رسول اکرم ﷺ سے ایک شخص نے آ کے پوچھا۔

عَلِّمْنِیْ عَمَلًا اَنَالُ بِهٖ ثَوَابَ الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

یارسول اللہ مجھے آپ کوئی ایسا عمل بتا دیں۔کہ جس کی وجہ سے مجھے فی سبیل اللہ مجاہدین جتنا ثواب مل جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے مجھے ایک بات کا جواب دو۔

هَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تُصَلِّیَ فَلَاتفتُرْ

کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آج تم نماز کی نیت کرلو اور پھر اس میں فتور نہ آئے۔وہ نماز ٹوٹنے نہ پائے۔یہاں تک کہ تمھاری روح نکلے تو پھر تمھاری نماز کا سلام ہو۔آج شروع کرو اور اس وقت تک تم نماز پڑھتے رہو۔کیا تم ایسی نماز پڑھ

سکتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ

اَنَا اَضْعَفُ مِنْ ذَالِکَ

دودنوں کی تین دنوں کی نہیں پڑھی جاسکے گی پوری زندگی کی ایک نماز میں تو بڑا کمزور ہوں۔ایسی نہیں پڑھ سکتا۔تو محبوب علیہ السلام نے دوسرا سوال کیا۔

اَتَسْتَطِیْعُ اَنْ تَصُوْمَ فَلَا تُفْطِرُ.

کیا یہ طاقت ہے کہ آج روزہ رکھلو اور جب روح نکلے تو افطار کرو۔اتنا لمبا روزہ رکھ سکتے ہو۔تو وہ کہنے لگے۔

اَنَا اَضْعَفُ مِنْ ذَالِکَ

یا رسول اللہ ﷺ ایک ھفتے کا روزہ نھیں رکھ سکوں گا پوری زندگی کا روزہ کیسے رکھ سکتا ھوں میں تو بڑ اکمزور ھوں ایسا روزہ نھیں رکھ سکتا.

اب دیکھیے مجاھد کی شان کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے قسم اٹھا کے فرمایا۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِیْ لَوِاسْتَطَعْتَ ذَالِکَ مَاوَجَدْتَّ ثَوَابَ الْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نے خود تسلیم کیا کہ میں نماز پوری دنیا کی نہیں پڑھ سکتا لیکن اگر تم نماز شروع کرتے اور پوری زندگی وہ جاری رہتی اور آج روزہ رکھتے اور موت تک وہ روزہ باقی رہتا اگر تم

ایسا روزہ رکھ سکتے اور ایسی نماز پڑھ سکتے پھر بھی رب کعبہ کی قسم ہے تم مجاہد کا ثواب نہیں پا سکتے تھے۔

جو مجاہد کو میدان جہاد میں اجر ملتا ہے وہ کسی چلے سے نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ اور وہ کسی دوسرے عمل سے نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ یہ تم نے خود تسلیم کرلیا کہ ایسی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ایسا روزہ نہیں رکھ سکتے لیکن اگر تم ایسا کر بھی سکتے ہوتے پھر بھی وہ اجر نہ ملتا جو خالق کائنات کے دین کی سربلندی کے لیے اس شیر دل انسان کو ملتا ہے۔ جو اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے کافر کے سامنے ڈٹ کے کھڑا ہو گیا ہے۔ اس پہ حملے کرتا ہے اور خود زخم کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند ترین مرتبہ جنت میں عطا فرماتا ہے

۳ دوسرا فرق

محتشم سامعین حضرات: **دہشت گردی فتنہ، جہاد فتنہ کا خاتمہ ہے**

جہاد کے فرق کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر یہ بات قرآن مجید سے سمجھ آتی ہے ۔ کہ دہشت گردی ایک فتنہ ہے جب کہ جہاد فتنے کا خاتمہ ہے۔ دہشت گردی سے فتنہ جنم لیتا ہے۔ مگر جہاد ہے ہی اس لیے کہ فتنے کو ختم کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انفال کی آیت نمبر 39 میں فرماتا ہے۔

وَقَاتِلُوْا هُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

اللہ کے دشمنوں سے اس وقت تک لڑو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ تو جہاد فتنے کے خاتمے کے لیے ہے اور جب فتنہ ختم ہو جائے تو دین سارے کا سارا اللہ کے

لیے ہو جائے۔ اللہ کا دین زمین پر غالب آجائے اور رائج ہو جائے دہشت گردی کے ہر ہر لفظ میں فتنہ ہے۔ اور اس کے ہر ہر حرف میں فتنہ ہے۔ اس کی ہر ہر جہت میں فتنہ ہے۔ لیکن جہاد فتنہ کا خاتمہ ہے۔ جہاد ہر وقت فتنہ کو ختم کرنے کے لیے ہے۔ جہاد اس تحریک کا نام ہے۔ جس سے فساد کو ختم کر کے زمین کو اصلاح سے بھرا جا رہا ہے۔ لہذا کتنی بڑی زیادتی ہوگی کہ دو متضاد چیزوں کو آپس میں ایک کہہ دیا جائے۔ آگ کو پانی کہہ دیا جائے۔ قرآن یہ واضح کر رہا ہے کہ جہاد فتنے کا خاتمہ ہے۔ اور دہشت گردی تو خود ایک فتنے کا نام ہے۔ لہذا کبھی بھی ان دونوں کو ایک نہیں کہا جا سکتا۔ جہاد وہ جہاد ہے کہ جس کو اللہ نے فتنے کے خاتمہ کا سبب بنایا ہے۔

اب ایک طرف ایک سرجن ایک مریض کا بدن کاٹ رہا ہے دوسری طرف ایک سفاک درندہ کسی کو چھریوں سے ذبح کر رہا ہے۔ اب کیا دیکھنے والا دونوں کے عمل کو ایک ہی کہہ دے گا۔ کہ دونوں ایک ہی کام کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں ایک وہ ہے جو اس جان کی زندگی کا سبب بن جائے گا تو گویا اس نے اس کو زندہ کیا اور اجر عظیم کا مستحق بن گیا۔ اور دوسرے کو قاتل قرار دے کر جہنمی بتا دیا جائیگا۔ اب بظاہر عمل ایک تھا کہ انسان کے بدن کو دونوں ہی کاٹ رہے ہیں۔ مگر ایک کا کاٹنا اصلاح کے لیے ہے اور دوسرے کا کاٹنا فساد کے لیے ہے۔ اسی بات کو ہی اسلام نے اجاگر کر دیا ہے۔ کہ وہ جو فتنہ انگیزی ہے اس کا تعلق دہشت گردی کے ساتھ ہے۔ لیکن اسلام جو جہاد چاہتا ہے۔ اگرچہ اسمیں کہیں خون بھی بہہ جائیگا۔ کوئی بدن کٹ بھی جائے گا مگر بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ فتنہ ختم ہو جائے گا اور اللہ کے دین کے پھولوں سے

اللہ کی زمین ہموار ہو جائے گی

تیسرا فرق

دہشت گردی کا نام محرومی ہے جبکہ جہاد کا انجام اللہ کی رحمت ہے

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر 218 میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ

وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہ کیا ہیں اور کس چیز کے امیدوار ہیں ان کے لیے اللہ کی رحمت ہے اور وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ

رحمت ایزدی ان کے لیے خاص کردی گئی ہے۔ یہ مجاہد کی شان ہے جو رحمتوں کے تاج پہننے والا ہے۔ اور اس کو رحمت کے جام پلائے جائیں گے۔

دوسری طرف جو انسانوں میں دہشت گردی پیدا کرتا ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام نے واضح کردیا ہے کہ جو آج بازوؤں میں اسلحہ لیکر چکر لگاتا ہے تاکہ لوگوں کو ڈرائے۔

آپ نے فرمایا جو آج مسلم اُمہ کے افراد کو ڈرائے گا۔ اس کو کل قیامت کا خوف ڈرائیگا۔ اور قیامت کے احوال میں وہ ڈوب جائے گا۔ یہاں تک اس بات کو امۃ مسلمہ کے لیے پابندی کے ساتھ واضح کردیا کہ تم بازاروں میں ننگا اسلحہ لے کر

بازاروں میں نہیں چل سکتے۔ ان کو تم نہیں ڈرا سکتے۔ اسواسطے جو اپنا رُعبُ و دہشت قائم کرنے کے لیے ایسا کرے گا۔ کیونکہ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ اس کی مخلوق کو خواہ مخواہ ڈرایا جائے۔ اسکے عوض میں اس کے لیے جھنم کی ہولناکیاں ہوں گی۔ یہ مجاھد کی شان ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا۔ کہ اس کا کوئی اور مقصد ہی نہیں ہوتا۔ مقصد ہی اللہ کی رحمت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس مجاھد کو اپنی رحمت سے نوازنے والا ہے۔

چوتھا فرق

دہشت گردی ظلم ہے جبکہ جہاد مظلوم کی حمایت ہے

اللہ تعالیٰ نے اسکی حیثیات کو واضح کرتے ہوئے قرآن مجید میں جو فرق بیان کیے ہیں۔ ان کے لحاظ سے بھی یہ کتنا واضح فرق ہے کہ جہاد کی حکمت مظلوم کی مدد کرنا جہاد ظلم نہیں ہے۔ جبکہ دہشت گردی خود ظلم ہے۔ تو جتنا ظالم اور مظلوم میں فرق ہے اتنا جہاد اور دہشت گردی میں فرق ہے۔ جہاد کی جو مشروعیت تھی وہ تھی ہی اس لئے تاکہ مظلوم کا حوصلہ بڑھایا جائے۔ مظلوم کے ساتھ تعاون کیا جائے اور مظلوم کو بچایا جائے۔ مظلوم کی مدد کیجائے۔ جبکہ دہشت گرد ظالم ہے اپنے ظلم کا دھندہ کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا

فرمایا کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے حالانکہ زمین کے اندر

کمزور لوگ ہیں مرد ہیں عورتیں ہیں بچے ہیں یہ دعائیں کررہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس ظالم بستی سے نکال دے اور مسلم امہ کے سپوت تم اپنے گھر بیٹھے رہو اور تم ان کی مدد کو نہیں پہنچتے ان عورتوں کی مدد کو جو ظالم کی چکی میں ھیں۔ ان بچوں کی مدد کے لیے جو مظلوم بنے ہوئے ہیں۔ اور مستضعفین جس کو زمین میں مجبور کر کے روک لیا گیا ہے۔ اور ان کی آزادی کو چھین لیا گیا ہے۔ اے مسلم امۃ نکلو اور جہاد کا فرض ادا کرو۔ ان کی جا کے مدد کرو اور ظالم کے ہاتھ توڑ دو مظلوموں کو وہاں سے آزاد کرلو یہ جہاد ہے کہ جس کا مقصد ہی مظلوم کو نجات دلوانا ہے۔ اور جو قومیں مظلوم ہیں۔ مقہور ہیں۔ ان کو آزادی کی دہلیز تک پہنچانا ہے۔ جہاد تو سراسر مظلومیت کی حیثیت کو تحفظ دینے والا ہے۔ ظلم کے پردے چاک کر کے ظالم خونخوار بھیڑیوں کو پیچھے ہٹا کر مظلوم کو سہارا اور ریلیف دینا چاہتا ہے۔ جبکہ دہشت گردی خود ظلم ہے۔ اور دہشت گرد خود ظالم ہے۔ کسی طرح بھی دہشت گردی کو جہاد کے نام کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا۔ ان دونوں میں اتنا ہی فرق واضح ہے۔ جتنا زمین و آسمان کے درمیان فرق موجود ہے۔ جہاد ظالموں کے ہاتھ توڑنے کے لیے آیا ہے جبکہ دہشت گردی خود ایک ظلم اور بربریت کا نام ہے۔ قرآن مجید نے اس عظمت کو واضح کر دیا۔

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا

کہ جہاد کی جو کال قبول کرتا ہے۔ جہاد پر جو لبیک کہتا ہے۔ اس نے ان آہوں کا جواب دیا۔ جو اللہ سے کہہ رہے تھے کہ اے اللہ ہمیں کوئی ناصر دے دے۔ ہمیں کوئی مددگار دے دے ہمیں کوئی ولی دے دے۔ یہ مدد کو چل نکلا اس نے جب

مدد کی تو یہ مظلوموں کی دعا کا ایک حصہ بن گیا جو اللہ نے مظلوموں کی قبول کر لی۔ اور اس کے دل میں ڈال دیا کہ چلو تم اور ان کے دفاع کے لیے کام کرو تو یہ اللہ کی نیابت لے کر آگے میدان میں نکلا ہے اور اللہ کی مخلوق کو ظلم سے نکالنے کے لیے کردار ادا کیا ہے۔ اسواسطے دہشت گردی اور جہاد میں واضح طور پر فرق موجود ہے۔ کہ یہ جہاد ظلم کا خاتمہ ہے اور مظلوم کی حمایت ہے۔ جبکہ دہشت گردی خود ایک ظلم اور دہشت گردی کرنے والا بڑا ظالم ہے۔

پانچواں فرق

دہشت گردی تکبر ہے جہاد عاجزی ہے

اللہ تعالیٰ میدان جہاد میں اس انداز میں مجاہد کو دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے اندر کوئی تکبر نہ ہو کوئی ریا نہ ہو یہ نکلتا ہے۔ تو سراپا عاجزی وانکساری کا پیکر بن کے جبکہ دہشت گرد ایک خونخوار بھیڑیا ہے متکبر مزاج ہے اور وہ اپنے غرور اور گھمنڈ میں پوری طرح اسکا ذہن بھرا ہوا ہے۔ اور اسکے نشے میں مست ہو چکا ہے۔ مومن مجاہد کی شان ایسی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انفال کی آیت نمبر 47 میں ارشاد فرماتا ہے۔

لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَاءَ النَّاسِ

ان لوگوں کی طرح جہاد کے لیے نہ نکلو جو اتراتے ہوئے نکلے تھے۔ اور دکھلاوے کے لیے وہ نکلے تھے۔

وہ دکھلاوا کر رہے تھے اور اترا رہے تھے۔ اب یہاں سے کیا سمجھ آئی کہ مجاہد گھر سے نکلے تو عاجزی وانکساری کیساتھ نہ تو دکھلاوا ہو اور نہ ہی کسی پر اپنا رعب طاری کرنا چاہتا ہو۔ عاجزی کی علامت بن کر مجاہد گھر سے نکلتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف دہشت گرد ہے جن کا عاجزی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ جس کا انکساری

کیساتھ کوئی رابطہ ہی نہیں ہے۔ وہ صرف اپنی جوانی کے گھمنڈ میں ہے۔ اپنی پاور کے غرور میں ہے۔ اور لوگوں کا امن وسکون غارت کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم غیر مسلموں کے سامنے جہاد کی اس حیثیت کو قرآن وسنت سے واضح کررہے ہیں۔ کہ ہمارے جہاد کو ہرگز دہشت گردی کیساتھ نہ ملاؤ دہشت گرد متکبر اور مغرور انسان ہوتا ہے۔ جبکہ مجاھد کو اللہ تعالیٰ نے عاجزی وانکساری کا تاج پہنایا ہے۔ اور یہ واضح کردیا ہے کہ ان دونوں میں واضح طور پر فرق موجود ہے)

چھٹا فرق

دہشت گردی عدم ایمان کی علامت جہاد پختہ ایمان کی علامت

خالق کائنات نے اس مقام کو جو جہاد کا مقام ہے۔ اسکو مومن کی کامیابی کے لیے ایک امتحان قرار دیا ہے۔ تو پتہ چلا کہ اسکو یہ کام امتحان کے پیش نظر کرنا پڑے گا۔ کہ یہ ایک مرحلہ ہے جب اس سے وہ گذرے گا تو اگلی منزل کو پالے گا۔ جبکہ دہشت گرد جو ہے وہ خود ایسے امتحان سے نہیں گزر رہا اس لئے کہ وہ امتحان تب دے جب وہ اس کلاس کا سٹوڈنٹ ہو۔ وہ اس کلاس میں شامل ہی نہیں ہے تو اس کا امتحان کس طرح ہوگا۔ اب اس طرف مجاھد کا امتحان کیسے ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۴۲

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ

تو اس سے پتہ چلا کہ مسلم امہ کا یہ شیر اللہ کی لگائی ہوئی ڈیوٹی کے پیش نظر امتحان کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اسکو جانا پڑے گا۔ یہ نکلے گا اور شوق سے جائے گا۔ جبکہ دوسری طرف دہشت گرد اس کلاس میں شامل ہی نہیں۔ اسکا یہ امتحان

ہی نہیں ہے۔ یہ مومن کی اس انداز کی شان ہے کہ جس میں یہ امتحان اس پر لازم کر دیا گیا ہے۔ یہ امتحان میں داخل ہے اور امتحان دے رہا ہے۔ اب نتیجہ یہ نکلے گا کہ جس وقت مشکلات میں بھی وہ ڈٹ کے مقابلہ کرتا رہیگا۔ خالق کائنات مخلوق کو ثابت کر دے گا۔ لو دیکھ لو میں تو پہلے ہی جانتا تھا لیکن اب یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ خواہ مخواہ اونچی جنت کا وارث نہیں بن رہا۔ بلکہ اس نے باقاعدہ امتحان دیا ہے اس کے نتیجے کے طور پر اسکو بڑی جنت عطا کی جا رہی ہے۔

ساتواں فرق

دہشت گردی بے ضابطہ، جہاد باضابطہ ہے

اسکے بعد قرآنی آیات سے جو فرق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے لیے ضابطے دیئے ہیں جبکہ دہشت گردی کا کوئی ضابطہ ہی نہیں ہے۔ جہاد باضابطہ ہے اور جہاد کے ضابطوں کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 94 میں ارشاد فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا

اے ایمان والو جب اللہ کے راستے میں چل رہے ہو تو چھان بین کرو اچھی طرح غور سے کوئی سستی نہ ہونے دو

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

جو تمہیں سلام دے دے اور کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں تو تم اس کے لفظوں کا احترام کرو۔

پھر بھی اس کی گردن نہ کاٹو، اب تم پر حرام ہو چکا ہے تم اس کو چھیڑ نہیں سکتے تم اس کو مار نہیں سکتے۔ اب یہ ضابطہ ہے۔ اگر اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق ہوتا تو پھر یہ ہوتا کہ جو سامنے آتا ہے اس کو اڑاتے جاؤ۔ جو کچھ وہ بولتا ہے اس کو اس حال

میں مت چھوڑو اس کے پرخچے اڑا دو نہیں نہیں بلکہ خالق کائنات نے لازم کر دیا کہ تم پر فرض ہے چھان بین کرلو دیکھ لو اور جب کوئی زبان سے اقرار کر جاتا ہے اور کلمہ پڑھ جاتا ہے تو اس کے بعد اگر تمھیں اس پر غصہ آیا ہوا ہے لیکن ایمان دار کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے غصہ کو قدموں کے نیچے روند ڈالے گا۔ اور اس کلمہ کا ضرور لحاظ کرے گا جو مخالف نے اپنی زبان سے پڑھ لیا ہے۔

اب بے ضابطہ دہشت گردی کو باضابطہ جہاد کے ساتھ ملا دینا۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے ہی ایک معاملے پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اتنی جھڑکی دی فرمایا ھَلَّا شَقَقْتَ قَلْبَہٗ

جب ان کے سامنے ایک شخص نے کلمہ پڑھا تو انھوں نے سمجھا کہ وہ ڈر کے پڑھ رہا ہے انھوں نے پھر بھی مار دیا محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تم اس کا سینہ چیر کے دیکھ لیتے۔ کہ کیا وہ سچا کلمہ پڑھ رہا ہے یا جھوٹا پڑھ رہا ہے۔ تمھیں احترام کرنا چاہیے تھا۔ تم نے کیوں نہیں اسکا احترام کیا۔ تمھیں اس وقت تلوار پیچھے ہٹا لینی چاہیے تھی۔ یہ اسلام کے اندر پابندیاں ہیں۔ ایسا نہیں کہ جو آئے اور جس انداز میں بھی آئے تو ہر حال میں تم نے اپنا غصہ نکالنا ہے۔ اور لوگوں کو مارنا بھی ہے۔ نہیں نہیں، میرے محبوب علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا پھر نفس الامر میں وہ صورتحال آگئی۔ صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ تو بتاؤ کہ میں ایک شخص کے خلاف لڑ رہا ہوں میدان جنگ میں وہ کافر ہے میں مومن ہوں اس نے مجھے تلوار ماری میرا بازو کٹ گیا۔ اب میں نے تلوار اٹھائی تو اس نے درخت کے پیچھے ہو کے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ تو محبوب علیہ السلام نے فرمایا تجھے اپنی تلوار پیچھے ہٹا لینی چاہیے۔ تو صحابی کہنے لگے کہ اس نے تو میرا بازو کاٹ دیا ہے تو آپ نے فرمایا میرے صحابی یاد رکھو اگر اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی تم نے تلوار

چلائی تو مطلب کیا ہوگا کہ تم کلمے کی سربلندی کے لیے نہیں بلکہ تم اپنے غصے کو نکالنے کے لیے جہاد کر رہے ہو۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا اگر تم اس کے بعد بھی تلوار چلاؤ گے تو تمہارا وہ درجہ ہوگا جو کلمہ پڑھنے سے پہلے اسکا درجہ تھا۔ اور اس کا وہ درجہ ہوگا جو تلوار چلانے سے پہلے تمہارا درجہ تھا۔

اسواسطے اپنی خواہش کو اس دین کی عظمت کے تابع رکھنا ہے۔ اس بات کو رسول اکرم ﷺ نے بیان کر کے قیامت تک کے لیے اس پروپیگنڈہ کو ختم کر دیا۔ وہ اور ہیں جو اپنی خواہش کو مسلط کرنے کے لیے لوگوں کے سر اتارتے ہیں۔ اسلام وہ ہے جو صرف خیر کے پیش نظر لوگوں کو اس طرف متوجہ کر رہا ہے۔ اور اسکو یہ آپریشن ان کی اصلاح کے لیے کرنا پڑ رہا ہے۔ اور اگر اس کے بغیر ہی وہ صحیح ہو گئے ہیں تو ہرگز اسلام انکا خون بہانے کی اجازت نہیں دیتا۔

جہاد تصوّر نبوی ﷺ اور سنت ہے

اسمقام پر رسول اکرم ﷺ نے جو ہمیں تصور جہاد دیا ہے۔ اس سے اگر احادیث کو دیکھا جائے اور وہ سینکڑوں ہزاروں ہیں تو بہت۔ یہ فروق دہشت گردی سے واضح ہوتے ہیں۔ سرفہرست جہاد کا جو تصور ہے اس میں نسبت کا تصور ہے۔ جہاد میں مجاہدین کی نیت کا اعتبار ہے۔ اور اس کے لحاظ سے اس نیت کے اندر صحت عقیدہ شامل ہے۔ اور ان تمام جہات کو سامنے رکھتے ہوئے مومن جہاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نیک لوگوں کی نسبت کی وجہ سے اسکو کامیابی عطا فرماتا ہے۔

جبکہ دہشت گرد خود ظالم ہے۔ اسکا تعلق دہشت گردوں کے ساتھ ہے اسکا تعلق کسی ولی کے ساتھ نہیں ہے۔ اسکا ان نسبتوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا وہ دہشت گردی ہمارے جہاد کے ساتھ کسی طرح بھی منسلک نہیں کی جاسکتی اسواسطے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان صحیح بخاری کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 406 پر موجود ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے وصال کے بعد ایک زمانہ آئے گا۔ یہ غیب کی خبر ہے ایک خبر نہیں کئی خبریں اکٹھی ہیں۔ فرمایا

يَغْزُوْ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ

دو فوجیں لڑنے کے لیے اکٹھی ہو جائیں گی۔ ایک طرف میرے ماننے والے ہیں اور دوسری طرف کفار ہیں۔ جس وقت مسلم امہ کی فوج لڑنے لگے گی۔ تو سب سے پہلے ایک اعلان ہوگا۔ اعلان کیا ہے۔

هَلْ مِنْكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ

کیا پوری اسلامی فوج میں کوئی ایسا بندہ بھی ہے جس نے رسول اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو۔ فوجیں آمنے سامنے ہیں۔ کافروں کے مقابلے میں مسلم امہ کی فوج اس میں سرفہرست تیاری کے لیے جو کام کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ تلاش کیا جا رہا ہے کہ کوئی ایسا ہے کہ جس کو رسول اکرم ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی ہو تو اتنے میں ایک شخص بولتا ہے۔ ہاں میں موجود ہوں میں رسول پاک ﷺ کا صحابی ہوں۔ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اس کے بعد جنگ چھڑ جائے گی۔

يُفْتَحُ لَهُمْ

اس ایک بندے کی وجہ سے ان کو فتح مل جائے گی۔

یہ جہاد کا تصور ہے اس بالخصوص سمجھنے کی ضرورت ہے۔ آج جہاد کو بعض لوگوں نے بدنام کیا تو انھیں چیزوں سے پیچھے ہٹ کر۔ اب ایک شخص رسول اکرم ﷺ کا محض صحابی ہے خود رسول نہیں اس کا اتنا فائدہ ہے کہ جو جہاد کر رہے ہیں۔ سارے اس عقیدے پر ہیں کہ اگر ہم میں کوئی ایسی شخصیت موجود ہے تو پھر ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ اسواسطے کہ وہ بڑی نسبت والی شخصیت ہے۔ اور بڑی عظمت والی شخصیت ہے۔ کہاں یہ عقیدہ اور کہاں یہ کہنا کہ نبی بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

ان کا ہونا یا نہ ہونا معاذ اللہ برابر ہے۔ وہ ایک پوسٹ مین کی طرح آئے تھے اور چلے گئے۔ یہ کتنی دور باتیں ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمادیا جہاد کا تصور یہ ہے کہ ان عظمتوں کو ساتھ رکھا جائے گا اور فوجیں آمنے سامنے ہیں پوچھا جائے گا میرے صحابی کے بارے میں تو ایک شخص میرا صحابی نکلے گا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ساری فوج کو فتح عطا فرمائے گا۔

پھر دوبارہ کسی زمانے میں جنگ ہوگی تو پھر سوال ہوگا۔

هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ

سب کو یہ پتہ ہے اب صحابہ کا تو کوئی دور نہیں رہا۔ کوئی بھی صحابی نہیں ہوسکتا۔ لیکن کوئی ایسا شخص ہوسکتا ہے۔ جو رسول اکرم ﷺ کے صحابی کا صحابی ہو یعنی تابعی ہو۔

تو فوج میں اعلان ہوگیا کوئی ایسا شخص ہے۔ جس نے کسی صحابی کی صحبت حاصل کی ہو۔ اس کے پاس بیٹھا ہو۔ تو ایک شخص نے جواب دیا ہاں میں نے ایک صحابی کی زیارت کی ہے۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اسکے بعد جنگ چھڑ گئی۔ جنگ شروع ہوگئی۔ آپ نے فرمایا

فَيُفْتَحُ لَهُمْ

اس صحابی کی برکت کی وجہ سے اللہ نے ان کو فتح عطا فرمادی۔

پھر رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے کچھ عرصہ کے بعد پھر جنگ ہوگی۔ جب فوجیں آمنے سامنے آجائیں گی تو یہ اعلان ہوگا۔

هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ صَحْبَ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ

کوئی شخص تم میں ایسا بھی ہے جو رسول اکرم ﷺ کے صحابی کے صحابی کا صحابی ہو۔

کوئی ایسی نسبت والا بھی ہے۔ جب یہ پوچھا جائے گا تو جواب ملے گا ہاں موجود ہوں

فَيُفْتَحُ لَهُمْ

جب جنگ شروع ہوگی تو اللہ اس کی برکت سے ان کو فتح عطا فرمائے گا۔

لہذا جہاد کا یہ تصور بھی دہشت گردوں سے جہاد کو واضح کر رہا ہے۔ کہ دہشت گرد مجرم ہے اسکا تعلق مجرمین کیساتھ ہے۔ اسکا تعلق تقوی و پرہیز گاری کی اعلیٰ اقدار کے ساتھ نہیں ہے۔ لہذا وہ نکلتا ہے تو اس پر کسی تقویٰ کا سایہ نہیں کسی پرہیز گاری کا سایہ نہیں۔ کسی نسبت یا عظمت کا اس کے سفر کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لیکن ایک مجاہد جس وقت نکلتا ہے تو اس کے سامنے یہ ساری چیزیں پیش نظر ہوتی ہیں۔ وہ ادب سے جاتا ہے با ادب ہوتا ہے۔ اور ادب والوں کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اور خالق کائنات جل جلالہ صرف ادب کی جہت پر ان کو فتح عطا فرما دیتا ہے۔ تو یہ وہ نصوص ہیں جن سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے۔ کہ خالق کائنات نے کس قدر جہاد کو مقدس عظیم اور معطر بنایا ہے۔ کہ جس کی ہر جہت میں اللہ تعالیٰ نے کئی عظمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی دی ہوئی اس تعلیم کا حصہ تھا۔ جس وقت جنگ یمامہ میں صحابہ کرام مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑ رہے تھے یہ ختم نبوت کی پہلی جنگ تھی۔ اور اس جنگ کے اندر کچھ ایسے اصول سامنے آ گئے۔ جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ آج جس وقت مسلم امہ کے سپوت بے جگری سے لڑتے ہیں۔ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے۔ تو اس پر اعتراض کیے جاتے ہیں۔ اور وہ مقامات جہاں مسلم امہ کے افراد اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے کوئی پرواہ نہیں کرتے اور جان جاتی ہے تو جائے مگر وہ کفار کا پوری طرح صفایا کرنے کے لیے سب کچھ تیار کر دیتے ہیں۔ ایسی حیثیات کو بھی اسلام نے اجاگر کیا ہے۔

تو مخصوص دائرے کے اندر شرائط کے ساتھ اگر وہ ایسا لمحہ اپنے اختتام کے

لحاظ خودکشی بھی قرار دیا تا ہو تو ایسے مراحل بھی صحابہ کرام نے طے کیے ہیں۔ مسلم امہ کا جھنڈا انھوں نے بلند کیا ہے۔

اسواسطے جس وقت جنگ یمامہ میں جو کئی ہفتوں تک جاری رہی مسیلمہ کذاب کے حامیوں کی بہت زیادہ پاور تھی تقریباً چالیس ہزار افراد تھے اور دوسری طرف چند ہزار صحابہ کرام تھے۔ جو حضرت خالد بن ولید کے زیر کنٹرول چل رہے تھے۔

یا محمداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اس جنگ کے اندر البدایہ والنھایہ کی ساتویں جلد میں ہے۔ اسکے علاوہ درجنوں ماخذ میں ہے۔

کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس اور حضرت صالح مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنھما ان دونوں نے اپنے لئے بھاگنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔ اپنے لئے انھوں نے گڑھے نکالے اور اپنا آدھا دھڑ زمین میں گاڑھ لیا۔ پھر یہ ایک خودکشی کے مترادف تھا کہ سامنے دشمن ہیں تیر ماریں گے بھاگنے کی تو گنجائش رکھو۔ اگر تم غالب نہیں آسکتے جان تو بھاگ کے بچا لو۔ لیکن ان کا شوق یہ تھا کہ قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ جان جاتی ہے تو چلی جائے اس انداز میں رسول اکرم ﷺ کی نبوت کے باغی کے خلاف لڑیں گے۔ کہ ہم یہیں شہید ہو جائیں گے۔ انہوں نے اپنے آپ کو زمین میں گاڑھا ہوا تھا اور دونوں کو وہاں شہادت ہوگی۔ قیامت تک راہ محبت میں وہ نقش ثبت کر رہے ہیں۔ کہ مسلم امہ کو اگر کسی ایسے مرحلے میں اس طرح کا کردار ادا کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہ جائے تو وہ ایسا بھی کردار ادا کرے۔ ایسا کردار ادا کرے اپنی جان پیش کر کے اپنے دین کو ہمیشہ کا تحفظ فراہم کر دے۔ اسی جنگ میں جب مسلمانوں کو فتح ہونے لگی تو مسیلمہ کذاب کے سارے حواری بھاگ کے قلعے میں داخل ہو گئے قلعے کا دروازہ انھوں نے بند کر دیا۔ پھر وہاں کیا ہوا تھا۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

اَلْقُوْنِیُ

میرے دوستوں ٹھیک ہے انھوں نے دروازہ بند کردیا تو میں کھولوں گا مجھے ایک تختے پہ بٹھادو اور تختے کو نیزوں کے ساتھ اونچا کرو۔ اونچا کر کے قلعے کی دیوار تک لیجاؤ۔ ایک تمھارے قد پھر بازوؤں کی بلندی پھر نیزوں کی بلندی اتنے تک قلعے کی دیوار آجائے گی۔ دیوار تک پہنچ جاؤں تو تختے کو الٹا کردو میں اندر گر جاؤں گا۔ جو ہوا میں سنبھال لوں گا۔ اب اندر دشمنوں کی فوج ہو ان کے پاس تیر تلوار ہوں۔ ایک تنہا آدمی ہزاروں کے اندر چلا جائے یہ بظاہر موت کو چومنا تھا خودکشی کے مترادف تھا لیکن جب ان کو گرایا گیا اتنا بلند جذبہ تھا کہ گرتے ہی سنبھل گئے اور تلواریں چلاتے چلاتے قلعے کے دروازے تک پہنچ گئے۔ اکیلئے شیر نے قلعے کا دروازہ جا کے کھول دیا۔ اور مسلم امہ کے سپوت اندر داخل ہو گئے۔ اور مسیلمہ کذاب اور اس کے حواریوں کو تہہ تیغ کردیا تو یہ شعور بھی ہمیں صحابہ نے دیا ہے کہ جب حالات ایسے ہو جائیں گے تو مخصوص طریقوں کے ساتھ مشروط طور پر اگر ایسا کام بھی کرنا پڑ جائے گا تو ضرور کرو تاکہ اسلام کا جھنڈہ ہر دور میں لہراتا رہے۔

اس سبق کو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جو بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ بہت بڑے مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے حضرت فضیل بن ایاز کو جو شعر لکھے تھے ان شعروں میں اپنی اس ادا کو بیان کردیا جو ایک اسلامی مجاہد کی ہوتی ہے۔ کہنے لگے۔

یَا عَابِدَ الْحَرَمَیْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا
لَعَلِمْتَ اَنَّکَ فِی الْعِبَادَۃِ تَلْعَبُ

اے حرم کی عبادت کرنے والے اگر تو ہمیں دیکھے، جب ہم اسلام کے لیے حملے کرتے ہیں اس وقت تو ہمیں دیکھ لے ہماری اس وقت پلٹنے جھپٹنے کی نوعیت کیا ہوتی ہے۔ تو تجھے اپنی عبادت لعب محسوس ہو۔ جھکنا اٹھنا رکوع میں اگرچہ یہ بہت

بڑا کام ہے لیکن جب ہم جہاد کے اندر پلٹتے ہیں تو اس شان کو دیکھو جو ہماری شان ہے۔ تمھیں اپنی عبادت حقیری لگنے لگے اور کہنے لگے۔

مَنْ کَانَ یَخْضِبُ خَدَّهٗ بِدَمُوْعِهٖ
فَنُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

یہ بھی بڑی عظمت ہے کہ بندے کے رخسار آنسو سے تر رہیں اور اللہ کے خوف سے آنسو نکلیں اور اس کے رخسار تر ہو جائیں لیکن تمھیں یہ مبارک کہ تمھارے رخسار تمھارے آنسوؤں سے تر رہتے ہیں لیکن ہمارے خون سے ہمارے سینے تر رہتے ہیں۔ ہم اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرتے ہوئے آگے نکلتے ہیں۔

نُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

ہمارے سینوں کو ہمارے خونوں کے ساتھ مہندی لگ جاتی ہے

رِیْحُ الْعَبِیْرِ لَکُم وَنَحْنُ عَبِیْرُنَا
رَهْجُ السَّنَابِکِ وَالْغُبَارُ الْاَطْیَبُ

فرمانے لگے کہ خوشبو لگانے کا بڑا فلسفہ ہے۔ بڑا ثواب ہے لیکن تمھارے لئے خوشبو کستوری اور ہماری خوشبو کیا ہے۔

رَهْجُ السَّنَابِکِ وَالْغُبَارُ الْاَطْیَبُ

جب گھوڑے دوڑاتے ہیں ان کے سموں سے جو غبار اڑتا ہے۔ وہ ہمارے چہرے کی خوشبو بن جاتی ہے۔ ہم اس خوشبو پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

یہ ایک مجاہد اور ایمان دار کی حالت ہوتی ہے اس انداز میں آگے بڑھتا ہے۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہمیں جہاد اسلامی کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

باب نمبر 21

تصوف اور اسلام

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال
جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

تصوّف اور اسلام

نَحْمَدُهٗ حَمْدًا كَثِيراً وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْكَرِیْمِ وَاٰلِہٖ الْعَظِیْمِ وَاَصْحَابِہٖ الضَّخِیْمِ.

اَمَّابَعْدُ.

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلآ ئِكَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَم شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور پُرنُور شافع یوم النشور، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں، سیدِ سروراں، حامیٔ بیکساں، خاتم النبین، رحمتہ اللعالمین، احمدِ مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

نہایت ہی محتشم علماء کرام معزز حضرات وخواتین:

ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو نہایت ہی پُروقار تقریب میں ادارہ "صراطِ مستقیم" کی طرف سے فہم دین کورس کے اکیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ میری دعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ سب کی شرکت اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ربِّ ذوالجلال ہمیں قرآن وسُنّت کے فہم کے ساتھ ساتھ اسکے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ربِّ ذوالجلال کی دی ہوئی توفیق سے راہِ علم میں ہمارا سفر بڑی کامیابی کے ساتھ ہمیں ہماری منزل کے قریب کررہا ہے۔ دعا ہے خالق کائنات ہمیں منزل تک رسائی کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع بھی بہت اہم ہے۔ اور وہ ہے۔

"تصوّف اور اسلام"

اس موضوع میں تصوف کی حقیقت اور اسلام میں تصوف کی اہمیّت اور ضرورت پر گفتگو ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی حقیقت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ پیغام آگے پہنچانے کی ہمت عطا فرمائے۔

میں نے قرآن کی سورۃ الشمس کی آیت نمبر 9 کی تلاوت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا

Undoutedly he attainted to his gool who

cleaned it,soul.

اس شخص نے کامیابی حاصل کر لی جس نے اپنے نفس کو ستھرا کر لیا۔

خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ نے انسان کو جب پیدا کیا تو اس کو ایک چمکتا دل دیکر دُنیا میں بھیجا۔ لیکن بلوغ کے بعد معاشرے کے اثرات کی وجہ سے اسکے دل پر کئی قسم کے پردے آلودگی اور غبار کی وجہ سے پڑ جاتے ہیں۔ آئینہ ادراک دُھندلا ہو جاتا ہے تو جو شخص پھر کوشش کرتا ہے اور اپنے دل کا میل اتارتا ہے۔ یا اپنے دل کو وہ میلا نہیں ہونے دیتا اسے پاک اور صاف رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو کامیاب شخص قرار دے رہا ہے۔

اس سلسلے میں جو کوشش ہے اسکو بہت بڑے جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ٦٩ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا

وہ لوگ جو ہماری ذات کے بارے میں جہاد کرتے ہیں۔ ہمیں ڈھونڈھنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمیں راضی کرنے کے بارے میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔

لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا

تو ہم خود ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔ ان کو اپنی ذات کا پتہ دیتے ہیں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

انسانی نفس کی آلودگی کو دور کرنا

یہ تصوف کا مین کردار ہے وہ دل جو کسی طرح بھی خالق کائنات جل جلالہ کے نور سے منقطع ہو کر جزوی طور پر یا کلی طور پر اس میں اندھیرے جب چھانے لگیں تو تصوف سے تعبیر کیوں کیا جاتا ہے۔

اَلصُّوْفِیَۃِ وَالتَّصَوُّفُ کتاب میں اسکی سب سے پہلی وجہ یہ بیان کی ہے،

۱. اَلتَّصَوُّفُ مُشْتَقٌّ مِنَ الصَّفَا

تصوف صفا سے مشتق ہے۔ صفا کا معنی تصفیۃ کا معنی تصفیۃ ہے تو اس کے اندر دل کا تصفیۃ دیا جاتا ہے۔ تو جو لوگ اس کام میں مصروف رہتے ہیں اس کو صوفی کہا جاتا ہے۔ اور انکے اس شعبہ کو تصوف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے

تصوف صفوۃ سے مشتق ہے، صفوۃ کا معنی صفات کے ساتھ متصف کے ساتھ متصف ہونا ہے تو چونکہ تصوف سے ایک انسان کے کمالات سے متصف ہوتا ہے، تو اس واسطے اس کردار کو تصوف کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، کہ اس میں صفوہ والی حیثیت آگئی، صفات کے ساتھ انسان مزین ہو گیا اور متصف ہو گیا۔

(تیرا معنی نسبت کے لحاظ سے ہے)

اَلتَّصَوُّفُ مُشْتَقٌّ مِنَ الصَّفْوَۃِ

تصوف اور صوفی کے الفاظ اسواسطے بولے جاتے ہیں کہ جولوگ اپنے آپ کو زندگی کے معمولات کے لحاظ سے صُفّہ والوں کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔ جس طرح صفۃ پر رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی۔ جو کہ انقطاع اور تجرد کی زندگی گزار رہے تھے۔ اور دنیاوی آلائشوں سے منقطع ہوکر فقط اللہ کی طرف متوجہ رہتے تھے تو بعد میں وہ جماعت جو اپنے آپ کو اس دائرے کے اندر محدود رکھنے لگی تو اس مشابہت کی بنیاد پر کہ اُن کا تعلق صُفّہ کے ساتھ زندگی گزارنے کا ایک تعلق بن گیا ہے تو ان حضرات کو صوفی کہا جانے لگا۔ اوران کے اس کردار کو تصوف سے تعبیر کیا جانے لگا۔

اَلتَّصَوُّفُ مُشْتَقٌّ مِنَ الصُّوْفِ

تصوف صوف سے مشتق ہے۔ صوف ایک قسم کا لباس تھا۔ جو اس وقت اس قسم اور فن کے لوگوں نے پہننا شروع کیا۔ کہ جس میں عاجزی وانکساری تھی۔ اس لباس کی وجہ سے انکو صوفی کہا جانے لگا۔ اوران کے اس وصف کو تصوف کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

تصوف کی تعریف

اگر ہم تصوف کی تعریف کو جو بحیثیت علم اور بحیثیت فن ہے۔ اس کو دیکھیں تو اس سلسلہ میں حضرت احمد بن مرزوق کے قول۔ کے مطابق تصوف کی تقریبا دو ہزار تعریفیں ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ امت نے اس میں کتنی دلچسپی لی اور تصوف کے فن اور بحیثیت علم اسکو کس طرح ایسا رواج ملا اور کتنی دل کی کشش کیساتھ اسکی طرف توجہ کی گئی۔ کہ ہر شخص نے اس فن میں جو کمال حاصل کیا یا اس نے انسانوں کے اندر اس فن کی وجہ سے انقلاب محسوس کیا۔ اور دلوں کی تطہیر کے لحاظ سے اسے جو اس کے

کمالات نظر آئے تو اس نے اُسی لحاظ سے تصوف کے علم کی تعریف کی ایک جامع تعریف ان دو ہزار تعریفات میں سے یہ ہے۔

اَلتَّصَوُّفُ هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ اَحْوَالُ النَّفْسِ مَحْمُوْدُهَا وَ مَذْمُوْمُهَا وَ كَيْفِيَّةُ تَطْهِيْرِهَا مِنَ الْمَذْمُوْمِ مِنْهَا وَ تَحْلِيَتُهَا بِالْاِتِّصَافِ بِمَحْمُوْدِهَا وَ كَيْفِيَّةُ السُّلُوْكِ وَالسَّيْرِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

تصوف وہ علم ہے کہ جس کی وجہ سے نفس کے حالات کو پہنچانا جاتا ہے

مختلف علوم کے مختلف موضوعات ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر طب کا موضوع بدن انسان ہے۔ صحت و مرض کے لحاظ سے کہ انسان تندرست ہے یا بیمار ہے۔ بدن کی یہ حالتیں جاننا طب کا موضوع ہے۔ لیکن نفس کی حالتوں کا جاننا کس لحاظ سے

مَحْمُوْدُهَا اَوْ مَذْمُوْمُهَا

کہ نفس کی یہ حالت کیا شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر مطابق ہے تو وہ اس کی حالت محمود ہے۔ اور اگر مطابق نہیں تو مذموم ہے۔ تو وہ علم جس کی وجہ سے بدن نہیں نفس کے احوال کو پہچانا جائے کہ ان میں سے پسندیدہ احوال کونسے ہیں اور ان میں مذموم احوال کونسے ہیں۔ ایسے علم کو علم تصوف کہا جاتا ہے۔ اور پھر اس میں یہ ہی نہیں بلکہ اسمیں پہلے نمبر پر نفس کے احوال کو پہچاننا اور شناخت کرنا اس سے تو یہ پتہ چلے گا کہ نفس بیمار ہے یا صحیح ہے لیکن اگر وہ بیمار ہے تو تصوف کی تعریف کا دوسرا حصہ یہ ہے۔

وَ كَيْفِيَّةُ تَطْهِيْرِهَا مِنَ الْمَذْمُوْمِ مِنْهَا وَ تَحْلِيَتُهَا بِالْاِتِّصَافِ بِمَحْمُوْدِهَا

پھر یہ جاننا کہ اسمیں جو حالت بری ہے اس بری حالت سے نفس کو پاک کیسے

کیا جاسکتا ہے۔ پہلے یہ ہے کہ یہ جاننا کہ نفس کے حالات میں سے اچھی حالتیں کونسی ہیں۔اور بری کونسی ہیں۔اگر کوئی بری ہے تو پھر تصوف یہ ہے کہ اس طریقے کو جاننا کہ جس کی بنیاد پر نفس اور روح کی اس بری حالت کو دور کر کے نفس کو غسل دیا جاسکتا ہے۔ اور پھر نفس کو ستھرا کیا جاسکتا ہے۔

وَ تَحْلِيَتُهَا بِالْاِتِّصَافِ بِمَحْمُوْدِهَا .

اس میں دو شعبے ہیں۔مذموم کو دور کر کے نفس کو پھر اچھی صفت کیساتھ متصف کیا جاسکتا ہے۔تیسرے نمبر پر یہ ہے۔

وَ كَيْفِيَّةُ السُّلُوْكِ وَالسَّيْرِ اِلَى اللّٰهِ

نفس کو صاف کرنے کے بعد پھر اللہ کی طرف سفر کیسے کیا جاسکتا ہے۔اس طریقے کو پہچاننا۔اس مجموعی کردار کو تصوف کہا جاتا ہے۔

سب سے پہلے نفس کی حالتوں کو جاننا کہ محمود کونسی ہیں اور مذموم کونسی ہیں۔نفس کے احوال اچھے کونسے ہیں اور برے کونسے ہیں۔پھر جو برے ہیں ان کو دور کرنے کا طریقہ کیا ہے۔چونکہ نفس تو ایک ایسی چیز ہے جو غیر محسوس ہے۔یوں تو نہیں کہ بدن پر پانی ڈالا غسل کر لیا تو گندگی دور ہو گئی۔اب نفس جو ایک غیر محسوس چیز ہے اس کو دھونے کا طریقہ بھی بڑا عجیب طریقہ ہو گا۔وہ طریقہ پڑھ لینا کہ اب نفس بری خصلتوں سے پاک کیسے کیا جائے گا۔اور اس بری خصلت کی جگہ نفس میں اچھی خصلت کو آباد کیسے کیا جائے گا۔اور اس کے بعد جب نفس میں اچھی خصائص آگئیں اب یہ جاننا کہ اس تیاری کے بعد اللہ کے دربار کا سفر کیسے کیا جائے گا۔یہ سلوک کی منزل کہا جاتا ہے۔ جسمیں ایک انسان تین مراحل سے گذرتا ہوا سب سے پہلے اپنے نفس کی تلاشی لے

رہا تھا پھر اس کے احوال کو جان کے اگر برے تھے تو ان کو بدل کر اچھے لا رہا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے اپنے رب کے دربار کی طرف سفر شروع کر دیا۔ یہ وہ علم ہے کہ جس کو تصوف کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جو دوسرے الفاظ میں اسلام کی تمام تر تعلیمات کا گلدستہ محسوس ہوتا ہے۔ اسواسطے اول سے لیکر آخر تک اسلام اسی چیز کا نام ہے کہ انسان اپنے آپ کو اتنا ستھرا بنا لے کہ وہ اپنے رب کے دربار میں شایان شان ہو جائے۔ اور اس کو اپنے رب کے دربار میں قبول کر لیا جائے۔

تصوف کی اس حقیقت کیساتھ اب یہ بات ہم دیکھیں گے کہ تصوف کی آخر ضرورت کیا ہے۔ جس طرح کہ میں نے عرض کیا کہ یہ دوسری صدی ہجری میں یہ لفظ متعارف ہوا۔ تو اس کی ضرورت کیا پڑی؟ یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام سے بڑھ کر کوئی صوفی نہیں ہو سکتا۔ لیکن لفظ تصوف کا تعارف دوسری صدی ہجری میں ہوا۔

اس کی ضرورت بھی دوسری صدی ہجری میں محسوس کی جانے لگی۔ اصل میں رسول اکرم ﷺ نے جس سوسائٹی کو اپنے انوار و تجلیات کے زیر سایہ پروان چڑھایا تھا۔ انہیں اسقدر عظیم بنا دیا تھا کہ انہیں کسی لحاظ سے بھی کسی اور نصاب یا کورس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جس طرح آپ فقہ کے لحاظ سے پہلے یہ سن چکے ہیں۔

ان کے دل ہی علوم کے صندوق تھے۔ نہ ان کو کسی اصول کے بنانے کی ضروت تھی نہ کوئی کتاب پڑھنے کی ضرورت تھی۔ اور نہ ہی کسی طرح آگے قانون سنبھالنے کی ضرورت تھی۔ ”تو ایک نگاہ رسول علیہ السلام سے جو پڑھتے ہے ہم وہ ہزار کتاب سے بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اور سرکار کی تجلی سے ان کا دل جتنا روشن ہوتا تھا۔ ہم تزکیے کے ہزار کورسز سے بھی وہ کمال حاصل نہیں کر سکتے۔ اور یقیناً اس حقیقت تک

نہیں پہنچ سکتے۔تو ان کو یہ ضرورت نہ تھی کہ اسطرح کی صورتحال سے اپنے نفس کو صاف کیا جائے پاک کیا جائے اسواسطے کہ وہاں آفتاب نبوت کی کرنیں براہ راست ان کے سینوں پر پڑ رہی تھیں۔اور

يُخْرِجُ هُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ

کا جو کردار تھا اس کی وجہ سے ان کو اتنا مطہر اور اتنا مقدس بنا دیا گیا تھا کہ انھیں اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔رسول اکرم ﷺ کی مقدس نگاہ کی انوار و تجلیات ہی ان کے دلوں کو ادراک کے آئینے کی حیثیت سے روشن کرنے کے لیے وہ ساری چیزیں کافی تھیں۔لیکن امت کا کارواں آگے چلا تو کیا ہوا ہر محاذ میں ضرورت پڑی یہاں تک کہ جو زبان وہ بولتے تھے وہ بھی محفوظ نہ رہنے لگی اس میں اجنبی لفظ شامل ہوئے۔اب ضرورت محسوس ہوئی کہ گرائمر کو مرتب کر دیا جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود دئلی کو یہ کہہ دیا کہ تم نحو کو ترتیب دو قانون لکھو۔کہ زیر کہاں آئے گی زبر کہاں آئے گی۔یہ پیمانے اور یہ جو قواعد ہیں ان کو ترتیب دے دو۔اب پہلے یہ نہیں تھا۔اب ضرورت محسوس ہوئی کہ اجنبی زبانیں اسمیں شامل ہو رہی ہیں۔اگر ایسا ہوتا رہا تو عرب کو اپنی لغت کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔کہ اس کی حیثیت کیا تھی۔ایسے ہی

علم شریعت کی تدوین کے لحاظ سے جب خطرہ محسوس ہوا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی تدوین کی اور شریعت کو مدون کیا۔

بعد والے مرحلے میں محدثین نے حدیثوں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔تو یہ سارے کام ضرورت کے پیش نظر تھے۔تو جس طرح ان میدانوں میں ضرورت محسوس

کی جارہی تھی۔ایسے ہی عمل میدان میں ضرورت تھی۔ کہ نئی نئی قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہوئی ہیں۔اور پھر شیطان کے وساوس روزانہ انسانوں کو گندہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں تو کوئی ایسا شعبہ بھی ہونا چاہیے جس سے وہ کیفیت محفوظ کی جائے جو رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کرام کے عمل کی ہوتی تھی۔تو جس طرح علم کے لحاظ سے پہرہ کی ضرورت پڑگئی کہ پرانا علم جو ہے اسکو محفوظ کیا جائے۔تاکہ علم اٹھ نہ جائے اور بعد والوں کا نقصان نہ ہو جائے۔تو ایسے ہی عمل کی جو بلندیں تھیں۔ان کو محفوظ کرنے کے لیے اور بگاڑ سے عمل کو بچانے کے لیے اور آئندہ کی بہتری کے لیے جس چیز کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اسی کو تصوف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور بالخصوص رسول اکرم ﷺ کے پاس ہوتے ہوئے جو عمل کی کیفیت تھی اب کیفیت ایسی چیز ہے کہ جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔اس کے لیے خود دل میں ایک نور پیدا کرنا پڑتا ہے۔ایک چاشنی اور ایک ذوق پیدا کرنا پڑتا ہے۔تو ایسے اصول بنادیئے گئے کہ جن پر انسان جب چلے گا تو اس کا تعلق بارگاہ نبوت کے ساتھ مضبوط ہو جائے گا۔اور مستقبل کی راہوں کو امت مسلمہ کے لیے تلاش کرنا آسان ہو جائے گا۔دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا عہد مقدس گزرتا جارہا تھا۔اور وہ جو زمین پر چلتے پھرتے تقویٰ کے ماڈل تھے اٹھتے جارہے تھے تو اب مادہ پرستی کا حملہ ہو رہا تھا۔خواہش اور سیم وزر کی چیزیں جب جب انسانی ضمیر کو سرنگوں کرنا چاہتی تھیں اور انسان کو شکست دینا چاہتی تھیں۔تو اب صلحاء نے کہا کہ ہمیں اسکا جواب دینے کے لیے کوئی ایسی پاور بتانی چاہیے کہ جس کی وجہ سے ایسی ڈھال ہمارے پاس ہو کر مادہ پرستی کے حملے جو ہیں

ان سے اپنے دل کو بچالیں اور امت کی متاع کو محفوظ کرلیں۔ تو اس ردعمل میں مادہ پرستی کا ایک شور اٹھا اور امت پر حملہ ہوگیا تو اس وقت تصوف کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا گیا۔ تا کہ اس مادہ پرستی اور اس خواہش پرستی کے جو جراثیم ہیں امت مسلمہ میں داخل نہ ہوسکیں اور ایسا مقدس نصاب ہو کہ جن کے پڑھنے سے پھر وہی ذوق تازہ ہوتا رہے۔ جو تعلیمات رسول اکرم ﷺ حاصل کرنے والوں کو بظاہر ملتا جارہا تھا۔

اب اس سلسلے میں چند احادیث کو میں درمیان میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس یہ پتہ چلے گا کہ واقعی ایک تبدیلی رونما ہورہی تھی۔ اور جب ہر عمل کا کوئی نہ کوئی ردعمل ہوتا ہے۔ اور جب شیطان کی طرف سے ایسا حملہ ہورہا تھا پھر اللہ والوں نے دفاع کے لیے کوئی ضرور کردار ادا کرنا تھا۔ تو یہ تصوف کی بنیاد اس ضرورت کے پیش نظر بحیثیت فن رکھی گئی ورنہ حقیقت تو اسکی پہلے بھی موجود تھی۔ اور ان کو رسول علیہ السلام کی تجلیوں کیساتھ حاصل ہورہا تھا۔ اور اب بعد میں ملنا تھا مختلف وظیفوں سے عبادتوں، ریاضتوں سے لیکن حقیقت پہلے موجود تھی تو اسکا اسلام کی حقیقت کے ساتھ تعلق ہے۔

یہ اس لئے آج واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آج کچھ لوگ تصوف کے خلاف ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہماری لگائی گئی ڈیوٹی ہے۔ کہ ہم نے اس پر بھی تنقید کرنی ہے۔ یہ امت کا وہ دستور ہے کہ جس کی بنیاد پر شروع سے لیکر آج تک تقویٰ وطہارت کی دولتوں کو محفوظ کیا جاتا رہا۔ اور اس کے نتیجے میں آج تک اس کی برکات امت میں نظر آرہی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کے دل میں اللہ کی محبت کا رنگ تھا اور جو کچھ آپ کو میسر تھا۔ وہ یقیناً صحابہ کرام کے پاس موجود نہیں تھا۔ اور صحابہ کرام جب تک آپکے پاس بیٹھے

رہتے تھے جو کچھ حالت اس وقت ہوتی تھی جب وہ جا کے کاروبار میں لگ جاتے تھے اس وقت وہ حالت نہیں ہوتی تھی۔ اگر چہ جب وہ کاروبار میں تھے کسب حلال میں تھے۔ اس وقت بھی عبادت ہی کرر ہے تھے۔ اس وقت بھی انکی حالت یہ ہے کہ اگر بعد والے غوث قطب کروڑ مل جائیں پھر بھی اس حالت کو نہیں پہنچ سکتے لیکن بہر حال وہ حالت اس حالت سے کم درجے کی تھی کہ جب ماہ نبوت کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کا دیداران انکی آنکھوں میں ہوتا تھا۔

ایسی حالت کے اندر وہ دل کی کیفیات ہوتی تھیں وہ جب دور بیٹھے ہوتے تھے۔ یقیناً وہ حالت نہیں ہوتی تھی۔ جب یہ کارواں آگے گزر کے تابعین کے وادیوں میں داخل ہو رہا تھا ان تابعین کی وہ حالت نہیں تھی جو صحابہ کرام کے دل میں حالت موجود تھی۔ اب یہ سوچ لو وہ تابعین کہ جن کی صدی کو خیر القرون میں شامل کیا گیا ہے۔ اور جن کے بارے میں یہ آگیا ہے کہ ان کے قریب بھی جہنم کی آگ نہیں جائے گی۔ اسواسطے کہ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا ہے۔ لیکن بتدریج تبدیلی ضرور آرہی تھی۔ اور ایک تغیر آرہا تھا۔ دل کی دنیا کے لحاظ سے۔ اگر چہ زھد تابعین کی امت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اتنا بڑا زھد وتقویٰ تھا تابعین کا لیکن صحابہ کرام کے مقابلے میں تبدیلی آچکی تھی۔ تو جب مسلسل ایک انحطاط آرہا تھا۔ اور تبدیلی کی طرف ایک میلان بڑھ چکا تھا تو اب اس تصوف کی ضرورت کو محسوس کیا گیا کہ پہلے لوگوں کو تو بارگاہ نبوت سے ملا ہوا جو فیض براہ راست جو پایا ہے اور پھر بالواسطہ ان کے لیے بہت بڑا حصہ موجود ہے۔ اور اب ہمیں ہر جہت کے لحاظ سے چونکہ سامنا کرنا ہے۔ ہر شخص ایسا نہیں کہ جس کا دل اتنا بارگاہ نبوت سے ملا ہوا ہو کہ آج بھی ویسا ہی فیض

حاصل کر سکے اگر چہ ادھر سے تو کوئی کمی نہیں ہے۔ لیکن ہر شخص کی صلاحیت اجاگر کرنے
میں ان کو وقت لگے گا وہ صلاحیت کو زندہ کرنے والا فن اور تابندہ کرنے والی چیز جسکو
تصوف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس انداز میں ضرورت محسوس کرتے ہوئے
امت کے صالحین نے ایک نصاب کی شکل امت کو تصوف کا کورس عطا فرمادیا ہے۔

یہ جو میں نے بیان کیا اسکی حدیث سے ہمیں واضح طور پر مثال نظر آتی ہے۔

یہ حدیث شریف مسلم شریف میں موجود ہے۔ حدیث نمبر ۲۸۵۰ اور مشکواۃ
شریف کے صفحہ نمبر ۴۵۸ پر موجود ہے۔ حضرت ابوذر غفاری اس حدیث کے راوی
ہیں۔ رسول اکرم ﷺ ایک دن فرمانے لگے

وَاللّٰہِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلاً وَ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْراً

میرے صحابہ کرام اگر تمھیں اتنا پتہ چل جائے جتنا مجھے پتہ ہے اور اتنا علم
تمھیں آجائے جتنا مجھے ہے تو پھر تم زیادہ روتے رہو۔ اور بہت کم ہنسنا آئے۔ تم
روتے ہی رہو۔ تمھیں جو آج وقت ملتا کہ جس میں ہنس لیتے ہو۔ اور اپنے کاروبار میں
جا کے لگ جاتے ہو۔ تمھیں وہ علوم حاصل نہیں ہیں جو مجھے حاصل ہیں۔

ایک تو یہاں سے یہ بھی پتہ چلا کہ مجموعی طور وہ صحابہ کرام کہ جن کے ایک چلو علم
کا ہم کروڑوں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میرے محبوب علیہ السلام کے علم کا عالم کیا ہوگا کہ
ان سب کے مقابلے میں فرمادیا کہ تمھیں وہ معلومات نہیں ہیں۔ جو میرے رب نے
مجھے معلومات عطا فرمائی ہیں۔ اور پھر علم [illegible]وف پیدا کرتا ہے اور اس کی بنیاد پر عمل آتا
ہے تو اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ کوئی امتی [illegible] علیہ السلام سے عمل میں کیسے بڑھ سکے گا
جب صدیق و عمر عثمان و علی طلحہ و زبیر سعد [illegible] رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے لوگ آگے

نہیں جاسکتے تو آج کا کوئی امتی عمل میں آگے کیسے جاسکتا ہے۔ تمھیں اگر مجھ جتنا علم آجائے تو پھر تم اکثر روتے رہو اور بہت کم تمھیں ہنسنے کا کوئی موقع ملے۔

اور رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

وتَلَذَّذْ تُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرَشَاتِ

تم میں کسی کی یہ مجال نہ ہو کہ وہ اپنے گھر اپنی اھلیہ کیساتھ ایک رات بھی بسر کر سکے اتنا خوف طاری ہو جائے وہ بستر پر لذت حاصل کرنا بھول جائے۔

وَلَخرَ جتُمْ اِلَّا الصَّعَدَاتِ

تم جنگلوں کی طرف نکل جاؤ، صحراؤں کی طرف اپنے گھر آنے کا نام نہ لو کسی کی طرف دیکھ نہ سکو کسی سے کلام نہ کر سکو۔ ہر وقت آنسو بہتے رہیں۔ اور تم جنگلوں صحراؤں میں پڑے رہو۔

تُجَارُوْنَ اِلَی اللّٰهِ

گڑگڑا کے اللہ سے دعائیں مانگتے رہو عاجزی کرتے رہو انکساری اور تضرّع میں زندگی گذارتے رہو۔ تم آبادیوں سے باہر نکل جاؤ۔ جنگلوں میں جا کے ڈیرے لگا لو ساری زندگی تم اسی حالت میں گذار دو نہ تم بیوی کے پاس بیٹھ سکو نہ بچوں کے پاس بیٹھ سکو نہ معاشرہ اور سوسائیٹی میں رہ سکو۔ اگر تمھیں میری جتنی معلومات ہوتیں۔ تم میں سے کوئی بھی اپنے گھر میں ٹھہر نہ سکتا اور تم نکل جاتے چونکہ تمھیں وہ کیفیات میسر نہیں جو کیفیات مجھے میسر ہیں۔

اسی لئے میرے صحابہ گھر میں بیٹھ لیتے ہو اھل وعیال کو بھی ٹائم دیتے ہو کاروبار کو بھی دے لیتے ہو۔ چونکہ تمھیں وہ کیفیات میسر نہیں جو مجھے ہیں۔ اور یہ میری

برداشت ہے کہ وہ سب کچھ موجود بھی ہے۔ پھر بھی تمھیں پاس بٹھاتا بھی ہوں اور سینے سے لگاتا بھی ہوں۔

رسول اکرم ﷺ نے جب یہ بیان کیا۔تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ لفظ بولے۔

یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ

کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا۔کوئی حیثیت نہ ہوتی درخت ہوتا میں کوئی انسان نہ ہوتا۔انسان سے تو مواخذہ بڑا ہے انسان پر تو ذمہ داریاں بہت ہیں۔اسکے لیے کیفیات بڑی اہم ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری جو منفرد قسم کے صوفر ہیں اس امت کے یوں بولنے لگے کاش میں ایک درخت ہوتا مجھے کاٹ دیا جاتا۔اب تصور کرو کہ رسول اکرم ﷺ کی اپنی کیفیات کس قدر بلند و بالا ہیں۔اور ان کے مقابلے میں صحابہ کرام اگر ان میں ہر ایک صوفی کرڑوڑ یا صوفیوں سے بڑا صوفی لیکن محبوب علیہ السلام کے قلب اطہر کے مقابلے میں انکو وہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔اسواسطے واضح طور پر فرمادیا۔اگر تمھیں ایسا علم میسر ہوتا تو پھر ایسا ہوتا۔تو چونکہ ایسا علم تمھیں میسر نہیں ہے۔لہذا اس کے جواب میں جو چیز آنی تھی وہ بھی تم اس وقت موجود نہیں ہے۔تم اس وقت میرے پاس بیٹھتے ہو کاروبار بھی کرتے ہو۔اگر چہ ہر لمحہ ان کا سعادتوں میں گزرتا ہے لیکن وہ مسئلہ کہ سارے گھر ہی چھوڑ جاتے جنگل میں چلے جاتے اور ہر وقت روتے ہی رہتے ایسی صورتحال نہیں تھی تو اس سے پتہ چلا کہ رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر سے صحابہ کرام کو فیض ملا ہے اور صحابہ کرام جب تک رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہیں اس

وقت حالت اور درجے کی ہے۔ اور وہاں سے نکل کر جب اپنے کام پہ چلے گئے ہیں اگرچہ حکم خداوندی پر گئے ہیں لیکن اب دل کی وہ حالت نہیں رہی جو پہلے محبوب علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے موجود تھی۔

یہ حدیث شریف مشکواۃ شریف کے صفحہ نمبر ۴۵۸ پر موجود ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جو کاتب وحی ہیں ان کا بیان ہے کہتے ہیں

لَقِیَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ

مجھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملے تو مجھ سے انہوں نے پوچھا

کَیْفَ اَنْتَ

اے حنظلہ کیا حال ہے تو میں نے کہا

نَافَقَ حَنْظَلَۃُ

حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب مجھ سے پوچھا۔ کہ اے حنظلہ تیرا حال کیا ہے تو میں نے کہا حال کیا ہونا ہے میں تو منافق ہو گیا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاتَقُوْلُ

اے حنظلہ کیا کہتے ہو۔ یہ کیسی بات ہے تم تو پکے صحابی ہو تم کیسے کہہ رہے ہو کہ حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ اب یہاں سے یہ بھی اندازہ لگاؤ کہ وہ اپنے دل کی تلاشی کتنی لیتے گے۔ اور کس حد تک اس کھوج میں تھے دل کی حالت کیا رہتی ہے۔ اور تقابل کرتے رہتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کے زیر سایہ بیٹھے ہوتے ہیں اس وقت حالت کیا ہوتی ہے اور جب گھر بیوی بچوں کے پاس چلے جاتے ہیں اس وقت حالت کیا ہوتی ہے اب

کیا دور تک حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے سوچا ہوا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آخر وجہ کیا ہے۔ کیا منافقت سمجھتے ہو۔ تو حضرت حنظلہ کہنے لگے وہ یہ ہے۔

نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ایک وقت وہ ہوتا ہے کہ جب ہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں۔ تو کیا ہوتا ہے۔

یُذَکِّرُنا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ

آپ ہمیں قرآن پڑھ کے سناتے ہیں۔ جنت کا منظر سامنے ہوتا ہے۔ جنت کے بارے میں درس ہوتا ہے۔ کبھی جہنم کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ تو جس وقت ہم آیات کو سنتے ہیں تو کیا ہوتا ہے۔

حَتّٰی کَاَنَّا رَائِیْ عَیْنٍ

یوں لگتا ہے کہ جیسے جنت کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ ایسا رسول اکرم ﷺ کا انداز ہوتا ہے کہ لفظوں سے ہمیں جنت نظر آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب جہنم سے ڈراتے ہیں۔ تو یوں لگتا ہے کہ جھنم کا ہم نے مشاہدہ کر لیا ہے۔ تو جنت کو دیکھ کر بندگی کا مزید شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور جہنم کے ان شعلوں کی وجہ سے برے کاموں سے مزید بےزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اس وقت تک حالت ہوتی ہے جب تک ہم رسول اکرم ﷺ کے دربار میں موجود ہوتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ایک وقت آتا ہے۔

اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

جب ہم اجازت لے کے گھروں کو جاتے ہیں۔

عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ

تو ہم اپنی ازواج کے پاس اپنے بیٹوں کے پاس جا کے معروف ہو جاتے ہیں۔ والضیعات اپنے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ گھر چلے جاتے ہیں۔ اہل وعیال کو بھی ٹائم دیتے ہیں۔ کاروبار کو بھی ٹائم دیتے ہیں۔ تو جب وہاں جاتے ہیں تو کہتے ہیں۔

فَفَسِیْنَا کَثِیْراً

وہ پہلے والی لذت نہیں رہتی جو اس وقت تھی جب رسول اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھی۔ وہ لذت برقرار نہیں رہتی جب ہم گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ صورتحال جب میں تبدیلی دیکھی کہ وہاں اور ہے اور گھر میں اور ہے۔ تو میں نے اسکو منافقت کہہ دیا ہے۔ کہ اب منافقت آ گئی حنظلہ منافق ہو گیا کہ جیسی حالت سرکار کے سامنے ہوتی ہے وہی گھر میں ہونی چاہیے۔ آخر گھر میں آنے کے بعد بیوی بچوں کے پاس آنے کے بعد کاروبار میں لگ جانے کے بعد دل کی حالت تبدیل کیوں ہو جاتی ہے۔ جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کی تلاشی لی یہ مرض بیان کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسکی تصدیقات کی کہنے لگے۔

اِنَّا لَنَلْقٰی مِثْلَ ھٰذَا

حنظلہ یہ تو ہم بھی محسوس کرتے ہیں۔ جو بات تم نے محسوس کی وہ ہم بھی محسوس کرتے ہیں۔ کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ہماری حیثیت اور ہوتی ہے۔ لیکن جب گھروں کو چلے جاتے ہیں تو دل کی حالت اور ہوتی ہے۔ اور پھر یہ یقین سے سمجھیں کہ انکی وہ گھروں کی دل کی حالت جس پر ان کو اس وقت اعتراض تھا وہ بعد والے صوفیا سے کروڑ درجہ اونچی حالت تھی۔ لیکن پھر بھی وہ خیر الوقت کے سب سے بڑے قائد ہیں۔ امت کے اندر سے انہیں یہ چاہیے تھا کہ مزید اسمیں کوئی چمک پیدا ہونی چاہیے۔

جس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا۔ حنظلہ یہ تو میں بھی محسوس کرتا ہوں کہنے لگے چلو دونوں ہم چلتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے جا کے پوچھتے ہیں۔

یہ دونوں جس وقت رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور ساری بات بیان کردی۔ صدیق اکبر کہتے ہیں کہ حنظلہ آئے میں نے حال پوچھا تو یہ کہتے ہیں میں منافق ہو گیا ہوں اور پھر میں نے پوچھا منافقت کیا ہے تو انہوں نے یہ صورتحال بیان کردی۔ یارسول اللہ ﷺ اب اسکا حکم کیا ہے۔

تو میرے محبوب علیہ السلام کا جواب یہ تھا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ

میرے صحابہ سن لو میرے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

اِنْ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَاتَكُوْنَ عِنْدَی وَ فِیْ الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمْ الْمَلَائِكَةَ عَلٰی فُرُشِكُمْ وَفِیْ طُرُقِكُمْ .

میرے صحابہ یہ فرق تو آخر ظاہر ہونا ہی ہے۔ اگر یہ بھی ظاہر نہیں ہوگا تو تمہیں میرے دربار کی عظمت کا پتہ کیسے چلے گا۔ ایسی تو کچھ تبدیلی آنی چاہیے سن لو۔

اِنْ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَاتَكُوْنَ عِنْدِیْ

میری پاس رہتے ہوئے جو تمھاری حالت ہوتی ہے اگر وہی بعد میں بھی رہے

لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ

پھر تو فرشتے تم سے مصافحہ کرنے آجائیں۔ فرشتے آکے تم سے مصافحہ کریں۔

عَلٰی فُرُشِكُمْ

کہاں کعبہ جاؤ تو اور وہ تم سے مصافحہ کرنے آئیں یا بیت المقدس میں پہنچو اور وہ مصافحہ کرنے اتریں فرمایا نہیں تم اپنے بستروں پہ بیٹھو گے وہ آ کے تم سے مصافحہ کریں گے۔

وَفِیْ طُرُقِکُمْ

تمھارے راستوں میں لائینیں بنا کے کھڑے ہوں گے تم سے مصافحہ کرنے کے لیے۔

لٰکِنْ یَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً سَاعَةً

لیکن اے حنظلہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ یہ منافقت نہیں ہے۔ بلکہ تمھارا ایمان پکا ہے۔ تمھارے اندر یقین پکا ہے۔ تمھارا تقویٰ پکا ہے تمھاری طہارت پکی ہے۔ لیکن آخر ساعت ساعت کا فرق ہوتا ہے۔ دربار نبوت والی گھڑی اور ہوتی ہے۔ کارخانہ کی گھڑی اور ہوتی ہے۔ وہ بھی اگرچہ عظمت موجود ہے۔ لیکن یہ فرق درمیان میں رکھا گیا۔ اور اسکو منافقت سے تعبیر نہ کرو یہ تبدیلی باہر جا کے کچھ آنی ہوتی ہے۔ اور تم اپنے خلوص کو برقرار رکھو۔ اللہ اسی پر تمھیں کامیابیاں عطا فرمانے والا ہے۔

تو تمہید میں شروع میں اس انداز کی تبدیلی چونکہ اس وقت بزم سے اٹھ کے بھی آجاتی تھی۔ اب یہ صحابہ کرام اپنے فیلڈ میں موجود ہیں۔ تو ان کو بہت سوز حاصل ہے اور بہت ساز ہے تقویٰ و پرہیزگاری کا بہت رنگ موجود ہے۔ بالآخر جس وقت تابعین کا عہد آرہا تھا اور صحابہ کرام اٹھتے جارہے تھے ایک تقابلی جائزہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پیش کیا۔

جس سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ اب واقعی اس فن اور کورس کی ضرورت پڑ رہی تھی۔ کہ جس کو تصوف کے نام سے صالحین نے لوگوں میں متعارف کروایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حدیث شریف بخاری میں اور مشکوٰۃ کے صفحہ نمبر ۴۵۸ پر موجود ہے۔ کہ جب انہوں نے تابعین کے کچھ طریقے دیکھے تو فرمانے لگے۔

اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالاً هِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ

اے تابعین تم کچھ کام ایسے کرتے ہو جو کہ تمھارے نزدیک بال سے بھی زیادہ باریک ہیں۔ یعنی ان کاموں کا چھٹانک بھی وزن نہیں چہ جائیکہ پہاڑ جتنا وزن ہو۔ تم کچھ ایسے کام کرتے ہو جو تمھارے نزدیک تمھاری آنکھوں میں بال سے بھی وہ کام باریک ہیں۔ اور معمولی سے کام ہیں۔

کُنَّا نَعُدُّ هَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ

لیکن وہی کام ہم رسول علیہ السلام کی ظاہری حیات میں مہلکات سے شمار کرتے تھے۔ آج جس کام کو تم سمجھتے ہو کہ کوئی نہیں اسکا بوجھ بال جتنا ہی ہوگا۔ معمولی سی کوئی غلطی ہے یہ کوئی جرم نہیں ہے جس کو تم یہ سمجھتے ہو ہم اسے پہاڑ سمجھا کرتے تھے۔ یہ ہمارے تقویٰ کا جو تقاضا تھا اور ہم جس راہ سے گذر کے آئے ہیں۔ اور ہم نے جو رسول اکرم ﷺ سے پڑھ کے اور سیکھ کے بلند معیار پایا تھا۔ ہم جن چیزوں کو پہاڑ سمجھتے تھے آج تم ان چیزوں کو بال سمجھ رہے ہو۔

اب یہ تابعین کا زمانہ جو خیرو القرون میں سے ہے۔ اور جو تابعین تقویٰ کے پہاڑ ہیں اور بعد والوں سے ہزار مرتبہ افضل ہیں۔ لیکن حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جو تبدیلی محسوس کی تھی اس کو انھوں نے بیان کردیا کہ ہمارے نزدیک جو مہلکات میں سے کام تھے۔ اور جس کی وجہ سے بندہ ھلاک ہوجاتا ہے۔ اب تمھارے اندر وہ رائج ہورہے ہیں اور تم ان کو مہلکات نہیں سمجھتے تم ان کو اپنے لیے کیا سمجھتے ہو۔ یہ معمولی ہیں اور بال سے بھی باریک ہیں تو یہ ایک اسطرح تبدیلی کا ایک تسلسل تھا۔ کہ اب تو تابعین کا زمانہ ہے۔ اس سے آگے جس وقت بات نکلے گی۔ تو

مزید ان کا اعتبار گر جائے گا۔ اب ضرورت تھی ایسی چیز کی جو دوسری صدی ہجری کے اندر ہی تصوف کے نام سے پورا ایک شعبہ رائج کر دیا گیا کہ جن کے قوانین اور جس کے ضابطوں سے پھر لوگوں نے اپنے سینوں کو منور کیا اور دلوں پر پڑے ہوئے غبار کو اتار کے اپنے آپ کو وہی چمک دلائی جو بارگاہ نبوت سے ان کے لیے پہنچ رہی تھی۔

ایسی صورتحال میں اس کی مثال یوں سمجھو کہ

ایک مریض کو دوائی پینے کے لیے میسر ہے میٹھا شربت ہے۔ اس کو کہیں درد ہو رہا ہے اور اس درد کے لیے وہ شربت موجود ہے۔ وہ پیے گا تو شربت اس جگہ تک اس کے حلق سے ہوتا ہوا پہنچ جائے گا۔ لیکن دوسرے کو شربت میسر ہی نہیں۔ اور اس کے پاس صرف ایک مالش ہے اب جہاں اس مالش نے پہنچنا ہے وہ منہ کے ذریعے استعمال ہی نہیں کر سکتا۔ اس سے نیا پرابلم بن جائے گا تو اب وہ اس کی مالش سینے کے اوپر کرے گا' رگڑے گا تو آہستہ آہستہ اس کے بدن کی مسام سے ہوتی ہوئی اندر داخل ہوگی اور بڑے وقت کے بعد تدریجاً وہاں پہنچے گی جہاں پر شربت ایک منٹ میں پہنچ گیا تھا۔ فوراً گھونٹ بھرنے سے وہاں پہنچا لیکن مالش میں بڑی کوشش کرنی پڑے گی ۔ رگڑنا پڑے گا پھر تھوڑی تھوڑی جا کے آگے پہنچے گی اور بڑی دیر کے بعد جہاں ضرورت تھی وہاں جا کے اپنا کام کرنا شروع کر دے گی تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تو وہ تھے جو گھونٹ پینے والے تھے۔ لیکن بعد والوں کو اب ضرورت پڑ رہی تھی کہ اسطرح کی مالش کے ساتھ انکی تبدیلی ان کے اندر رونما کی جائے تصوف کی حقیقت کے اندر ان کو یہ نصاب دے دیا گیا کہ بعد میں بھی اب گذارہ تو کرنا ہے اور وہ حالت حاصل کرنے کی کوشش تو کرنی ہے۔ تو یہ صوفیا نے تجربات سے ہمیں ایک نصاب دے دیا کہ جسکی روشنی میں آج بھی دل کو چمک دی جا سکتی ہے۔

اس سلسلے میں یہاں پر مجموعی طور پر تین چیزیں ہیں۔

اس کو معراج التشوّف الی حقائق التصوّف میں بیان کیا گیا ہے۔

اَوَّلُهٗ عِلْمٌ وَاَوْسَطُهٗ عَمَلٌ وَآخِرُهٗ مَوْهِبَةٌ

تصوف میں سب سے پہلے علم دوسرے نمبر پر اس میں عمل ہے اور تیسرے نمبر پر اس عمل پر مرتب ہونے والا اللہ کا فضل ہے۔

پہلے علم آتا ہے پھر علم کی وجہ سے جس وقت وہ اپنے آپ کو اسکے مطابق ڈھالتا ہے تو اللہ اسکی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی طرف سے ولایت کا ثمرہ مرتب فرما دیتا ہے۔

اس سلسلے میں علم کتنا ضروری ہے۔

حضرت امام مالک کا یہ قول ایفاظ الھمم کے صفحہ نمبر ۶ پر موجود ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔

مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ

جو صوفی تو بنے علم دین حاصل نہ کرے تو امام مالک فرماتے ہیں۔ وہاں زندیق بننے کا خطرہ ہے۔ ہو سکتا ہے وہ زندیق بن جائے۔

وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ

جو علم تو پڑھے گا مگر تصوف کی طرف مائل نہ ہو فَقَدْ تَفَسَّقَ ہو سکتا ہے وہ فاسق بن جائے۔ وہ فاسق بن گیا۔

وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا

جوان دونوں کے درمیان جمع کرتا ہے۔ فَقَدْ تَحَقَّقَ تو وہ حقیقت میں پہنچ جاتا ہے۔ وہ حقیقت کو پالیتا ہے، تو یہ بھی ہمارے ہاں دونوں شعبے موجود ہیں، فقاہت کا بھی اور تصوف کا بھی اور ان کے درمیان جمع ہے لیکن یہ بعد میں ہے کہ ڈیوٹی کسی کی ایک شعبے میں ہے اور کسی کی دونوں شعبوں کے ساتھ ہے لیکن حقیقت ہر حال اُسے ملے گی جس کے اندر دونوں شعبے حقیقت میں موجود ہوں اگر چہ وہ ڈیوٹی کسی ایک کی کر رہا ہے وہاں فقاہت بھی ہو اور وہاں تصوف بھی ہو اسکے بعد

• جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ

خالق کائنات جل جلالہ اس کو منزل حقیقت عطا فرما دیتا ہے۔

اسکے بعد سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مدارج السالکین جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۲۴ پر ابن قیم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

اَلطُّرُقُ كُلُّهَا مَسْدُوْدَةٌ عَلَى الْخَلْقِ اِلَّا عَلٰى مَنِ قْتَفٰى آثَارَ الرَّسُوْلِ ﷺ

مخلوق کے لیئے اللہ کی طرف جانے والے سارے راستے بند ہیں۔ صرف اسی کے لیے کھلتے ہیں جو سُنّتِ نبوی کی پیروی کرتا ہے۔ جو یہ چاہے کہ سُنّت کو چھوڑ کے اللہ کو جا ملے سُنت کو چھوڑ کے وہ خدا رسیدہ بن جائے سنت کو چھوڑ کے وہ صوفی یا ولی یا صالح بن جائے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسا پائے کا صوفی اور صوفیوں کے سالار

کہتے ہیں کہ اس کو کبھی راستہ نہیں ملے گا۔ بھٹکتا رہے۔ گرتا رہے گا ڈگمگاتا رہے گا۔ وہی راہ پا سکے گا جو سنت کی روشنی میں اللہ کے دربار کی طرف بڑھ رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو خود اپنی منزل کا پتہ عطا فرما دے گا۔

حضرت ابو حفص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

مَنْ لَمْ یَزِنْ اَفْعَالَہٗ وَاَحْوَالَہٗ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَلَمْ یتّھم خَوَاطِرَہٗ فَلَایُعَدُّ فِیْ دِیْوَانِ الرِّجَالِ

(مدارج السالکین، جلد۲، ص۵۲۴)

۔ جو شخص روزانہ اپنے معمولات کو قرآن وسنت کے ساتھ وزن نہیں کرتا۔ اپنے معمولات کو رکھ کے قرآن وسنت سے چیک نہیں کرتا۔ تو اسکا نام ولیوں کے رجسٹر میں لکھا ہی نہیں جاتا۔

اسکا نام ولیوں میں لکھا جاتا ہے۔ جو اپنے دل کی حالت بھی اور اپنے اعمال و احوال کو قرآن وسنت کے سامنے رکھ کے چیک کرتا ہے کہ واقعی قرآن وسنت نے میرے ان کاموں کی تائید کی ہے روزانہ اس کام میں لگا رہتا ہے اسکا نام ولیوں کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے یہ قول بھی مدارج السالکین میں موجود ہے۔ فرمانے لگے۔

صوفی کو بڑا باضبط ہونا چاہیے۔ حوصلہ والا اور اسکے اندر برداشت کی بڑی طاقت ہونی چاہیے یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تھوڑا سا نور ملے تو اس سے ہی اسکا سینہ پھٹ جائے۔

صوفی کے لیے تین چیزوں کی پابندی بڑی ضروری ہے۔

پہلے نمبر پر ضروری بات یہ ہے

لَایُطْفِی نُوْرُمَعْرِفَتِهٖ نُوْرَ وَرْعِهٖ

اس کی معرفت کا نور اسکی پرہیز گاری کے نور کو بجھا نہ سکے۔ معرفت آئے اور پرہیز گاری چلی جائے۔ معرفت کا دیا روشن ہو اور پرہیز گاری کا چراغ بجھ جائے وہ صوفی نہیں ہے بلکہ صوفی وہ ہوگا جس کی معرفت کا نُور اس کی پرہیز گاری کے دیئے کو بجھا نہ سکے بلکہ مزید اس کو روشن کر رہا ہو۔

دوسرے نمبر پر ضروری بات یہ ہے۔

وَلَا یَتَکَلَّمُ بِبَاطِنٍ فِیْ عِلْمٍ یَنْقُضُ عَلَیْهِ ظَاهِرُ الْکِتَابِ

وہ کوئی ایسی باطنی باتیں نہ چھیڑے اور ایسے باطنی اسرار کہ جس کو ظاہر قرآن رد کر رہا ہو اپنی طرف سے کوئی امرِ دین بنا کے نہ پیش کرتا رہے۔ اگر ایسا کرے گا تو پھر بھی اسکا ہاضمہ درست نہیں رہا تصوف سے باہر آرہا ہے اس کا تصوف کے لحاظ سے ہاضمہ تب درست ہے کہ اس میں ایسی برداشت ہو۔ اگر کوئی مخفی اسرار اس کو نظر آتے ہیں تو پہلے قرآن سے انکو چیک کرے۔ قرآن انکی حمایت کر رہا ہو تو پھر ان کو بیان کرے۔ ورنہ وہ ایسے اسرار کو ہرگز ظاہر نہ کرے۔

تیسرے نمبر پر ضروری بات یہ ہے۔

وَلَا تَحْمِلُهُ الْکَرَامَاتُ عَلٰی هَتْکِ اَسْتَارِ مَحَارِمِ اللّٰهِ

اس کی کرامتیں اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے پردوں کو پھاڑنا شروع نہ کر دیں اس کی کرامتوں سے محارم کے پردے پھٹنے نہ شروع ہو جائیں۔ یہ اگر پابندی کر سکے گا تو اس کو صوفی کہا جا سکے گا۔ یہ تینوں چیزیں ضروری ہیں۔

ان تینوں چیزوں کو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف اور صوفی کے

لیے لازم قرار دیا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جو عمل کی حیثیت ہے اسکو بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

مجمع عام میں اپنے دوستوں میں یہ کہہ دیا۔

لَوْنَظَرْ تُمْ اِلٰی رَجُلٍ اُعْطِیَ مِنَ الْکَرَامَاتِ اِلٰی اَنْ یَرْتَفِعَ فِیْ الْھَوَاءِ

اگر ایک شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کو اتنی کرامتیں دی گئی ہیں کہ وہ ہوا میں اڑ رہا ہے تم اُس کو بغیر کسی سبب کے ہوا میں اُڑتے دیکھ لیا۔

فَلَا تَغْتَرُّوْا بِہٖ

اس سے ہی اس کے فریب میں نہ آ جاؤ۔

حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ کسی کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کے اس پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ کہ یہ کوئی بڑا ولی ہے ایک بات دیکھو اگر اس میں پکا ہے تو پھر تم اس کو مان جاؤ۔ ورنہ اس سے اپنے آپ کو بچالو۔

آپ فرماتے ہیں۔

حَتّٰی تَنْظُرُوْا کَیْفَ تَجِدُوْنَہٗ عِنْدَ الْاَمْرِ وَالنَّھْیِ

یہاں تک کہ تم یہ دیکھو کہ اسکا معاملہ اللہ کے امر و نہی کے ساتھ کیا ہے۔ جب اَقِیْمُوْا کا حکم ہوتا ہے کیا نماز پڑھتا ہے یا نہیں۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کا موسم آتا ہے تو کیا روزے رکھتا ہے یا نہیں اسکو اللہ کے اوامر اور نواہی کے لحاظ سے بھی چیک کرلو۔

وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَاَدَاءِ الشَّرِیْعَۃِ

شریعت کی پابندی دیکھو حدود اللہ کا پہرہ دیکھو۔ یہ دیکھنے کے بعد اب تم اسکو

تسلیم کر جاؤ۔ اسکے سوا کوئی ہوا میں چھلانگیں بھی لگاتا پھرے اڑتا بھی پھرے اس کو ماننے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ بغیر شریعت کے پہرے کے مان جاؤ گے تو وہ فریب ہوگا۔ وہ روحانیت نہیں ہوگی۔ روحانیت اس کو کہا جائے جب شریعت کے پہرے کے اندر یہ کمال نظر آ رہا ہوگا۔

اور یہ بھی ظاہر کرنا بعض کے نزدیک مجبوری ہے اسکے بارے میں بڑے بڑے عجیب لفظ بولے حتی الوسع کوشش کرے کہ اسکا ظہور ہی نہ ہو اور کسی کو پتہ ہی نہ چلے۔ تو یہ صورتحال ہے کہ ظاہر ہو جائے تو پھر یہ دیکھو کیا شریعت کی پابندی موجود ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کہتے ہیں اگر ایسی صورتحال ہے پابندی کی تو وہ یقیناً اللہ کا ولی ہے۔ اسکو تم تسلیم کر سکتے ہو۔

آپ اپنے خادم کو لے کر ایک شخص کو ملنے گئے جس کے بارے میں اس نے اپنی تشہیر کروا رکھی تھی کہ میں اللہ کا ولی ہوں۔ حضرت بایزید بسطامی جب اس کو ملنے گئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو کھڑا تھا اس کو کھانسی آ گئی۔ جب اسکو کھانسی آئی تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا۔

حضرت بایزید بسطامی نے اپنے ساتھی سے کہا چلو واپس چلتے ہیں سلام بھی نہ کہا۔ ملاقات کرنے گئے تھے۔ سلام بھی نہیں کہا۔ جب واپس نکلنے لگے تو اپنے اس دوست سے کہا جو ساتھ موجود تھا۔

هٰذَا غَيْرُ مَامُوْنٍ عَلٰى اَدَبٍ مِّنْ آدَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَيْفَ يَكُوْنُ مَامُوْنٌ عَلٰى مَايَدَّعِيْهِ

فرمانے لگے جو بندہ نبی علیہ السلام کی ایک سنت کے ساتھ انصاف نہیں کر سکا

وہ طریقت کے ساتھ انصاف کیسے کر سکے گا۔ جس کو یہ پتہ نہیں کہ نبی علیہ السلام کا ادب اس معاملہ میں کیا ہے۔ جو یہ نہیں کر سکا تو وہ اپنے دعویٰ میں کیسے سچا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی یہ وہ لوگ ہیں جو تصوف کے ستون ہیں اور ان کی تعلیمات میں تصوف کی تعلیمات ہیں۔ آپ نے ملنے سے اجتناب کیا اور فوراً واپس آ گئے۔ فرمایا یہ بندہ صوفی نہیں ہو سکتا۔ اسواسطے کہ میں نے اسمیں سنت کی خلاف ورزی دیکھ لی ہے۔

اس سلسلے میں صوفی جب پابندی کر کے آگے مراتب کو پاتا ہے۔ اسکی حالت کیا ہوتی ہے۔

معراج التشوف الی حقائق التصوف کے صفحہ پانچ ۵ پر لکھا ہے۔

اَلصُّوْفِیُّ کَا لْاَرْضِ یطوہ الْبَرُّوَالْفَاجِرُ

صوفی زمین کی طرح ہوتا ہے۔ اس پر نیک بھی قدم رکھ کے چلتا ہے برا بھی چلتا ہے۔

وَ کَا لسَّماءِ تَظِلُّ کُلَّ شَیءٍ

اور اس کی حقیقت آسمان جیسی ہوتی ہے اپنوں پہ بھی سایہ کرتا ہے غیروں پہ بھی کرتا ہے

وَ کَا لْمَطَرِ یَسْقِیُ کُلَّ شَی ءٍ

اور وہ بارش کی طرح ہوتا ہے ہر ایک کو ہی پلا دیتا ہے۔ یہ اس کی حالت ہوتی ہے یہ اس کی فیاضی ہوتی ہے۔ کہ اللہ کے ولی کا دروازہ کھلا ہے۔ یہ اسکی سخاوت ہے کہ جو بھی آئے وہ چلّو بھر کے لے جائے۔

لیکن اسکو آج کچھ لوگوں نے غلط پس منظر میں سمجھ لیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے بورڈ لگوائے کہ روحانیّت حاصل کرو اگر چہ تعلق تمھارا کسی مذہب سے ہو خواہ یہودی ہو خواہ عیسائی ہو خواہ ہندو ہو روحانیت حاصل کرنے کے لیے آجاؤ۔

تو روحانیت کے لیے بھی شرط تو آج اسلام ہے اگر وہ نہیں ہے تو روحانیت کہاں سے آئے گی۔ کچھ ایسا کہتے کہتے رہ گئے کچھ اب بھی ایسے پوسٹر چھپوا رہے ہیں۔ روحانیت کوئی معجون ہے۔ کہ جس مسلک سے بھی ہو وہ آپ دے دیں گے اور روحانیت آجائے گی۔ نہیں نہیں سب سے پہلے تو یہ بات ہے کہ صوفی کا دروازہ تو کھلا ہے لیکن جو بھی آئے آئے لیکن ایسا نہیں کہ جو آئے ویسا ہی چلا جائے۔ جب آئے تو لے کے وہ ایمان جائے۔ آئے اور لے کے تقویٰ جائے۔ آئے اور لے کے تحفہ شعار ایمان جائے۔ یہ اس کی حالت ہے اگر کوئی شخص کہے کہ میں ایسا صوفی ہوں کہ نہ میں اپنے مسلک کا اظہار کرتا ہوں اور نہ میرا تعلق کسی مسلک کے ساتھ ہے اور نہ ہی میں کسی مسلک کا نمائندہ ہوں نہ اور کسی مسلک کا میں علمبردار ہوں اھلسنت و جماعۃ سے میرا کوئی تعلق نہیں میں سب کا ہوں۔ تو اس کے بارے میں ہرگز اسکی روحانیت اور اسکے تصوف کا اسلام نے کوئی تحفظ نہیں دیا اور نہ ہی کوئی حقیقت ہو سکتی ہے۔

میرے بھائیو۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑا صوفی کون ہو سکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ جن کا نام برکت کے لیے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ مکتوب شریف میں انھوں نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا یہ مکتوب لکھ کر اسکو واضح کیا کہ صوفی کو مسلک کے لحاظ سے کتنا مضبوط ہونا چاہیے۔ اور اسکی کیا حیثیت ہونی چاہیے۔

اگر تمام احوال و مواجید را بما دھند و حقیقت ما را بعقائد اھلسنت و جماعت متحلی نہ سازند جز خرابی ہیچ نمیدانم۔

فرمانے لگے اگر میرے مرید اور میرے ماننے والے دوسرے لوگ ہر کمال ہی

میرا بیان کریں میرے مواجید میری حالتیں میری کیفیتیں اور میری کرامتیں بیان کرتے کرتے تھک جائیں مگر مجھ کو سنی نہ کہیں۔

جز خرابی ہیچ نمیدانم

میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے میری خرابیاں بیان کی ہیں خوبیاں بیان نہیں کیں۔

اگر حقیقت مار العقائد اہلسنت و جماعت متجلی نہ سازند جز خرابی ہیچ نمیدانم

انہوں نے مجھ کو صوفی کہا سالک کہا غوث کہا ابدال کہا جو کچھ کہتے رہے مگر میرا تعارف اس لحاظ سے نہیں کروایا کہ یہ عبیداللہ احرار سنی بھی ہیں۔تو فرمانے لگے جز خرابی ہیچ نمیدانم یہ سارا کچھ خراب ہے جو انھوں نے کہا مجھے کچھ بھی نہیں کہا۔میرا تو تعارف انھوں نے کروایا ہی نہیں کہ میں ہوں کیا

دوسرے نمبر پر فرمانے لگے

اگر تمام خرابی مارا بر ما جمع کند و حقیقت مار العقائد اہلسنت و جماعت بنوازند

اگر ہر عیب میرے اوپر جمع کر دے مجھ کو جو کہنا چاہے کہہ دے۔کہے یہ چور ہے یہ ظالم ہے یہ فلاں ہے فلاں ہے۔میرا ہر عیب بیان کرے اور تمام عیب میری طرف منسوب کر دے لیکن

حقیت مار العقائد اہلسنت و جماعت بنوازند باکے ندارم

ہر عیب میری طرف منسوب کر کے مجھ کو سنی کہیں تو میں سمجھوں گا کہ کوئی میرا نقصان نہیں ہوا۔میرے بارے میں جو کہدے حقیقت تو میں خود جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔اور میرا کردار کتنا پاک ہے لیکن میرا تعارف کروانے والوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ اب یہ کتنی پرانی داستانیں ہیں۔اور یہ کیسے اساتین ہیں تصوف کے لحاظ سے انھوں نے اس بات کو واضح کر دیا کہ صوفی کے دروازے کے کھلے ہونے کا مطلب یہ نہیں

ہے کہ اس صوفی کا مسلک اھلسنت و جماعۃ نہیں ہوگا۔ اوراس کے بغیر ہی صوفی بن جائے گا۔ اوراس کے بغیر ہی وہ سب کچھ بن جائے گا۔ فرمایانہیں نہیں

یہ خرابی ہوگی اس میں کسی طرح کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ اور سب سے بڑا کمال صوفی کے تعارف میں یہ ہونا چاہیے کہ اللہ نے اسے مسلک کی حقانیت عطا فرمارکھی ہے۔

یہاں یہ بات بھی کھل کے سامنے آگئی کہ یہاں کچھ کا بنایا ہوا نظریہ کہ یہ کچھ متعصب مولویوں نے ایسے نام بنادیئے ہیں اوراپنے آپ کواس سے تعبیر کرتے ہیں۔

اب حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اگراپنے آپ کو اھلسنت نہ کہلوائیں اورانکوچین نہ آئے اسمیں ہمارا کیا قصور ہے۔ اگر ہم نے اس کے لیے اس آواز کو بلند کیا۔ یقیناً ہمارا دوسری ملتوں کے سامنے تعارف محض اسلام ہے لیکن اسلام کے اندر جب رخنے ڈالے جائیں اورلوگ جُدا راستے بنالیں تو ان سے بھی اپنے آپ کو الگ تھلگ بنانا اور کہنا کہ ہمارا وہ جرم نہیں جو وہ کررہے ہیں۔ تو یہ شناخت بھی تو ضروری ہے۔ اسواسطے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ہوں یا حضرت معین الدّین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہوں، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہوں، مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رضی اللہ عنہ ایسے لوگ اس بات کو لازم کررہے ہیں۔ کہ یہ شناخت ضرور ہونی چاہیے۔ اوراس حکمت عملی اور نرمی کے ساتھ یہ سوغات عطا کی جائے۔ تاکہ بہتری ہوتی جائے۔ انکی بھی کایا پلٹتی جائے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کی برکتوں کوسب کے شامل حال فرمادے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کوتصوف کی حقیقت کے تقاضے اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆

باب نمبر 22

حواس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْلِی اَمْرِی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِی
یَفْقَھُوا قَوْلِی۔

اَحْمَدُکَ اللّٰھُمَّ یَامُجِیبَ کُلِّ سَائِل۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰی مَنْ ھُوَ
اَفْضَلُ الوَسَائِل۔ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ ذَوِی الفَضَائِل۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِااللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الاَمِیْن

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وَعَمَّا نو الُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور سرور کائنات مفخر موجودات زینتِ بزم کائنات دستگیر جہاں غمگسار زماں سید سروراں حامی بیکساں قائد المرسلین خاتم النبین احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود سلام عرض کرنے کے بعد وارثان منبر ومحراب اربابِ فکرودانش نہائت ہی معزز محتشم حضرات وخواتین

رمضان شریف کے پُر کیف ماحول میں ادارہ صراط مستقیم کیطرف سے فہم دین کورس کے بائیسویں سبق کی ہم سب کو سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کیلیئے یہ کورس دونوں جہاں میں عظمتوں کا سبب بنائے اور خالق کائنات اسکے لفظ لفظ کو ہمارے لیے روشنی اور خوشبو کی حیثیت عطا فرمائے ہمارا آج کا موضوع ہے

حواسِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ موضوع بھی اپنی حیثیت کے لحاظ سے نہایت اہم موضوع ہے کہ رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات نے جو حواس عطا کیے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حواس کے لحاظ سے بھی باقی تمام مخلوقات سے ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔

آج کی گفتگو کا تعلق صرف حواس خمسہ ظاہرہ کیساتھ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سننے کی قوت، دیکھنے کی قوت، چکھنے کی قوت، سونگھنے کی قوت چھونے کی قوت، ان کیلحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات

نے کتنی انفرادیت عطا فرمائی ہے اور اس لحاظ سے وہ حواس باطنہ ہیں یا بالخصوص نبوت کے خصوصی حواس۔اس وقت گفتگو حواس خمسۃ ظاہرہ کے لحاظ سے ہے۔میں نے قرآن مجید برہان رشید سے سورۃ انعام کی آیت نمبر 125 ایک سو پچیس تلاوت کی ہے خالق کائنات جل جلالہ فرماتا ہے

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ.

Allah knows well where to place his messenger ship.

''خالق کائنات جل جلالہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کسی مقام پر رکھے گا اور روز ازل سے اس نے کن لوگوں کو اپنی رسالت کیلئے منتخب فرمایا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا جب اس عرب کے ماحول میں اظہار ہو رہا تھا تو کئی لوگوں کو رشک پیدا ہو رہا تھا کہ خالق کائنات جل جلالہ یہ نبوت ہمیں عطا فرماتا بالخصوص ولید بن مغیرہ کا یہ تقاضا تھا اور اس کے حامی بڑے دلائل دیتے تھے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس فلاں صلاحیت بھی ہے مال اتنا زیادہ ہے نبوت اس کو ملنی چاہیئے تھی تو خالق کائنات جل جلالہ نے یہ آیت نازل فرمائی اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہ

جو رسول بنانیوالا ہے وہ سب سے زیادہ جانتا ہے کہ رسالت کا حقدار کون ہے

اسی واسطے جب اس نے رسولوں کا انتخاب کیا تو سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو تخلیق کیا اور سب سے پہلے آپ کو ظہور کے مرحلہ پر سب سے بعد میں فائز کر کے ختم نبوت کا تاج آپ کو پہنا دیا اور آپ کو اور دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو ایسے حواس عطا فرمائے کہ جن کی بنیاد پر ہر شخص یہ عقلی طور پر بھی فیصلہ کر سکتا

ہے کہ نبوت ایک ایسی انفرادیت اور ایک ایسی عظمت ہے جو رب کائنات ازل سے اپنے منتخب بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواس خمسہ میں سے سب سے پہلے آپ کی جو بات کو سننے کی صلاحیت ہے اس پر گفتگو کرتے ہیں۔

سننے کی قوت

حدیث نمبر 1

مسند امام احمد جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 173 پر یہ حدیث شریف موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجتماع میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اِنّی اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ . میں وہ کچھ بھی دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ بھی سن لیتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

اَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْن ایسی آوازیں بہت سی ہیں جو تمہارے کانوں کو سنائی نہیں دیتی وہ میرے کانوں کو سنائی دیتی ہیں (اس تمہید کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا)

اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ

آسمان سے ایک آواز آئی ہے میرے صحابہ تم نے وہ آواز نہیں سنی جو میں نے سنی ہے آسمان سے جو آواز آئی میں نے اُس کی آواز کو ہی نہیں سنا بلکہ میں اس کے سبب کو بھی جانتا ہوں کہ آواز کیوں نکلی ہے اور وہ نکلنی چاہیے تھی۔ اَطَّتِ عربی زبان میں اس آواز کو کہتے ہیں جو لکڑی کی بنی ہوئی چیز کی چولوں سے آواز آتی ہے جب بوجھ زیادہ ہوتا ہے تو چولوں سے آواز پیدا ہوی ہے۔

ایسی آواز آسمان سے جب نکلی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ شریف میں اس آواز کو سنا اور یہ کوئی چار پانچ میل کی دوری سے سننے کا عمل نہیں تھا حدیث صحیح کے مطابق زمین سے لیکر آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اتنی دوری سے جو آواز نکلی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لفظوں کیساتھ کہ صحابہ کو متنبہ کیا

اَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْن وہ آوازیں جو تم نہیں سنتے میں وہ بھی سنتا ہوں اتنی دور سے آواز نکلی تھی اور وہ آواز میں نے سنی وَحُقَّ لَھَا اَنْ تَئِطَّ اور آسمان کا حق بنتا ہے کہ اس کی یہ آواز نکلے۔

لَیْسَ فِیْھَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعِ اِلَّا وَمَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْھَتَہٗ سَاجِدًا لِلّٰہِ

فرمایا اس آسمان میں کوئی جگہ بھی چار انگلیوں کے برابر خالی نہیں کہ جس میں کسی فرشتے نے سجدے میں سر نہ رکھا ہو تو چونکہ آسمان سارا بھر گیا ہے

لَیْسَ فِیْھَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعِ

چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ کہیں خالی نہیں ہے پورے آسمان پر فرشتے اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں تو اس بنیاد پر آسمان پر جو رش ہو گیا ہے اس کی بنیاد پر آسمان کی یہ آواز نکلی ہے اور فلک کی اس آواز کو میں نے سن لیا ہے۔

اب رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جہاں اس سے ہمیں سماعت کا اندازہ ہو رہا ہے وہاں رویئت کا پتہ بھی چل رہا ہے کہ آپ کا مشاہدہ کہاں تک ہے اور آسمان کی جو آبادی ہے اس کیلحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیع مطالعہ کتنا ہے۔ ایک ہے آسمان کو اجمالی طور پر جاننا اور ایک ہے آسمانوں کے چپے چپے کو جاننا تو چپے چپے کو جانتے ہوئے ہی یہ فرما دیا کہ کوئی چپہ بھی خالی نہیں ہے کہ جس میں فرشتے نے سر نہ رکھا ہو۔

اب سماعت کیلحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہمارے

لیے اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ جب اتنی دور سے سن سکتے ہیں تو یہاں سے تو مدینہ شریف ایسا دور ہی نہیں ہے کہ اس سماعت میں کوئی رکاوٹ آ جائے۔ جب زمین پر تھے تو آسمان کی آواز کو سن رہے تھے اور جب آسمان پر تھے تو

صحاح کی حدیث شریف ہے

یَابِلَالُ سَمِعْتُ نَعْلَیکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ

جب بلال مکہ شریف میں چل رہے تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات آسمانوں پر موجود تھے تو فرمایا جنت میں اپنے آگے آگے میں نے تمہارے قدموں کی آہٹ سنی ہے۔ تو یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سننے کی پاور ہے اور سننے کی طاقت ہے کہ جس کو ہم کسی پیمانے کیساتھ محدود طور پر بیان نہیں کر سکتے اسکی ایسی بلندیاں ہیں کہ ہمارا طائرِ فکر اسکی بلندیوں تک پرواز نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف اس سماعت میں یہ عظمت ہے کہ عمومی طور پر دور سے سنے یا قریب سے الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ اگر الفاظ ہونگے تو کانوں میں سننے کی صلاحیت ہے اگر آواز حروف اور صوت نہیں ہوگی تو کان نہیں سن سکیں گے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان وہ کان ہیں کہ جن کیلئے سماعت کیلحاظ سے لفظوں کا ہونا ضروری ہی نہیں اگرچہ الفاظ بھی نہ ہوں آواز بھی نہ ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان مبارک پھر بھی سن لیتے ہیں۔

حدیث نمبر 2 (مشکوۃ شریف کے صفحہ نمبر ۵۴۲ پر)

اس سلسلہ میں ابو داؤد شریف میں حدیث شریف ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ خیبر کی ایک یہودیہ نے ایک بکری روسٹ کی اور اس کو زہر آلود کیا اور بالخصوص زیادہ زہر اُسکی اگلی ٹانگوں میں شامل کیا اُسے پتہ تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم بکری کی اگلی ٹانگ کا گوشت زیادہ پسند کرتے ہیں اس میں زیادہ زہر ملا کر

اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

وہ بکری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تحفے میں پیش کردی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کرام نے اس سے کھانا شروع کردیا۔

فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اَلزِّرَاعَ

آپنے بکری کی دستی پکڑلی اور اگلی ٹانگ کا گوشت کھانا شروع کیا۔ صحابہ کرام علیھم الرضوان بھی ساتھ تھے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ

فورًا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا میرے صحابہ ہاتھ پیچھے ہٹالو اور بکری کا گوشت تناول مت کرو۔ وَاَرْسَلَ اِلَی الْیَهُوْدِیَةِ اور اس یہودیہ کیطرف پیغام بھیجا اور اس کو بلایا) جب وہ پہنچی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ

کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا تو وہ کہنے لگی۔

مَنْ اَخْبَرَکَ

آپکو کس نے بتایا ہے میں نے زہر تو ملایا تھا میرا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر سچے نبی ہونگے تو ان کو پتہ چل جائیگا اور اگر جھوٹے ہونگے تو پھر ویسے یہ ختم ہو جائینگے دنیا سے چلے جائینگے میں نے زہر تو ملایا ہے لیکن آپکو یہ اطلاع کس نے دی ہے اور آپکو خبر کس نے دی ہے۔ خبر کے الفاظ تھے مَنْ اَخْبَرَکَ۔ آپکو خبر کس نے دی کہ اس میں زہر ہے میں نے بڑی خفیہ پلاننگ سے ملایا تھا اور آپ تک پہنچایا ہے کسی کو اس کی خبر نہیں آپکو

اس کا پتہ کیسے چل گیا۔

تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو اگلی ٹانگ کا گوشت تھا آپ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اَخۡبَرَتۡنِی هٰذِهٖ مَافِی یَدِی لِلزِّرَاعِ

یہ میرے ہاتھ میں جو بکری کی اگلی ٹانگ کا گوشت ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ مجھ میں زہر ہے۔

اب لفظِ خبر کا اطلاق کیا حالانکہ یہاں پر کوئی لفظ نہیں کوئی حرف نہیں کوئی آواز نہیں کوئی جملہ نہیں اگر یہ بکری بولتی تو تب جب زندہ ہوتی تو اس وقت بھی اس کی زبان بولتی ٹانگ نہ بولتی اب تو ذبح ہو چکی ہے روسٹ ہو چکی ہے اور آگ پر اتنی بار پکایا جا چکا ہے اور پھر اس کا بدن کٹ چکا ہے اسکی ٹانگ اس کے بدن سے جدا ہو چکی ہے اگر زندہ ہوتی اور پھر بولتی تو زبان کے لفظ سنائی دیتے لیکن ترجمہ پھر بھی نہ آتا یہ سماعت نبوی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بکری کے روسٹ ہو جانے کے باوجود اس کا بدن کٹ جانے کے باوجود اس کی اگلی ٹانگ کی بوٹی کی آواز کو سن لیا ہے اور سن کر یہ بتا دیا ہے کہ میرے صحابہ اس کو کھانے سے اجتناب کرو اس واسطے کہ اس میں زہر شامل کیا گیا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت اس لحاظ سے بھی مختلف ہے کہ بعض مقامات جہاں پر اَوروں کو آواز آتی ہے لیکن وہ اس آواز کا ترجمہ نہیں سمجھ سکتے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے یہ توفیق دی ہے کہ جیسی بھی بولی ہو آپ فوراً اس کو سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے یہانتک کہ انسان تو انسان رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیوانوں کی بولیاں بھی جانتے ہیں اس واسطے کہ جب اللہ نے آپ کو

رسول بنا کے بھیجا ہے ہر مخلوق کیلئے تو ہر مخلوق کی بولی کا علم بھی دیا ہے اور ہر مخلوق کی بولی کو سن کر اس کو سمجھنے کی توفیق بھی عطا فرمائی ہے۔

حدیث نمبر 3 (مشکواۃ کے صفحہ ۵۴۰)

اسی واسطے شَـرْحُ السُنَّة میں یہ حدیث شریف ہے حضرت یعلیٰ بن مُرَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیہ تھ تھے کہ ایک اونٹ آ گیا۔

فَلَمَّا رَاٰہُ البَعِیْرُ جب اونٹ نے آپکو دیکھا جَرجَرَ آواز نکالی فَوَضَعَ جِعِرَانَہٗ اور اپنی گردن کا اگلا حصہ نبی علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جو گفتگو تھی وہ سن لی اور اسکے مالک کو بلالیا اب جب وہ آواز نکال رہا تھا کہ وہ جو آواز نکال رہا ہے اس کا معنی کیا بنتا ہے مفہوم کیا ہے اور اس اونٹ کا مطالبہ کیا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت کا یہ کمال ہے کہ آپ نے جب اُس آواز کو سنا تو فوراً مطلب بھی یوں سمجھا کہ اس کے مالک کو بلا کر فرمایا۔

اِنَّہٗ شَکٰی کَثْرَۃَ الْعَمَلِ وَقِلَّۃَ الْعَلَفِ

کہ یہ اونٹ شکایت کر رہا تھا کہ میرا مالک چارا تھوڑا ڈالتا ہے کام زیادہ لیتا ہے لہٰذا یا تو یہ تم مجھے فروخت کر دو میں خود اس کا بندوبست کرتا ہوں یا پھر اس کے چارے کا خیال کیا کرو اب اونٹ نے جو آواز پیدا کی ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں میں وہ جامع نظام اللہ نے رکھا ہے کہ جس طرح کی داد رسی فرما سکتے ہیں جو وہ مانگتا ہے اس کو وہ عطا کر سکتے ہیں اور اس سے یہ پتہ چلا کہ یہ جو لینگوئجز ہیں مختلف بولیاں ہیں ان کا معاملہ تو آسان سا ہے اب ہم ایک دو سال کا کورس کر کے کسی

بھی لُغت یا زبان میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں لیکن کون ہے جو زندگی بھر اپنی زندگی گزار کے بھی اونٹ کی بولی کے سارے مطالب کو حاصل کر سکے اور اس طرح کہ چاہتا وہ کیا ہے تقاضا اس کا کیا ہوتا ہے

اس امر سے پتہ چلا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات نے عظمت دی ہے اور خود اعلان کیا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

ہم نے ہر رسول کو ا[illegible]وم کی زبان دیکر بھ[illegible] ہے مطلب یہ کہ جن کیطرف ان کو بھیجا گیا اُن کی زبان کو سننے اور سمجھنے کی توفیق بھی دی گئی ہے تو چونکہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات کیطرف رسول بن کے آئے ہیں لہٰذا آپ ہر ذرے کی بولی بھی جانتے ہیں اور اس کے مطالبے کو پورا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

اب اس مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جو مفہوم بیان کیا تو مناسبت یہ تھی کہ آخر یہ وہ رسول ہیں کہ میں جن کی امت میں ہوں ورنہ اور بھی لوگوں کے قدم تھے سر کہیں اور رکھ لیتا اس نے تلاش کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں سر رکھا ہے اور پھر اپنی آواز نکال رہا ہے۔ تو نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات نے اتنے وسیع خزانے عطا فرمائے ہیں کہ وہ بول رہا ہے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی آہ کو سنتے بھی ہیں اور ان کے جواب بھی ارشاد فرما رہے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری قوت دیکھنے کی قوت ہے۔ دیکھنے کی قوت کے لحاظ سے بھی آپ کی انفرادیت ہے سننے کی قوت کے مضمون میں بہت وسعت ہے اور بالخصوص وہ احادیث جو تم نے پیچھے حیات النبی کے

موضوع میں سماعت کر لی ہیں کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر 4

مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّاللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ علیہ السلام۔

(مشکواۃ شریف صفحہ نمبر 86)

کہ کائنات کے جس کونے سے بھی کوئی مجھے سلام کہتا ہے وہاں سے ہی اس کے سلام کو سنتا ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں۔ تو وہ ایک جامع سماعت ہے۔ کہ جس کے اتنے شعبہ جات ہیں کہ آپ ظاہری حیات میں سو رہے ہوتے تھے پھر بھی سن لیتے تھے یہی حضرت یعلیٰ بن مرّۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے وادی کے کنارے سے ایک درخت آیا اور وہ واپس چلا گیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے پوچھا کہ آج تک یوں درختوں کو چلتے پھرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا یہ درخت کیا کرنے آیا تھا تو بظاہر جاگ تو حضرت یعلیٰ رہے تھے بتانا اُن کو چاہیے تھا کہ درخت کیا کرنے آیا ہے لیکن پوچھتے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں اس واسطے کہ ہمارے نبی علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔

تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِی ۔ بخاری شریف ۱:۲۲۱

بخاری شریف میں ہے فرمایا آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے تو دل کے بیدار رہنے کا مطلب کیا ہے کہ جو کچھ کوئی کہتا ہے میں اس بات کو سنتا ہوں اور اس بات کو سن کے سمجھتا ہوں اور جواب دیتا ہوں تو پتہ کیا چلا کہ جو اس وقت نیند کی حالت

میں سماعت معطل نہیں ہوئی تو آج بھی وہ سماعت معطل نہیں ہے اگر حالت نیند کے اندر کوئی سلام کہہ رہا تھا تو محبوب علیہ السلام سن رہے تھے اور حضرت یعلی کو بتا رہے تھے

شَجَرَةٌ اِسْتَاذَنَتْ رَبَّهَا اَنْ تُسَلِّمَ عَلَيَّ

گویا کہ اے یعلی یہ امتی ہے میرا کب سے تڑپ رہا تھا کہ مجھے سلام کہے یہ وہاں جا نہیں سکتا تھا اب میرا یہاں سے گزر ہوا تو اس کے جذبات مچل پڑے۔

یہ کہاں نصیب میرے کہ تو آپ چل کے آتا
کوئی جذبۂ محبت میرے کام آگیا ہے
میرے دل کی دھڑکنوں میں تیرا نام آگیا ہے
کہہ لو قبول آقا یہ غلام آگیا ہے

یہ تو سلام کہنے کیلئے آیا ہے اور سلام کہہ کے واپس جا رہا ہے تو جو اس وقت حالت نیند میں سن لیتے ہیں جبکہ نیند میں سماعت معطل ہو جاتی ہے تو آج بھی اس سماعت کا یہ کمال ہے کہ جہاں سے ان کو آواز دی جاتی ہے اللہ کی دی ہوئی توفیق سے سنتے ہیں اور اس پہ جواب مرتب فرماتے ہیں۔

دیکھنے کی قوت

دیکھنے کی قوت کے لحاظ سے بخاری شریف جلد نمبر 1 صفحہ 59 پر یہ حدیث شریف موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت کروائی اور متعدد مقامات پر اس حدیث شریف کا ذکر آتا ہے بخاری شریف میں تو پس منظر اس کا یہ ہے

حدیث نمبر 1

کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کرائی آخری صف میں ایک شخص نے نماز میں غلطی کی جب سلام پھیرا تو آپ نے اس کا نام لے کر بلالیا اس موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں جب نماز پڑھاتا ہوں تو صرف آگے ہی دیکھ رہا ہوتا ہوں فرمایا ایسا نہ سمجھو

فَوَاللّٰهِ لَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ

خدا کی قسم ہے تمہارے رکوع بھی مجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہوتے اور تمہارے دل کی حالت بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہوتی میں نماز میں اگر چہ دیکھ آگے رہا ہوتا ہوں لیکن جن کا میں میر کارواں بنا ہوں جو میرے پیچھے ہیں میں سب کو جانتا ہوں میں اُن سے واقف ہوں اور یہ الفاظ آگے تفصیل سے بیان کر دیئے۔

اِنِّی لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَائِي ظَهْرِي

میں تمہیں پیٹھ سے پیچھے بھی دیکھ لیتا ہوں۔ اگر چہ آنکھیں میری آگے ہوتی ہیں اور میں توجہ آگے کیے ہوتا ہوں اور اللہ سے ہمکلام ہوتا ہوں لیکن آخر نمائندگی تمہاری کر رہا ہوں اور تمہیں پہچانا ہے تو توجہ تمہاری طرف بھی کرتا ہوں کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُس کا رکوع مجھ سے چھپا ہوا ہے جس طرح مرضی ہے وہ رکوع کرتا پھرے مجھے پتہ نہیں چلے گا خدا کی قسم میں پیچھے بھی دیکھتا ہوں جس طرح آگے دیکھتا ہوں ایسے ہی اُسی وقت آگے دیکھتے ہوئے بھی پیچھے دیکھتا ہوں اور اس انداز میں دیکھتا ہوں صرف تمہارا رکوع جو ظاہری حالت ہے یہی نہیں میں تمہارے خشوع کو بھی دیکھتا ہوں جو کہ دل کا معاملہ ہے دل کی

حالت ہے لہٰذا میرے پیچھے جب نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتو پورے دھیان کیساتھ کھڑے ہوا کرو اس واسطے کہ میں تمہارے ظاہر اور باطن کو دیکھ رہا ہوتا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھ کی رویئت کی جو اس مقام پر حیثیت بیان کی مفسرین اور محدثین نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اب یہاں وحی کا کوئی تعلق نہیں خود آنکھ میں یہ صلاحیت ہے یہ نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے ہوں وحی آجائے تو پھر پچھلوں کا پتہ چلے کہ پچھلے کیا کر رہے ہیں اور وحی نہ آئے تو پچھلوں کا پتہ نہ چلے نہیں نہیں یہ آنکھ کا کمال ہی ایسا ہے اللہ دائمی طور پر اس کو دے رکھا ہے کہ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کی شان یہ ہے ہم محتاج ہیں کہ پیچھے دیکھنے کیلئے پیچھے پلٹ کے دیکھیں پھر بھی اُتنا نظر نہیں آتا کہ جتنا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگے دیکھتے ہوئے آتا ہے کیونکہ مِنْ وَّرَآءِ ظَھرِی کا تو یہ بھی مفہوم بنتا ہے کہ قیامت تک میرے پیچھے آنے والو میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور مِنْ وَّرَائِیْ مِنْ بَعْدِی کے بھی الفاظ ہیں تو پتہ چلا کہ رسولِ اکرم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالقِ کائنات نے دیکھنے کی ایسی قوت اور طاقت عطا فرمائی ہے کہ جس کا اندازہ ہم اپنی عقل کیساتھ نہیں کر سکتے۔

حدیث نمبر 2

بخاری شریف کے دوسرے مقام پر جلد نمبر 1 صفحہ 179 پر یہ حدیث شریف ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن شہدائے اُحُد کی قبروں پر تشریف لے گئے اور وہاں ایسے ہی جا کر نماز پڑھی جس طرح کہ جنازہ پڑھا جاتا ہے اُن قبور پر نماز

پڑھنے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ گئے اور ممبر پر تشریف فرما ہوئے اُس دن جو آپ نے تقریر کی تو وہ ایک ایسی جامع تقریر ہے کہ جس میں بہت سے اعتقادی مقامات جن کا تعلق بالخصوص نبوت کیلئے لحاظ سے ہے اُن کو واضح فرما دیا تقریر کرتے ہوئے میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے۔

اِنّی فَرَطٌ لَّکُمْ میرے صحابہ میں تمہارے لیے فرط ہوں۔

فرط کا مطلب کیا ہے فرمایا تم سے پہلے جاؤں گا اور تمہارے لیے جنت کا بندوبست کرونگا فرط جو قافلے سے آگے نکل جائے اور قافلے کے پہنچنے سے پہلے پہلے پانی کا بندوبست کرلے اُن کے کھانے کا بندوبست کرلے کہ وہ ابھی سارے اکٹھے آجائیں گے تو پھر ان کیلئے کوئی پرابلم نہ بن جائے فرمایا میں تمہارے لیے فرط ہوں کہ دنیا سے پہلے چلا جاؤ نگا امت ساری بعد میں آئیگی لیکن ان کیلئے جانے سے پہلے جنت میں بندوبست مکمل کر چکا ہونگا دوسرا لفظ بولا

وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ میرے صحابہ میں پوری امت کا شہید بھی ہوں۔

شہید بمعنی گواہ امت کا گواہ ہوں میں اور آپ تو صرف ایک امت کے ہی گواہ نہیں بلکہ

فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَجِئْنَابِکَ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ شَھِیْدًا

خالقِ کائنات کا فرمان ہے کہ ویسے تو ہر امت کا نبی اُن کا شہید ہوگا لیکن اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ چونکہ امام الانبیاء ہیں تو ہم نے آپکو ساری امتوں کا شہید بنایا ہے۔ آپ ساری امتوں کی گواہی دینگے ساری امت کے جو واقعات ہیں اُنکی گواہی تب ہے کہ جب وہ نظر کے نیچے ہیں۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک وقت وہ تھا کہ

جب آپکا نور مشاھدہ کر رہا تھا اور پھر آپ کا ظہور ہو گیا تو آپ کو علی الاطلاق اللہ نے گواہ بنایا ہے تو محبوب علیہ اسلام اپنی امت کو بالخصوص اس وقت فرما رہے تھے کہ

اَنَاشَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ

میں تم پر گواہ ہوں اور سوچ سمجھ کر زندگی گزارنا یہ نہ سمجھنا کہ تمہیں کوئی دیکھ نہیں رہا میرا رب بھی تم پر رقیب ہے وہ دیکھے گا اور مجھے بھی اس نے گواہ بنا دیا ہے لہٰذا ان دو پہروں کے درمیان رہنا ہے اور کبھی بھی غافل نہیں ہونا زندگی کے ہر سانس میں یہ تصور کر کے اپنے ایمان کو تم نے مٹھاس عطا کرنی ہے۔

اس کے بعد تیسرا لفظ جو بولا تو وہ کیا تھا واللہ خدا کی قسم ہے

لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِى اَلْاٰن

میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں حوضِ کوثر وہ جو جنت کا حوض ہے اُس کیطرف دیکھنے کا اَلْاٰن کیساتھ یہ لفظ بولا کہ یہ نہ کوئی سمجھے کہ ایک چمک پڑی پھر وہ غائب ہو گیا فرمایا میرا حوض جہاں میں پیاسے امتیوں کو جام پلاؤں گا اگر چہ میں یہاں فرش زمین پر ہوں اور وہ جنت بریں کا ایک حصہ ہے مجھے خالق کائنات جل جلالہ نے دیکھنے والی وہ آنکھ دی ہے کہ درمیان میں سات آسمان ہیں اور جو کچھ ہے اور جتنے بھی نو خلا ہیں وہ سارے میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور پچیس سو سال سے زائد مسافت کے باوجود میں یوں اس حوض کو دیکھ رہا ہوں فرمایا اب بھی اَنْظُرُ یہ گرائمر کے لحاظ سے ہے کہ مسلسل میری نگاہ اس پر پڑ رہی ہے اور میں ہر لحہ اُس کو دیکھنا چاہوں تو اُدھر توجہ کرتا ہوں اور دیکھ لیتا ہوں خالق کائنات نے مجھے اتنی دُور دیکھنے والی آنکھ عطا فرمائی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے اور اس میں سارے محبوب علیہ

السلام کے جو بڑے بڑے عہدے ہیں ان کا ذکر کیا جا رہا ہے فرمایا مجھے میرے رب نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں دے دی ہیں جتنے بھی خزانے ہیں وہ میرے پاس ہیں اور

پھر فرمایا وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوا بَعْدِی

خدا کی قسم ہے مجھے تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے تمہیں میں نے جو توحید دے دی تم کبھی مشرک نہیں ہو گے یہ صحیح بخاری ہے فرمایا محبتِ دنیا آ جائیگی یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی محبت میں تم پھنس جاؤ لیکن کبھی تم اب بتوں کو سجدے نہیں کرو گے کبھی تم شرک نہیں کرو گے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا اور کُم کا خطاب صرف صحابہ کو نہیں پوری اُمت کو ہے اس واسطے کہ پہلے جو منصب بیان کیے ہیں اُن کا تعلق بھی پوری اُمت کیساتھ ہے تو آخری کا تعلق بھی پوری امت کیساتھ ہے۔

پھر یہ کوئی خواب کا معاملہ نہیں کچھ لوگ یہ کہہ کے ٹال دیتے ہیں کہ خواب کا ایک معاملہ تھا نہیں نہیں حدیث میں واضح الفاظ ہیں کہ اُحدُ کے شہدا کی قبور سے واپس آئے تو ممبر پر بیٹھے تو وہ حاضری خواب میں نہیں تھی وہ ظاہری طور پر تھی اور پھر ممبر پہ ظاہری طور پر خطاب ہو رہا تھا اور اس میں بیان کر دیا بالخصوص ہمارا جو موضوع ہے دیکھنے کیلحاظ سے فرمایا میں اپنے حوض کو اور اس کو حوضی اپنی طرف منسوب کر کے کہا اَنْظُرُ حَوْضِی الْاٰنَ میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اس قدر دُور تک دیکھنے والی آنکھ عطا فرمائی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی درجنوں احادیث ہیں کہ جن میں براہِ راست جو رواں کنٹری تھی مختلف عیوب پر مشاہدہ کیلحاظ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا اظہار کیا۔

حدیث نمبر 3

مثلاً حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ والی حدیث گزری ہے جب ان پر حد لگائی گئی تو رجم ہوا اور لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ ایک ایسی موت مر گئے ان کو چاہیے تھا کہ اپنا جرم چھپائے رکھتے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اتنے پاک ہو گئے ہیں

اَلْاٰنُ یَغْتَمِسُ فِی اَنْھَا رِ الْجَنَّۃِ

وہ اب جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہے ہیں۔ تو اس حد تک مشاہدہ ہے کہ یہاں بیٹھ کر جنت تک کے معاملات کو دیکھ لینا اور

ایک نہیں ایسی درجنوں احادیث ہیں کہ جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کی اس پاور کا اظہار ہوتا ہے اور یہ ساری اللہ کی دی ہوئی شان ہے اور بالخصوص جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی شب اپنے رب کا دیدار کر رہے تھے تو اُس آنکھ کی پاور کا کون اندازہ کر سکتا ہے کہ جس رب کی ایک تجلی کے کروڑویں حصے کا ظہور طور پہاڑ پہ ہو تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے تو نرم سی آنکھ اس کے عین جلوؤں کو دیکھے تو کیسے دیکھ کے وہ برداشت کرے یہ وہ کمال ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کا جو اتنی نرم ہے کہ اس کی نرمی میں بیان لفظ کا کوئی انداز نہیں ہے لیکن نرم ہو کے پہاڑ سے بھی اتنی مضبوط ہے کہ جس کے جلال کو پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکا تھا اُس آنکھ نے اللہ کے اُس نور کو برداشت کر لیا اب یہ اصل میں حیثیت ہے یہ توانائی ہے اُس آنکھ کے اندر اللہ نے بنایا اس کو اس انداز سے کہ یوں نہ ہو کہ مجھے دیکھیں تو بیہوش ہو جائیں یا رعشہ طاری ہو جائے یا فوراً آنکھیں پھیر لیں یا آنکھ

برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھے تو آنکھ بند ہو جائے یا چُندھیا جائے نہیں نہیں ازل سے اتنی پاورفل آنکھ بنائی ہے کہ کمان کے دوسِرُوں سے بھی قریب ہو کر اپنے رب کو دیکھتے رہے ہیں مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی ۔ بیہوش ہو جانا تو درکنار رعشہ آجانا تو درکنار کپکپی کا طاری ہونا تو بڑی دور کی بات ہے یہ تو آنکھ کو جھپکتے ہی نہیں تھے ٹکٹکی لگا کر اپنے رب کی ذات کو دیکھ رہے تھے یوں دیکھنے نے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ نے اس آنکھ کو کس قدر پاور عطا فرمائی ہے۔

حدیث نمبر 4

اسی واسطے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رویئت کا ذکر کیا ابن کثیر کے اندر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفصیل اپنے صحابہ کے سامنے بیان ابن کثیر جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 256 پر یہ حدیث شریف موجود ہے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو روایت کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا.

کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تھے اور دیدار مانگ رہے تھے اور دیدار سے انکار ہو گیا تھا تو ایک تجلی کا ظہور پہاڑ پہ ہوا تھا پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے پھر جب ہوش آیا تو کیا صورتحال تھی آنکھ کی کہ اتنی بینائی تیز ہو چکی تھی ہمارے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لَمَّا تَجَلَّی اللّٰهُ لِمُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ

جب اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے تجلی ڈالی یعنی ڈائریکٹ پہاڑ پر اِن ڈائریکٹ ان کیلئے اور وہ بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو کیا صورتحال تھی۔

كَانَ يُبْصِرُ النَّمْلَةَ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيْلَةِ الظُّلْمَةِ مَسِيْرَةَ عَشْرَةِ فَرَاسِخَ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب ہوش آیا تو اللہ کے نور کا فیض انتامل چکا تھا اگرچہ براہِ راست تو اللہ کی ذات یا صفت کو تو نہیں دیکھ سکے، اِن ڈائریکٹ دیکھا اور بیہوش ہو گئے لیکن پھر بھی آنکھ میں اُس نور کا فیض یہ آ گیا تھا کہ وہ اندھیری راتوں میں تیس میل دور پہاڑ پہ چلتی ہوئی چیونٹی کو بھی دیکھ لیتے تھے کَانَ یُبْصِرُ کا معنی یہ نہیں کہ صرف ایک بار ایسا ہوا بلکہ وہ جب چاہتے تھے دیکھ لیتے تھے ایسی مستقل صلاحیت آنکھ میں آ گئی تھی

اب دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش پہ نہیں گئے طور پر گئے اور انہوں نے ذات کو نہیں دیکھا صرف ایک تجلی کا کروڑواں حصّہ دیکھا اور وہ بھی ڈائریکٹ نہیں اِن ڈائریکٹ دیکھا اور پھر ہوش برقرار نہیں رہے، بیہوش ہو گئے ہیں پھر بھی اس نور کا فیض انتامل گیا ہے کہ اندھیری راتوں میں تیس میل دور ہاتھی نہیں چلتی ہوئی چیونٹی دیکھ لیتے ہیں۔

اب اندازہ کرو کہ ماہِ مدینہ سرور قلب وسینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کی توانائیوں کا عالم کیا ہوگا کہ جنہوں نے طور پر عرش پہ جا کے دیکھا جنہوں نے صفت کو نہیں عین ذات کو جا کر دیکھا اور جنہوں نے ایک تجلی کو نہیں رب کائنات کے مبداء عین ذات کو دیکھا اور پھر دیکھ کر بیہوش بھی نہیں ہوئے رعشہ بھی طاری نہیں ہوا تو جو بیہوش ہوئے تھے وہ تو اندھیری راتوں میں بھی دور دور تک دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو جو ہوش میں برقرار رہے

اب بتاؤ ان کی آنکھ سے کون سی چیز چھپ سکتی ہیں اس واسطے فاضل بریلوی کہنے لگے

اور کوئی غیب تجھ سے کیا نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تجھ پہ کروڑوں درود

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اور کسی چیز کی مجال کیا ہے کہ وہ آپ سے چھپ سکے اس واسطے کہ رب کی ذات نے جب اپنا آپ تجھے دیکھا دیا ہے تو اب اس اللہ کے نور کا یہ کمال ہے کہ جس آنکھ میں وہ نور آ گیا ہے اب دنیا کی کوئی چیز اپنے آپ کو اس سے چھپا ہی نہیں سکتی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی طاقت ہے۔

چکھنے کی قوت

چکھنے کی قوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لحاظ سے بھی نرالی شان کے حامل تھے۔ بیہقی نے دلائل نبوت کے اندر اس کو روایت کیا ہے سنن ابی داؤد شریف میں بھی ہے۔

حدیث نمبر 1

اور مشکوۃ شریف میں بھی 540 صفحہ پر یہ حدیث شریف موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھانے کی دعوت دی گئی جب آپ اُس گھر میں تشریف لے گئے فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ [illegible] آپ نے بھی کھانے پر ہاتھ رکھا اور قوم نے جو صحابہ تھے ساتھ ہی انہوں نے بھی کھانے پر ہاتھ رکھا صحابہ کہتے ہیں فَأَكَلُوا صحابہ کھا رہے تھے لیکن رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلا لقمہ منہ میں ڈالا تو منہ کے اندر ہی اس کو حرکت دے رہے تھے نگل نہیں رہے تھے صحابہ کہتے ہیں.

فَنظَرْنَا اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم یَلُوْکُ لُقْمَۃً فِیْ فِیْہِ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے منہ کے اندر اُس لقمے کو گردش دے رہے ہیں اور اُس کو حلق سے نیچے نہیں اتار رہے۔

ثُمَّ قَالَ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَجِدُ لَحْمَ شَاۃٍ اُخِذَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ اَھْلِھَا میرے صحابہ میں نے جو چکھا ہے تو مجھے ذائقہ یہ آیا ہے کہ یہ اُس بکری کا گوشت ہے جو مالک کے اذن کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔ یہ وہ گوشت ہے جو بکری کا ہے اُخِذَتْ بِغَیْرَ اِذْنِ اَھْلِھَا اور اس کے مالک سے پوچھا نہیں گیا اور اس سے پوچھے بغیر پکادی گئی ہے اور ہمیں کھلائی جارہی ہے۔

اب دیکھیں کتنا فرق ہے ہماری قوت ذائقہ چکھتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ میٹھا ہے یا کڑوا یہ نمکین ہے یا ترشی والا ہے اس طرح کی چیزیں ہماری قوت ذائقہ کو پتہ چلتی ہیں قیامت تک ایسی قوت ذائقہ کہاں آئیگی کہ جس کو پتہ چل جائے کہ یہ حلال بھی ہے یا حرام ہے یا یہ حلال تو ہے لیکن کیا سارے تقاضے پورے ہوئے ہیں کہ اجازت مکمل لی گئی ہو یا کچھ لی گئی تھی اور کچھ ابھی باقی تھی اور اس کو ذبح کر دیا گیا ہے یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت ذائقہ ہے کہ جس کو خالق کائنات نے انفرادیت دی ہے اور

یہ اصل میں شان ہے کہ جس جہت سے دیکھو گے اُسی جہت سے غیب کا اظہار ہوگا آنکھ دیکھے گی وہ بھی غیب بتادے گی کان سُنے گا وہ بھی بتا دے گا زبان چکھے گی تو چکھ کر غیب کے معاملے کا پردہ اُٹھا دیگی اب جس

وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بکری بغیر اذن مالک کے ذبح کی گئی ہے لہٰذا جن کیطرف سے دعوت تھی اُن صحابیہ سے پوچھا کیا معاملہ ہے کہنے لگی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپنے بالکل سچ فرمایا ہے میں نے کوشش بڑی کی تقاضے بھی پورے کیے لیکن پھر بھی کچھ کمی رہ گئی اور آپ نے چکھ کر سچ بتادیا اصل میں بات یہ ہے

اَرسَلَتِ الْمَرْءَ ةُ تَقُولُ یَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اِنِّي اَرسَلْتُ اِلٰى النَّقِيعِ لِيُشْتَرٰى لِيْ شَاةٌ

میں نے اپنی خادمہ کو پہلے نقیع میں بھیجا تھا جس طرح مدینہ شریف کا ایک حصہ بقیع کہلاتا ہے تو ایک حصہ نقیع کہلاتا ہے نقیع اُسی بقیع کے وزن پر ہے یہ مدینہ شریف کے جانوروں کی منڈی تھی جہاں پر اس وقت جانور ملتے تھے وہ کہنے لگی کہ میں نے وہاں بھیجا تھا خادمہ کو کہ بکری خرید کر لائے لیکن اُس کو بکری نہیں ملی تو میں نے چونکہ دعوت کا اعلان کر دیا تھا اس واسطے اَرسَلتُ اِلیٰ جَارِلِیْ میں نے اپنے ایک پڑوسی کیطرف سے پیغام بھیجا کہ وہ مجھے بکری دے قَدْ اَشْتَرٰی شَاةً مجھے پتہ چلا تھا کہ اُس نے آج ہی نئی بکری خریدی ہے تو میں اس سے خرید لیتی ہوں مالک گھر میں نہیں تھا اور اس کی اہلیہ گھر میں تھی میں نے اس سے بات کی تو اس نے اپنے شوہر سے پوچھے بغیر ہی مجھ سے قیمت لے لی اور بکری مجھے دے دی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سمجھ رہی تھی کہ شاید میں نے اذن کے تقاضے پورے کر دیے ہیں لیکن شریعت مطہرہ جو آپ بیان فرماتے ہیں اس میں سب سے بڑا اختیار گھر میں مالک کو ہے اور اس کو ہے جو اس عورت کا شوہر تھا اُس سے پوچھ کے اس کی اہلیہ کو وہ بکری دینی چاہیے تھی اُس نے پوچھے بغیر دی ہے آپ

سچ فرمار ہے ہیں کہ جو بکری کا مالک تھا اس سے اذن حاصل نہیں کیا گیا۔

تو یہ رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے چکھنے کی قوت ہے کہ جس کے اندر بھی خالق کائنات نے ایسی انفرادیت عطا فرمادی ہے اب قیامت تک کا رائپ وزڈم اور قیامت تک کا شعور اور قیامت تک کا پختہ نالج اس سے یہ پتہ چلتا رہے گا مختلف آلات سے کہ یہ چیز گرم ہے یا ٹھنڈی ہے یہ چیز نمکین ہے یا میٹھی اس کے اندر زہر ہے یا اس کے اندر زہر نہیں ہے مگر یہ کون بتائے گا کہ اس کے اندر اذن مالک ہے یا نہیں تو یہ ہے وہ انداز نبوت رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ کی کسی ایک جہت تک قیامت تک کے انسان نہیں پہنچ سکتے اپنے وسائل سے یہ ہوسکتا ہے کہ سرکار کسی پر چمک ڈالیں تو اس کو بھی پتہ چل جائے محبوب علیہ السلام کی یہ قوت ذائقہ ہے کہ جس کے اندر خالق کائنات نے ایک مستقل عظمت کو پنہاں رکھا ہوا ہے۔

حدیث نمبر 2

دوسری طرف یہ قوت ذائقہ جو زبان میں ہے اگر کسی چیز سے یہ زبان لگ گئی تو اس کی حیثیت کیسے بدلی اُس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان طبرانی میں اور سیرۃ النبی المختار کے صفحہ نمبر 155 پر موجود ہے کہ مدینہ شریف کی ایک لڑکی تھی جو بے حیائی میں مشہور تھی وہ بہت زیادہ بے حیا تھی اب ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول کررہے تھے وہ آگئی اور کہنے لگی میں درخواست کرتی ہوں اللہ کے رسول علیہ السلام سے

اَنْ يُّطْعِمَهَا مِنَ الَّذِیْ فِیْ فِیْهِ

کہ جو لقمہ اس وقت منہ کے اندر ہے مجھے وہ دو جس لقمے کے اندر لعاب دہن شامل ہو چکا ہے اور ٹیسٹ برڈز سے اس میں رطوبت آ چکی ہے مجھے وہ لقمہ دے دو اب سرکار میں نہ نہ ہے نہ حاجت اگر کی ہے تو اب یہ نہیں کہا کہ یہ تو میں چبا چکا ہوں یہ میں کیسے دوں بلکہ فوراً محبوب علیہ السلام نے وہ لقمہ نکال کر اس کو عطا کر دیا جس وقت آپ نے لقمہ دیا فَنَا وَلَهَا اس نے وہ لقمہ تناول کر لیا فَلَمَّا اسْتَقَرَّ فِيْ جَوْفِهَا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت ذائقہ کا وہ مظہر جس میں رطوبت آ چکی تھی اس لڑکی کے پیٹ میں مستقر ہوا اور اس کے شکم میں چلا گیا صحابہ کہتے ہیں

اَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهَا الْحَيَاءَ

اللہ نے اس کو دولت حیا سے مالا مال فرما دیا کس انداز میں یہانتک کہ کہتے ہیں کہ اتنا حیا تھا اتنا حیا تھا۔

لَمْ يَكُنْ بِالْمَدِيْنَةِ اَشَدُّ حَيَاءً مِنْهَا

اس سے بڑھ کر مدینہ شریف میں کوئی خاتون حیا کی بڑی پیکر نہیں تھی جتنا زیادہ حیا اس کو میسر تھا اس واسطے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جہت کو خالق کائنات نے عظمتوں کا گلستان بنا رکھا ہے۔

چھونے کی قوت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھونے کی قوت یہ قوت بھی ایک مستقل باب ہے اور اس میں بھی سینکڑوں احادیث ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چھونے کی قوت کو بیان کرتی ہیں کہ اس میں بھی کتنی بڑی عظمت تھی۔

یہ حدیث شریف شفا شریف کے ۱/۶۲۲ پر موجود ہے جب بدر کی جنگ میں

حضرت معوذ بن عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابوجہل کو مارنے کے در پے تھے اور پھر اس کو کاٹ ڈالا یہ جب حملہ کر رہے تھے تو ان پر حملہ ہوا اور ان کا بازو کٹ گیا پہلے لٹک رہا تھا تو انہوں نے سوچا کہ اگر لٹکتا رہے گا تو رکاوٹ بنے گی انہوں نے بازو کو اپنے قدم کے نیچے رکھ کے اس کو جدا کر کے پھینک دیا اور جب ابوجہل کو مار کے واپس آئے تو اپنا بازو اُٹھا کے ساتھ لے آئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آئے تو اپنا بازو اُٹھا کے ساتھ لے آئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آئے

جَاءَ یَحْمِلُ یَدَهُ

تو اپنا بازو اٹھایا ہوا ہے اور لے کے آگئے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا فبصق علیہ اور اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا وَاَلْصَقَهَا فَلَصِقَتْ وہ جو پوری کٹ چکا تھا اور کافی ٹائم گذر چکا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھونے کی قوت میں ایسی ٹھنڈک تھی اور ایسی اس کے اندر برودت تھی اور حکمت کے تقاضے اس میں پورے تھے کہ نہ کوئی اس میں جراثیموں کا حملہ تھا اور نہ کوئی خون بہہ جانے کے بعد کوئی زیادہ مدت گذر جانے کی رکاوٹ تھی جونہی سرکار نے پکڑ کے بازو کندھے کیساتھ لگایا وہ فوراً چمٹ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بھی زیادہ اس کو طاقت عطا فرما دی ہے۔

حدیث نمبر ۲

یہی نہیں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ نکل گئی ہے وہ لے کے آگئے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ میں پکڑی ہے اور آنکھ کو اپنی جگہ میں فٹ کر دیا ہے یہ برکتیں ہاتھ سے چھونے کی اس انداز میں ہیں

حدیث نمبر ۳

کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر یمن جانے سے پہلے یہ کہتے ہیں کہ یا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے قاضی تو یمن کا بنا رہے ہو بَعَثْتَنِيْ وَاَنَا شَابٌ "۔
میں تو بالکل نو جوان ہوں اور نا تجربہ کار ہوں میں تو جانتا ہی نہیں کہ فیصلے کیسے کروں گا
کہتے ہیں فَضَرَبَ يَدِي بِصَدْرِهٖ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے
سینے پہ رکھا تو کیا ہوا۔

وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ مَاشَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَيْنَ اِثْنَيْنِ

اس ہاتھ کی برکت سے اور آپ نے جو دعا کی تھی اس کی فضیلت سے مجھے
ایسی روشنی مل گئی کہ اس کے بعد کوئی جتنا بھی بڑے سے بڑا کیس بھی جب آجاتا تھا تو
مجھے شک ہوا ہی نہیں کہ فیصلہ کیسے کروں ایسی روشنی میرے سامنے ہوتی تھی کہ میں فوراً
فیصلہ کر دیتا تھا اور اسی واسطے صحابہ میں جہاں شعبہ جات کی تقسیم کی گئی تھی تو قاضی
ہونے کا جو سب سے بڑا منصب ہے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تسلیم کیا
گیا کہ ان کو سب سے زیادہ قوتِ فیصلہ عطا کی گئی ہے اور وہ عطا کیسے ہوئی کہ نبی علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ رکھا ہے تو سینہ منور ہو گیا ہے۔

ایسے ہی یہ قوتِ لامسہ یعنی چھونے کی قوت کا انداز ہے کہ اگر حضرت
ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا فیض پاتے ہیں تو حدیثوں کے ذخیرے اُن
کے سینے کے اندر جمع ہو جاتے ہیں اور

حدیث نمبر ۴

پھر بدن کے اندر اس ہاتھ کی حیثیت کیا ہے یہ حدیث دلائل النبوۃ کے ۱۸۸/۲
پر موجود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں مَامَسِسْتُ بِيَدِي دِيْبَاجًا
وَلَا حَرِيْرًا. میں نے آج تک کوئی ریشم کا کپڑا اپنے ہاتھ سے چھو کر اتنا نرم نہیں پایا
جتنا نبی علیہ السلام کی ہتھیلی کو میں نے نرم دیکھا ہے۔

وَلَا شَمِمْتُ رَائِحَةً اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

میں نے آج تک کوئی خوشبو ایسی نہیں دیکھی جس طرح کی خوشبو نبی علیہ السلام کے بدن سے آتی ہے۔ یہ محض قوتِ لامسہ نہیں تھی اس انداز کی قوتِ لامسہ اور چھونے کی اس انداز کی قوت تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے اپنی اس عظمت کو تقسیم کیا کہ جس بدن کو یہ ہاتھ لگا وہ جہنم پہ حرام ہو گیا ادھر خوشبو مل گئی ادھر تازگی مل گئی۔

حدیث نمبر ۵

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پہ بیٹھے تھے سیر الاعلام النبلا میں یہ لکھا ہے حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل پیچھے بیٹھے ہیں تو محبوب علیہ السلام نے پوچھا اے معاویہ تمہارا کون سا حصہ میرے زیادہ قریب ہے تو کہنے لگے میرا پیٹ بالکل آپکے ساتھ لگ رہا ہے تو محبوب علیہ السلام نے اس وقت اپنی زبان سے یہ لفظ بول دیئے اے اللہ اس کے پیٹ کو علم سے معمور فرما دے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت لامسہ جو پورے بدن میں ہوتی ہے اس ساری کا ہی یہ کمال ہے کہ جس جہت میں بھی دیکھو گے نبی علیہ السلام اپنی امت کو نواز رہے ہیں اور جس پر ہاتھ رکھ دیا کئی نسلوں تک اس میں سے خوشبو آتی رہی اُس بچے سے اُس بچے کے بچے سے آگے اُس کے پوتے سے یہ محبوب علیہ السلام کی قوت لامسہ ہے کہ اگر کسی کا ہاتھ لگتا ہے تو کہیں جراثیموں کا حملہ ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے لیکن یہ محبوب علیہ السلام کا ہاتھ ہے کہ۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ایسا عظیم ہاتھ ہے کہ جس کو خالق کائنات نے ہمہ جہت نوازشات کی طاقت عطا فرما رکھی ہے۔

حدیث نمبر ۶

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی قوت اُس وقت ظاہر ہو رہی تھی جس وقت خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب کیا تھا تو کہا گیا کہ اُن کی آنکھیں خراب ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا اُن کو بلاؤ تو سہی تو محبوب علیہ السلام نے اُن کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا اور اوپر اپنا ہاتھ پھیرا تو اُن کس صورتحال کا سامنا تھا تو کہتے ہیں کہ میں یوں سمجھ رہا تھا گویا کہ کبھی آنکھیں خراب ہوئی ہی نہیں تھیں اور پہلے سے زیادہ چمکنا شروع ہو گئیں ہیں اور ایسی عظمت میسر آ گئی ہے کہ وہ خیبر کئی دنوں سے جس کی فتح کا سامان پیدا نہیں ہو رہا تھا تو رسولِ اکرم شفیع معظم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس انداز میں تیاری کروا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ہے تو خالقِ کائنات جل جلالہٗ نے اُن کو فاتح خیبر بنا دیا ہے۔ مشکوٰۃ: ۵۶۳

سونگھنے کی قوت

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچویں قوت جو کہ سونگھنے کی قوت ہے یہ قوت بھی بڑی انفرادی قوت ہے آپ نے قرآنِ مجید برہانِ رشید میں مطالعہ کیا ہو گا کہ حضرتِ یعقوب علیہ السلام جس وقت آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی اور یہ بتایا جا رہا تھا کہ

آیت نمبر ۱

حضرت یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور اُدھر جب مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کرتہ دے کر بھیجا تھا اور قافلہ وہاں سے چلا یہ کنعان میں تھے درمیان میں ایک روایت کے مطابق آٹھ دن کی مسافت تھی لیکن کیا ہوا قرآنِ مجید برہان رشید کہتا ہے

فَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ اَبُوهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ

لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ [illegible]

کہ جس وقت قافلہ چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے یہ قوتِ شامہ ہے یعنی سونگھنے کی قوت اللہ کے پیغمبروں کی دور دور سے اپنی اس قوت کے ذریعے بھی علوم حاصل کرتے ہیں اور علوم کا اظہار کرتے ہیں اور ایسے ہی ہوا جب وہ قافلہ پہنچا تو قمیض اُن کے پاس موجود تھی اور وہ آپکی آنکھوں پر رکھی گئی تو بینائی آنکھوں میں واپس لوٹ آئی اس خوشبو والی قمیض کا اس قدر کمال بھی موجود تھا۔

حدیث نمبر۔ا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت شامہ جو ہے اُس کے مناظر اتنے زیادہ ہیں کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یمن کیطرف چہرہ کر کے فرمایا تھا اتحاف السادۃ المتقین کے اندر جلد نمبر 2 صفحہ 80 پر یہ حدیث شریف موجود ہے

اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ جانبِ الۡیَمَنِ۔

مجھے یمن کیطرف سے اللہ کی خوشبو آرہی ہے پھر اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں۔

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحۡمٰنِ۔ رحمٰن کی خوشبو مجھے یمن کیطرف سے آرہی ہے۔

اَلۡاِیۡمَانُ یَمَانِیٌ وَالۡحِکۡمَۃُ یَمَانِیَۃٌ

ایمان یمنی ہے اور حکمت یمانیہ ہے ہمارا میقات بھی وہی یلملم یمن والا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالخصوص اس میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی اس خوشبو کا ذکر کر رہے تھے جو رسولِ اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کرلی تھی اور محسوس کرنے کے بعد اس کو علمی حیثیت عطا کر کے قیامت تک کیلئے اپنی قوتِ شامہ کی حکمتوں کو اُجاگر فرما دیا تھا۔

یہ اختصار سے ایک گلدستہ آپکے سامنے ان نصوص کی شکل میں پیش کر رہا ہوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات نے یہ قوتیں ظاہری جو ہیں یہ کتنی تیز عطا فرمائی ہیں غور کیجئے کہ جن کی ظاہری قوتوں کی تیزی کا یہ عالم ہے ان کی باطنی قوتوں کی تیزی کا عالم کیا ہوگا۔ ہر انسان کے اندر پانچ باطنی قوتیں بھی ہیں وہ قوتِ خیال ہے قوتِ وہم ہے اور قوتِ حافظہ ہے حسِّ مشترک ہے اور قوتِ متصرفہ ہے انسان کے دماغ کے اندر یہ پانچوں قوتیں موجود ہیں اور ان کا دائرہ بڑا وسیع ہوتا ہے جہاں انسان کی نگاہ نہیں جاتی وہاں انسان کا خیال چلا جاتا ہے جہاں انسان سونگھ نہیں سکتا وہاں انسان کا وہم پہنچ جاتا ہے اور انسان کی قوتِ حافظہ کی رسائی دور دور تک ہو جاتی ہے قوتِ متصرفہ اور حسِّ مشترک بڑی دور تک مار کرنے والی قوتیں ہوتی ہیں۔ لیکن آپ تصور کرو کہ منصب نبوت رسولِ اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتیں کس قدر بلند ہیں اور آپ کو نبی مان لینے کا تقاضا کیا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہوئے آپکی رسالت پر یقین رکھتے ہوئے آپکے کمالات پر یقین رکھنا ہر وقت ضروری ہے اگر صرف ان ظاہری قوتوں کو دیکھ لیں تو پھر بھی ہمیں اہلسنت کے ہر عقیدے کی یہاں سے سمجھ آ رہی ہے۔

باطنی قوت آپ علیہ السلام کی عقل اور آپکی عقل کے شعبہ جات اور خیال اور قوتِ حافظہ اور اس کے تمام تر شعبہ جات کے اندر جو بلندیاں ہیں ان بلندیوں کے لحاظ سے جو دور دور تک آپکی قوتوں کا دائرہ کار ہے ہم اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتے یہ

عقل پہنچے گی تو وہاں تک کہ جہاں سے اُن عظمتوں کا ابھی آغاز ہو رہا ہے اور وہ عظمتیں جہاں تک پہنچتی ہیں اُن تمام تر وسعتوں کا ادراک کر کے احاطہ کر کے اُن کو سمیٹ لینا یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے جب ایسا ہے تو پھر اُن کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ہرگز ایسا اُسلوب نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اُن جیسے ہیں وہ ہم جیسے ہیں جبکہ ہر جہت بیان کر رہی ہے کہ ہم اُن جیسے کیسے ہو سکتے ہیں ہر جہت میں وہ مختلف ہیں انسان صرف یہ دیکھے کہ اُن کی بھی آنکھ ہے میری بھی آنکھ ہے اُن کا بھی ہاتھ ہے میرا بھی ہاتھ ہے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی امتی کو تو کم از کم یہ دیکھنا چاہیے کہ اُن کی آنکھ ہے تو دیکھتی کہاں تک ہے اُن کے کان ہیں تو سنتے کہاں تک ہیں اُن کی قوتِ لامسہ ہے تو کہاں تک وہ جنتیں عطا کر رہی ہے لہٰذا محض ان ظاہری قوتوں کو دیکھ کر ان کے لحاظ سے ہم پلہ بننے کی کوشش کرنا ہمسری کرنا اور مشابہتیں بیان کرنا یہ امتی کا وطیرہ ہرگز نہیں ہے۔ امتی تو اس طرح اپنے ایمان کو حلاوت بخشتا ہے کہ ہم نے جن کا کلمہ پڑھا ہے خالق کائنات نے ان کے ظاہری پیکر کو بھی بہت بے مثال بنایا ہے کہ اُس پیکر کی کسی جہت کی ہم کوئی مثال نہیں پیش کر سکتے۔ میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو یہی حقائق آگے بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

رَبِّ الْعٰلَمِين

☆☆☆

باب نمبر 23

جنتی آنکھ

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْلِی اَمْرِی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِی یَفْقَهُوا قَوْلِی.

اَحْمَدُکَ اللّٰهُمَّ یَامُجِیْبَ کُلِّ سَائِل. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الوَسَائِل. وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ ذَوِی الفَضَائِل.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِااللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمَ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ.

یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَاتُخْفِی الصُّدُوْر

صَدَقَ اللّٰه العظیم وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْن

اِنَّ اللّٰه وَمَلا ئِکَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ اَتَمَّ بُرْھَانُہٗ ،وَاَعْظَمَ شَانُہٗ
کی حمد وثنا اور حضور سرور کائنات فخر موجودات زینت بزم کائنات دستگیر جہاں غمگسار
زماں سید سروراں حامی بیکساں قائدالمرسلین خاتم النبین احمد مجتبیٰ جناب محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد وارثان منبر ومحراب
ارباب فکر ودانش نہایت ہی **معزز محتشم حضرات وخواتین** رب ذوالجلال
کے فضل اور توفیق سے ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے اس نورانی ماحول میں فہم دین
کورس کے تیسویں 23 سبق میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی
ہے۔آج ہماری یہ بھی سعادت ہے کہ بندہ ناچیز کے والد محترم آج کی اس نشست کی
صدارت کر رہے ہیں ہمارا آج کا موضوع بھی نہایت اہم موضوع ہے۔

جنتی آنکھ

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو اپنی نگاہوں کا تحفظ اور
ان کی حفاظت کرنیکی توفیق عطا فرمائے اور خالق کائنات جل جلالہ ماہِ رمضان
المبارک کی عظمتوں کا صدقہ ہم سب کی آنکھوں کو جنتی آنکھ کی روشنی عطا فرمائے۔
محتشم سامعین کرام! ہر درس میں ایک پیغام محاسبہ نفس کا بھی ہوتا ہے اور تعمیر
سیرت کا بھی ہوتا ہے آج کا موضوع سننے کیساتھ ساتھ اور سمجھنے کیساتھ ساتھ پورے کا
پورا اپنی عملی زندگی میں اُتارنے والا موضوع ہے اور اس تصور اور اس شوق سے ہم نے
اس کو سننا سنانا ہے کہ اگر کہیں ہماری سیرت اور کردار میں کوئی کوتاہی ہے تو ہم فوراً اس کو
درست کرتے ہوئے اپنے آئینہ کردار کو بالکل صاف اور شفاف کر لیں۔

میں نے قرآن مجید برہان رشید کی سورۃ غافر کی آیت نمبر 19 تلاوت کی ہے خالق کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔

یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُن

رب کائنات جل جلالہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے، چھپ چھپا کر دیکھنے والی آنکھ کی چوری سے وہ پوری طرح واقف ہے، وما تُخفی الصُّدُور، اور دل میں جو غلط کام کا خیال ہے اللہ اُسے بھی جانتا ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے انسان کو جن مقاصد کیلئے اعضاء دیے ہیں اگر انہی مقاصد میں ان کو استعمال کیا جائے تو رب ذوالجلال کی طرف سے رحمت کے پھول برستے ہیں اور اگر ان مقاصد سے ہٹ کر ان اعضاء کا استعمال کیا جائے تو خالق کائنات جل جلالہ بندے سے ناراض ہو جاتا ہے، رب ذوالجلال نے انسان کو آنکھ جن اعلیٰ مقاصد کیلئے دی ہے اگر ان حدود کے دائرے میں آنکھ کو استعمال کیا جائے تو یہی آنکھ صدیوں کا سفر بندے کو گھنٹوں میں طے کرا دیتی ہے اور بہت جلد اس کو منزل تک وصول عطا کرتی ہے اور اگر اس کا صحیح استعمال نہ کیا جائے تو خالق کائنات جل جلالہ کا قرآن کہتا ہے۔

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْن

اُس آنکھ کو بینا نہیں نابینا کہا جاتا ہے اور اس کو اپنے کردار کے لحاظ سے جو اس کا عمل تھا اُس کی نفی کے لحاظ سے اُس کی آنکھ کی افادیت کھو جاتی ہے اور خالق کائنات جل جلالہ اس بندے کو نابینا قرار دے دیتا ہے اور دوسرے مقام پر خالق کائنات جل جلالہ سورۃ اعراف میں فرماتا ہے آیت نمبر ایک سو اُناسی 179 ہے

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا

کفار کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ اُن آنکھوں سے دیکھتے نہیں اب یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ کفار کو دکھائی کچھ نہیں دیتا اور وہ دنیا کے راستوں میں چلتے ہوئے نابینوں کی طرح چلتے ہیں نہیں نہیں وہ آنکھوں سے دیکھتے تو ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے کہ جو اللہ کو پسند آتا ہے خالق کائنات جل جلالہ کی مرضی کے مطابق چونکہ نہیں دیکھتے تو خالق کائنات جلاجلالہ فرماتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنکھیں نہیں اور انکا دیکھنا دیکھنا نہیں رب ذوالجلال نے اُس تمام عمل کی نفی کردی اُن کی آنکھوں سے جس کا صدور ہورہا ہے اس واسطے کہ وہاں پہ اللہ کی رضا کے مطابق آنکھ کا استعمال نہیں ہورہا۔ مسلم امہ کو خالق کائنات نے یہ ہدایت کی ہے کہ میری رضا کے مطابق اپنی آنکھ کو رکھو اور آنکھ کا تمام تر کردار شریعت مطہرہ کی روشنی میں اُستوار کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ایک باقاعدہ حصہ ہے آنکھ کے دائرہ کار کا اگر ان خطوط کی روشنی میں ہماری آنکھ کھلے گی اور ہماری آنکھ بند ہوگی تو رب کائنات کے فضل سے اس آنکھ کو وہ لمحہ بھی ملے گا جب خالق کائنات جل جلالہ جنت کے دارالسلام میں اس کو اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔

دنیا میں آنکھ کی جو افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے آنکھ کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے کہ جنتی آنکھ کی چار قسمیں ہیں۔

جنتی آنکھ کی پہلی قسم

پہلی قسم جنتی آنکھ کی یہ ہے کہ وہ آنکھ جنتی ہے کہ جس کو حالت ایمان میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا۔ رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے جنتی ہونے کا اعلان کیا ہے، جامع ترمذی میں صفحہ نمبر ۷۰۵ ابواب المناقب کی حدیث نمبر 3858 میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے فرمایا

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِیْ اَوْ رَایٰ مَنْ رَاٰنِی

جہنم کی آگ اس مسلمان کو چھو نہیں سکتی کونسا مسلمان رَانِــیْ، جس نے مجھے دیکھا ہے جہنم کے قریب وہ نہیں جاسکے گا اور فرمایا اَوْ رَای مَــنْ رَانِیْ وہ اتنا تابناک انسان ہے کہ جس نے اس کو دیکھ لیا جہنم کی آگ اُس کے بھی قریب نہیں جائیگی۔

رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آنکھ کی اتنی بڑی عظمت بیان کی ہے اگر چہ دنیا میں اس کو اللہ کا دیدار جاگتے ہوئے نہیں ہوسکتا چونکہ دنیا میں ایک ہی آنکھ ہے جس کو خالق کائنات نے عالم بیداری میں اپنا دیدار عطا کیا ہے اور وہ ہمارے دلوں کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن آپ کو دیکھنے والی آنکھ جو ہے اور یہ تعلیمات اپنا لینے والی آنکھ جو ہے اُسے یقیناً خالق کائنات جل جلالہ جنت مں اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔ اسی لیے روزہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ہمارے محبوب علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے۔

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِہٖ وَ فَرْحَةُ عِنْدَ لِقَاءِ رَبّٖه

کہ روزے دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک تو فطر کے وقت خوشی ہوتی ہے اور دوسری اس وقت خوشی ہوگی جب اللہ کا دیدار کر رہا ہوگا۔ محشر کے دن جنت کے اندر خالق کائنات جل جلالہ اس بندے کو اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے والی آنکھ کی پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں حالت ایمان میں آپ کا دیدار کیا (۲) دوسرا وہ کہ جو اس وقت تو نہ کر سکا صدیوں بعد پیدا ہوا لیکن کبھی اس کے خواب میں وہ تجلی رونما ہوئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو اپنے دیدار سے مشرف کر دیا اس آنکھ کی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ عظمت بیان کی ہے جسکو آج اپنے تقدس کی بنیاد پر یہ انعام ملتا ہے کہ ماہ مدینہ اس کے خواب میں تشریف لے آتے ہیں۔

کنز العمال کے اندر حدیث نمبر 41487 میں یہ مضمون موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ رَّانِیْ فِیْ الْمَنَامِ لَا یَدْ خُلُ النَّارَ

جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا اگر چہ اس کیساتھ اس کی کچھ شرائط اور تقاضے ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔

لیکن صحیح بخاری کے اندر محبوب علیہ السلام کا یہ جملہ موجود ہے حدیث نمبر 6996 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ رَّانِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ ۔ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے میرے رب کے جلووں کو دیکھا حق کا یہ معنی دوسرے طبقے کے لوگوں نے بھی یہ کیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ بالقطع والیقین کہ جس نے مجھے دیکھا تو اُس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل اپنا نہیں سکتا اور صورت بنا نہیں سکتا، دوسرا یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اُس کو خالق کائنات کے جلووں کا من وجہ منظر نظر آ گیا

اور یہی دیکھنا ایک دن جنت میں اس کیلئے دیدار الٰہی کا سبب بن جائیگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے لحاظ سے تین قسم کی آنکھوں کا تذکرہ آپ نے ایک ہی حدیث میں کیا ہے اور ہم پھر اس کو بیانکر کے علیحدہ علیحدہ اُس کی حیثیات کو انشاء اللہ اُجاگر کریں گے۔ الزواجر کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 27 پر یہ حدیث موجود ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اِن کی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کُلُّ عَیْنٍ بَاکِیَةٌ یَوْمَ الْقِیٰمَة۔ قیامت کے دن ہر آنکھ ہی رو رہی ہوگی آج کوئی جس قدر بھی اپنے آپ کو غموں سے دور رکھتا ہے اور ہشاش بشاش رہتا ہے اور خوش رہنے کی کوشش کرتا ہے خواہ کتنا بڑا ہی غموں سے دور رہنے کا اُس نے حصار بنایا ہوا ہو لیکن قیامت کے دن ہر آنکھ کو رونا پڑ جائیگا اُس وقت حالات اور ماحول کی جو تپش ہوگی اور اُس وقت کے واقعات کی جو تلخی ہوگی اور ہولناکیاں ہونگی اُن کی وجہ سے ہر آنکھ کو قیامت کے دن رونا پڑ جائیگا۔ خواہ وہ دنیا میں کتنا بڑا تاجر ہی کیوں نہ تھا قیامت کے دن کی ہولناکیوں کے سامنے اس کا کلیجہ بھی پانی ہو جائیگا پسینے کے اندر ڈوبا ہوا ہوگا اور اُس وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائینگے میرے محبوب علیہ السلام کی آنکھ کے نیچے حشر کا وہ پورا منظر ہے آپ نے سب کچھ دیکھ کر فرما دیا کہ اُس سارے ماحول مین تین قسم کی آنکھیں ایسی ہونگی جن کو خالق کائنات جل جلالہ رونے سے محفوظ فرمالے گا ہر آنکھ رو رہی ہوگی مگر وہ آنکھیں اُس دن مطمئن ہوں گی اور اُس دن اُن کو رونا نہیں آئیگا وہ کون کونسی آنکھ ہے۔

جنتی آنکھ کی دوسری قسم

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

غُضَّتْ عَنْ محَارِمِ اللّٰهِ۔

جو دنیا میں غیر محرم کو دیکھنے سے باز رہتی ہے وہ آنکھ محشر کے دن نہیں روئے گی جو دنیا میں فحاشی سے محفوظ رہتی ہے جس آنکھ کے اندر عریانی فحاشی کی وباء کا کوئی اثر نہیں اور جس آنکھ کے اندر عریانی کا کوئی داغ نہیں اور جس کے اندر شبنم سے بھی زیادہ شفاف پن ہے وہ آنکھ جو دنیا میں بالکل طہارت اور تطہیر کے مقام پر فائز ہے، غُضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ۔ وہ ہر طرف دیکھتی ہے مگر جدھر دیکھنے سے اس کا رب ناراض ہوتا ہے ادھر وہ نہیں دیکھتی جس آنکھ کو حرام وادی میں داخل ہونے سے بند کر دیا جاتا ہے میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں حشر کے دن اس آنکھ کے وارے نیارے ہونگے اور اس کیلئے عجیب نظارے ہونگے اُس دن بڑے بڑے بادشاہوں کی آنکھوں سے جھڑی لگی ہوگی مگر یہ آنکھ اطمینان سے اپنی منزل کا سفر طے کر رہی ہوگی۔

جنتی آنکھ کی تیسری قسم

رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں۔

وَعَيْنًا سَهِرَتْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

وہ آنکھ جو رات جاگ کے پہرے دار کی طرح اسلامی سلطنت کے گرد پہرہ دیتی ہے سارے لوگ سوئے ہوئے ہیں مگر وہ مجاہد سرحد پر کھڑا ہے اور اپنے ملک کی

اسلامی حدود کی حفاظت کر رہا ہے جاگ رہا ہے، بیدار ہے جس کی وجہ سے اسلامی سلطنت کے اندر لوگوں کی عزتیں محفوظ ہیں لوگوں کے آرام محفوظ ہیں اور مال محفوظ ہیں۔

اس مجاہد کی آنکھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا بڑا کردار عطا کیا ہے فرمایا حشر کی ہولناکیوں کیوجہ سے جب دوسری آنکھوں سے اشک جاری ہونگے اس آنکھ کو خالق کائنات جل جلالہ یوں اطمینان دے گا کہ اس سے اشک نہیں بہہ رہے ہوگے اور خالق کائنات جل جلالہ اس کو اپنی نوعیت کی چمک عطا فرمائے گا یہ مجاہد فی سبیل اللہ کی آنکھ ہے یہ اس غازی اور شیر دل انسان کی آنکھ ہے جو خالق کائنات جل جلالہ کے حکم اسلام کی جغرافیائی حدود پر پہرہ دیتا ہے۔

اُس کو خالق کائنات جل جلالہ نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے اور یہاں سے ہی اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ جو نظریاتی حدود کا محافظ بن جائے اور نظریاتی حدود پر دن رات پہرہ دے اُس آنکھ کا مرتبہ تو اس آنکھ سے بھی زیادہ ہے جو لوگوں کے یقین پر پہرہ دے لوگوں کے عقیدے پر پہرہ دے لوگوں کے ایمان پر پہرہ دے لوگوں کے دل کے اندر جو تقوی کا ایک کردار ہے اس کو محفوظ رکھنے میں ہر وقت جاگ کے پہرہ دیتا رہے کہ کہیں شیطان نقب نہ لگا جائے اور کہیں شیطانی حوس کے مارے ہوئے لوگ دلوں سے عقیدے لوٹ کر نہ لے جائیں یہ پہرہ بھی بہت بڑا پہرہ ہے جس کی بنیاد خالق کائنات جل جلالہ اس آنکھ کو جو پہرہ دے رہی ہے خواہ جغرافیائی حدود کے اوپر خواہ نظریاتی حدود کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو بھی قیامت کے دن ذلیل ہونے سے بچالے گا۔

جنتی آنکھ کی چوتھی قسم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَعَيناً يَّخرُجُ مِنهَا مِثلُ رَأسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشيَةِ اللّٰهِ۔

قیامت کے دن وہ آنکھ نہیں روئے گی جو آج اللہ کے ڈر سے روتی ہے آج جس سے اشک بہتے ہیں آج جس سے آنسو جھڑتے ہیں میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اگرچہ زیادہ نہیں مِثلُ رَأسِ الذُّبَابِ مکھی کے سر جتنا چھوٹا سا آنسو آج جس آنکھ سے اللہ کے ڈر کی وجہ سے نکل آتا ہے اس آنکھ کو بھی خالق کائنات جل جلالہ محشر کے دن رسوا نہیں ہونے دیگا آج کی روتی ہوئی آنکھ آج کی پُرنم آنکھ آج کی یہ آنکھ جس سے خشیت ایزدی کے موتی جھلکتے ہیں اگرچہ زیادہ نہ ہوں ایک آنسو اس طرح کا جو چھوٹا سا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ کے خوف کی وجہ سے نکلا اور اُس کی تاثیر آگے بدن پر مسلط ہوگئی اور دل میں اُس کا اثر باقی رہا میرے محبوب علیہ السلام فرما رہے ہیں خالق کائنات اس آنکھ کو بھی محشر کے دن محفوظ فرمائے گا۔

اب دیکھیئے ان میں سے سب سے پہلی آنکھ وہ کہ جو غیر محرم کی طرف نہیں دیکھتی جس نے اپنے آپ کو پابند کیا ہوا ہے اور ہر وقت اس نور کے زیر سایہ وہ آنکھ موجود ہے کہ جو شریعت نے حدود لگائی ہیں اُن سے وہ آگے نہیں گزرتی شریعت کے دائرے میں رہتی ہے اس کے نزدیک تفریح اور ریفریشمنٹ کا جو ایک انداز ہے وہی جو شریعت نے متعین کر دیا ہے۔ جہاں شریعت دیکھنے کی اجازت دیتی ہے ادھر وہ آنکھ دیکھتی ہے اور جدھر سے شریعت روکتی ہے ادھر وہ آنکھ ہرگز نہیں دیکھتی نہ ہی چوری

چوری اور نہ اعلانیہ۔ بالکل اُس آنکھ نے اپنے آپ کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے فرامین میں ایسی آنکھ کو موضوع سخن بنا کر قیامت تک کے امتیوں کیلئے ایسی آنکھ کو پسند فرمالیا ہے۔

یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے الزواجر جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 4 پر ایسے ہی طبرانی کی معجم کبیر اور حاکم کی متدرک میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

النَّظَر سَهْمُ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْس

آنکھ جس طرح کہ میں نے عرض کیا کہ اگر چاہے تو بندے کو گھنٹوں میں صدیوں کی ہلاکتوں کی طرف لے جائے ۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آنکھ سے دیکھنا ایک تیر ہے کونسا فرمایا جو تیز زہر میں بجھایا گیا ہوا گر یہ آنکھ برا دیکھ رہی ہے تو یہ آنکھ ایک تیر ہے جو دیکھنے والے کو لگ رہا ہے اور ہے کیسا زہر میں بجھا ہوا ہے زہر آلود تیر ہے جب ایک انسان غیر محرم کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے چوری چھپے دیکھ رہا ہے یا اعلانیہ دیکھ رہا ہے اس کی تصویر کو اخبار میں دیکھتا ہے کسی ناول میں دیکھتا ہے اس کی تصویر کو ٹی وی کی سکرین پر دیکھتا ہے یا ویسے اس کو چلتا پھرتا دیکھتا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے انسان تیری روحانی زندگی کو ایک تیر لگ گیا ہے اور تیر بھی عام نہیں وہ جو زہریلا تیر ہے اب اس کے بعد بچنا مشکل ہو جائیگا تیرے اندر جو نیکی کا ایک گراف تھا وہ نیچے گر چکا

ہے اب اس سے تجھ پر لازم ہو گیا ہے کہ فوراً توبہ کرو اور جو ایک مرتبہ ہو گیا اس کے بعد کبھی بھی ایسا نہ ہونے پائے اس واسطے کہ اتنی تیزی سے یہ آنکھ بندے کو گناہ کے دھانے پہ پہنچاتی ہے کہ ہاتھ سے گناہ کرنا تھا تو کچھ قوت لگانی پڑے گی اور اگر گناہ قدم سے کرنا تھا تو چل کے جانا پڑے گا لیکن جہاں بیٹھے ہو وہیں بیٹھے بٹھائے یہ بندے کو جہنمی بنا دے گی یہ بیٹھا ہے ٹی وی کی سکرین پہ اُس کی آنکھ لگی ہوئی ہے اور کوئی ناجائز منظر دیکھ رہا ہے تو وہاں بیٹھے بیٹھے ہی اُس آنکھ نے اس کو ایک اچھی دنیا سے نکال کر جہنم کے گڑھے تک پہنچا دیا ہے۔

تو میرے محبوب علیہ السلام فرما رہے تھے کہ آنکھ کو بچا کے رکھو اگر تھوڑی سی بھی یہ بے لگام ہو جائیگی تو اتنا زیادہ نقصان کر دے گی کہ یہ زہریلے تیر سے بھی اس بندے کو زیادہ قتل کرنے والی ہے جو اپنی آنکھ پر پہرہ نہیں لگاتا اور آنکھ کو کھلا چھوڑ دیتا ہے کہ وہ حدود جہاں دیکھنے سے رب ناراض ہو جاتا ہے اس نے آنکھ کو چھوڑ دیا تو خالق کائنات جل جلالہ نے اس آنکھ کو جہنمی آنکھ قرار دے دیا اور اس کو جنت سے محروم فرما دیا۔ اس مقام پہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، مَنْ تَرَكَهَا مِنْ مَخَافَتِي

حدیث قدسی ہے خالق کائنات فرماتا ہے کسی کی آنکھ اُٹھ گئی اس جگہ کی طرف جہاں دیکھنا حرام تھا خواہ وہ کوئی مرد تھا جس نے اپنے پردے کا حکم پورا نہیں کر رکھا تھا اُسکو دیکھا تو یہ بھی ایسے ہی حرام ہے کہ مرد مرد کو دیکھ رہا ہو یا عورت اس کی طرف دیکھ رہی ہو تو اس انداز میں دونوں طرف حکم برابری کا ہے۔ رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اتفاق

سے اگر نگاہ اُٹھ گئی لیکن کیا ہوا اُس امتی نے فوراً اپنی نظر پھیر لی تو خالق کائنات فرماتا ہے اَبْـدَلْتُـهٗ اِیْـمَـانًـا۔ میں اس کو ایک نیا ایمان عطا فرما دونگا۔ فرمایا یہ جرأت والا انسان ہے اس کو جری کہتے ہیں وہ بہادر نہیں جو کسی بڑے پہلوان کو کشتی میں گرالے بلکہ وہ بہادر ہے کہ جب جی چاہ رہا ہو نا جائز دیکھنے کیلئے لیکن یہ جرأت کرتا ہوا آنکھ کو پھیر لے اور آنکھ کو بند کر لے آنکھ کو دیکھنے کی اجازت نہ دے یہ بہادروں میں بڑا بہادر ہے کہ جس نے اپنی آنکھ کو یوں بچا لیا کہ جب پھیرتا گیا تو خالق کائنات فرماتا ہے میں وعدہ کرتا ہوں جو میرے حکم پر اس نے اپنی آنکھ کی طہارت کا خیال رکھا اَبْـدَلْتُهٗ اِیْمَانًا میں ایک نیا ایمان اس کو دونگا کیسے نیا ایمان دونگا فرمایا۔

یَجِدُ حَلَاوَته فِیْ قَلْبِهٖ عاکم، طبرانی، الزواجر ۲/۴)

کہ جس کی مٹھاس اس کو دل میں محسوس ہوتی رہے گی یقیناً ایسے موقع پر کسی کو اگر تجربہ ہے تو وہ جانتا ہوگا اگر اس نے آنکھ پھیر لی ہے اور آنکھ کو اس طرح آوارہ نہیں ہونے دیا خالق کائنات جل جلالہ فوراً اس کے دل میں ایک ذوق پیدا کرتا ہے اور بندگی کا ایک شوق پیدا کرتا ہے اور اس کو خوشی ہوتی ہے کہ دیکھو کوئی روکنے والا تو نہیں تھا میں چاہتا تو جی بھر کے دیکھ سکتا تھا لیکن میں نے اس کو دیکھنے سے اپنے آپ کو روک لیا ہے اس کی وجہ سے دل میں واقع خوشی پیدا ہوتی ہے کہ میں اپنے رب کا حکم مان کے بندگی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ہر عضو کا ایک زنا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ زنا ایک قسم کا ہے۔

اَلْعَیْنَانِ زِنَا ھُمَا النَّظَرُ

آنکھوں کا زنا غیر محرم کی طرف دیکھنا ہے آنکھوں کی بدکاری حرام وادی کی طرف دیکھنا ہے یہ آنکھوں کا جرم ہے، جیسے لفظ زنا ایک خاص عمل پر بولا جاتا ہے میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں ہر عضو جب اپنی حد سے نکل جاتا ہے جو شریعت نے معین کر رکھی ہے تو وہ اُن کی بدکاری ہوتی ہے لفظ زنا کا استعمال فرما دیا ہے اور فرمایا کبھی بھی میرا امتی یہ نہ سمجھے کہ اس نے یوں دیکھ کے کوئی جرم نہیں کیا، اس کی آنکھ اتنی گندی ہوگئی ہے بدکار ہوگئی ہے اب جنت کے قابل نہیں رہی اللہ اُس کو اپنا دیدار کیسے عطا کرے اور میں اس کے خواب میں کیسے آؤں جس کی آنکھ اتنی پلید ہو چکی ہو آنکھوں کو پاک رکھنے کی حکمت ہی یہ تھی کہ اس کو پاک رکھو تو اس کو اچھے مناظر دیکھنے کیلئے عطا کر دیے جائینگے۔

سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہمیں بار بار اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آنکھ کی حفاظت یہ زندگی میں بڑی ضروری ہے اور اس بنیاد پر انسان کو جو ترقیاں ملتی ہیں ان کا ایک اپنا ہی نظارہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو لے کر نکلے تھے استسقاء کیلئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جلد نمبر 1 صفحہ 365 پر اس کو لکھا ہے۔

خَـرَجَ لِیَسْتَسْقِی۔ امت ساتھ تھی اور ایک جنگل میں آ گئے کہ بارش کا نزول نہیں ہو رہا تو نماز استسقاء پڑھتے ہیں جب پہنچ گئے بہت بڑے جنگل کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جماعت شروع نہیں کروا رہے تھے رش بڑا تھا لوگ تنگ تھے کہ جلدی نماز پڑھائیں اور ہم واپس چلے جائیں تو اُس وقت آپ نے اعلان کیا۔

مَنْ اَصَابَ مِنكُمْ ذَنبًا

تم میں سے جس نے گناہ کیا ہے وہ گناہ گار انسان یہاں پر نہ ٹھہرے ہم اس کو ساتھ لے کر دعا نہیں کریں گے وہ گہنگار انسان گھر چلا جائے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا تو۔

لَمْ یَبْقَ مَعَہٗ فِی الْمَفَازَۃِ اِلَّا وَاحِدٌ

ایک کے سوا سارے ہی واپس چلے گئے آپ نے فرمایا جس نے گناہ کیا ہے وہ یہاں نہ ٹھہرے ہم نے اللہ سے مانگنا ہے تو سارے ہی واپس چلے گئے صرف ایک انسان امت سے باقی رہ گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُس کو جھنجھوڑا اور آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی گناہ نہیں ہے تو وہ کہنے لگا۔

وَ اللّٰہِ مَا مِنْ شَیٍٔ غَیْرَ اَنِّی کُنْتُ ذَاتَ یَوْمٍ اُصَلِّیْ

میرا کوئی گناہ نہیں ہے ہاں اتنا ہے کہ ایک دن میں نماز پڑھ رہا تھا۔

مَرَّتْ اِمْرَءَۃٌ

تو سامنے سے ایک خاتون گزری۔

فَنَظَرْتُ اِلَیْھَا بِعَیْنِیْ ھٰذِہٖ

کہ میں نے اس آنکھ سے جواب کانی ہو چکی ہے اور اس وقت میں جس سے محروم ہوں اس آنکھ سے میں نماز پڑھتے ہوئے ایک عورت کو دیکھ لیا اس کے سوا میرا اور کوئی گناہ پوری زندگی میں نہیں ہے اور جب میری آنکھ نے اس کو دیکھا تھا تو اے میرے نبی جانتے ہو میں نے آنکھ کو سزا کیا دی تھی جونہی میری آنکھ دیکھتی گئی۔

لَمَّا جَاوَزَتْنِی۔ جب وہ عورت آگے گذر کر چلی گئی۔

اَدْخَلْتُ اِصْبَعِیْ فِیْ عَیْنِیْ

میں نے یہ انگوٹھا اپنی آنکھ میں رکھا اور اس کو اچھی طرح دبایا یہاں تک کہ میں نے آنکھ باہر نکال دی۔ آنکھ باہر نکال کر میں نے پکڑ کے اُس عورت کے پیچھے پھینک دی اور میں نے آنکھ سے خطاب کر کے کہا کہ ایسا ہی حشر ہوتا ہے جو اللہ کے حکم کی نافرمانی کرے تو اپنے رب کے دربار میں حاضری کے وقت کس طرف دیکھا تھا۔ میں نے اے میرے نبی اُس آنکھ کو اپنے بدن کیساتھ نہیں رہنے دیا اور مین نے اُسے نکال کر پھینک دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہ واقعہ سنا تو کیا فرمانے لگے۔

اُدْعُ اللّٰہَ حَتّٰی اُؤَمِّنَ عَلٰی دُعَائِکَ

پھر تم دعا کرو تمہارے پیچھے میں امین کہتا ہوں تم ایک رہ گئے ہو تو بڑے قیمتی انسان ہو تمہارا تو کردار بڑا اچھا ہے تمہاری تو آنکھ بڑی پاک ہے۔ ایک ہی آنکھ ہے اور وہ بھی بڑی پاک ہے جو پلید ہوئی تھی تم نے نکال دی ہے، اب تم دعا کرو یہ میری طرف سے اعزاز ہے تمہارے لیے۔

حَتّٰی اُؤَمِّنَ عَلٰی دُعَائِکَ میں تمہارے پیچھے امین کہتا ہوں۔ فَدَعَا۔ اُس امتی نے دعا مانگی۔ فَتَجَلَّلَتِ السَّمَاء۔ فوراً آسمان پر بادل بن گئے اور بارش برسنا شروع ہوگئی۔ آنکھ کی طہارت اور آنکھ کے تقدس میں کتنی برکتیں ہیں اور کتنا بندے کو پاورفل ہونا چاہیے۔

اب یہ نصاب ماننے والوں کا ہے جو نہ ماننے والے ہیں جو کافر و مشرک ہیں وہ تو ایسے ہی بگھوڑے ہیں اُن کیلئے یہ باتیں نہیں ان کیلئے تو اسلام ہے کہ پہلے اُس میں آجائیں اور یہ سب کچھ ہم سے ہے ہم کلمہ بھی

پڑھیں اور آنکھوں سے بدکاری بھی کرواتے رہیں تو یہ آنکھ کیا آنکھ ہوگی ہم کس طرح پھر امیدوار بن سکیں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کیلئے اور خالق کائنات کی قدرت کے دیدار کیلئے لہٰذا یہ جنتی آنکھ ہے کہ جس کو محبوب علیہ السلام نے کتنا بلند کردار دیا ہے کہ جو اپنے آپ کو روک کے رکھتے ہیں اور اگر کہیں بائی چانس یہ آنکھ اُٹھ جاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو فوراً پھیر لیتا ہے تو اس بائی چانس اُٹھنے والی نگاہ کا گناہ اُس سے جھاڑ دیا جاتا ہے لیکن جو دفعتاً اُٹھنے والی آنکھ کو پھر برقرار رکھتا ہے اور دیکھتا جاتا ہے خالق کائنات جل جلالہ اُس آنکھ کو جہنمی بنا دیتا ہے، جنتی کی آنکھ وہ آنکھ ہے جو آخری سانس تک اپنی حدود میں رہتی ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کے مطابق دیکھنے کا عمل مکمل کرتی ہے۔ ان تین آنکھوں میں سے دوسری آنکھ جس کا ایک ہی حدیث شریف میں ذکر ہوا وہ آنکھ ہے مجاہد کی آنکھ اور پہرے دار کی آنکھ جو پہرہ دے رہی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۳۲۹ میں یہ حدیث شریف موجود ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رُبَاطُ یومٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خیرٌ مِنَ الدُّنیَا وَمَافِیْھَا

ایک دن سرحد پر پہرہ دینا اور ایک دن میدان جہاد میں جاگ کر گزار دینا ایک دن رات اس طرح رہنا میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ خیرٌ مِنَ الدُّنیَا وَمَا فِیْھَا. یہ عمل پوری دنیا سے بہتر ہے۔ یعنی دوسری

طرف اگر ایک انسان کے قبضے میں پوری دنیا آجائے اور وہ اس کو صدقہ وخیرات کردے تو اتنی نیکی اس کو پہنچی جتنی نیکی اس رات کو جاگنے والے پہرے دار کو ملی ہے جو جاگتا رہا ہے اور اُس نے محفوظ رکھا ہے اپنے دین کی سلطنت کو اور لوگوں کے مال کو اور مسلم امۃ کی عزت کو جس نے محفوظ کرنے کیلئے جس نے رات جاگ کے گزار دی ہے اور دن کو پہرہ دیتا رہا خالق کائنات نے اس کو بہت سے نوافل صدقات اور حج اور روزوں کے مقابلے میں اس کو بندگی کا ثواب دے دیا ہے۔ فرض اس نے پورے کیے نماز پنجگانہ وہ پڑھتا اور باقی تمام وقت وہ کھڑا رہا ہے پہرہ دیتا رہا خالق کائنات اُس بندے کو ان جمیع عبادات کے مقابلے میں اس شخص کو بڑا اجر عطا فرمانے والا ہے یہ وہ آنکھ ہے جس کو جنتی قرار دیا گیا اور نبی علیہ السلام نے اس کو ہمہ جہت عظمتیں عطا فرمادی ہیں۔

اس کے بعد سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آنکھ کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا یہ وہ آنکھ ہے جو اللہ کے خوف سے روئے اور جس سے آنسو نکلیں اللہ کے ڈر کی وجہ سے رونے کی کئی قسمیں ہیں۔ رونے کی اقسام کو بیان کرتے ہوئے محدثین نے اس کی چھ قسمیں لکھی ہیں

(۱) کبھی انسان روتا ہے حزن کی وجہ سے غم کی وجہ سے۔

(۲) کبھی روتا ہے وجع یعنی درد کی وجہ سے کہ بدن میں درد ہو رہا ہے تو اس کو رونا آگیا ہے۔

(۳) کبھی روتا ہے فزع کی وجہ سے گھبراہٹ کوئی آگئی ہے کہ کوئی ایسی

آفت آگئی ہے زلزلہ آگیا ہے تو اس کو رونا آگیا ہے۔

(۴) چوتھے نمبر پر کبھی انسان روتا ہے خوشی کی بنیاد پر کہ ایسی خوشی تھی اُس سے برداشت نہیں ہوسکتی تھی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

(۵) پانچویں نمبر پر شکر کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔

(۶) اور چھٹے نمبر پر اللہ تعالیٰ کی خشیت سے آنسو نکلتے ہیں ان چھ قسم کے آنسوؤں میں سے سب سے قیمتی آنسو وہ کہ جو اللہ کے ڈر کی وجہ سے نکلنے والا ہو۔ یہاں تک کہ آنسو بندے کے نامہ اعمال کو دھو دیتا ہے اور ایسا ایک آنسو رحمت کے سمندر میں ہلچل مچا دیتا ہے۔ پہلے آنسو جو ہیں ان کے درجات ہیں اور مختلف قسم کی انکی حیثیات ہیں، رونے میں انسان کبھی درد کی وجہ سے بھی روتا ہے غم کی وجہ سے روتا ہے نقصان ہوگیا اس کو رونا آگیا اور کبھی خوشی کی وجہ سے بھی رونا آتا ہے ان آنسوؤں میں اپنی حیثیت کیلحاظ سے بھی فرق ہے، جو آنسو غم کا ہوتا ہے وہ گرم ہوتا ہے اور جو خوشی کا ہوتا ہے وہ آنسو ٹھنڈا ہوتا ہے اور اس بنیاد پر جب ایک بندۂ مومن اپنے رب کے دربار میں خشت کی وجہ سے اپنے آنسو پیش کرتا ہے یہ آنسو نکلتے ہیں تو کئی جہنموں کو سرد کر سکتے ہیں جتنی بڑی حیثیت ہوگی آنکھ کی اتنا تیز آنسو ہوگا اور اتنی تیز اس کی برودت ہوگی اور اس کے اندر زیادہ ٹھنڈک موجود ہوگی اور اگر وہ آنسو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹپکا ہوا آنسو ہے تو فاضل بریلوی کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کا آنسو ہو تو پھر بھی جہنم کی آگ جلتی رہے ایک آنسو ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے جہنم کی آگ بجھ جائیگی، فرماتے ہیں۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا

رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آنسو ہی کافی ہے اور آپ نے جو آنکھ کی شان دی ہے امت مسلمہ کو بھی اس انداز میں تربیت کی ہے کہ اللہ سے ڈرتے ڈرتے جب ڈر کی بنیاد پر آنسو نکلے گا اس آنسو میں ایسی سعادت ہوگی کہ صرف وہ بدن ہی جنتی نہیں ہوگا وہ آنکھ ہی جنتی نہیں ہوگی اُس کے سوز سے ہوسکتا ہے خالق کائنات کتنے لوگوں کو جنت عطا فرمادے۔

محتشم سامعین حضرات

اس سلسلے میں ابن ماجہ کے اندر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے اور سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی روایت کرتے ہیں میرے محبوب علیہ السلام کا حکمت افروز پیغام ہے اور کتنی تجلی ہے ہر ایک لفظ کے اندر کہ اگر کوئی ایک حدیث انسان اپنی روح کے اندر اتار لے خالق کائنات کے کرم کا صدقہ اس کو ایسا ثواب میسر آئے گا کہ ظاہر اور باطن کے اندر کئی تجلیاں آباد ہوگئیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف کے صفحہ نمبر ۴۵۸ پر موجود ہے۔

مَا مِنْ عَبْدٍ مُومِنٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْهِ دُمُوْعٌ

ہر مومن آدمی جو مومن بھی ہے شرط یہ ہے کہ ایمان والا ہو بے ایمان نہ ہو بد عقیدہ نہ ہو ایمان والا انسان ہو اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے کتنا بڑا فرمایا۔

وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ

اگر چہ وہ مکھی کے سر جتنا ہی نکلے لیکن اتنا ہو کہ ٹپک سکے آنکھ سے بہہ کے نیچے آ سکے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نکلے تو مِنْ خَشْیَتِ اللّٰہِ اللہ کے ڈر کی وجہ سے اور اتنا ہو کہ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ. آنکھ سے نکل کر رخسار پر پہنچ جائے تو آنکھ سے ٹپکے اور رخسار پہ جا گرے اللہ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلا ہوا ہو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اِلَّا حَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهٗ عَلَی النَّارِ

اللہ تعالیٰ وہ چہرہ جہنم پہ حرام فرما دے گا۔ خشیت ایزدی کی وجہ سے آنسو نکلا ہے کتنا قیمتی ہے اللہ کے دربار میں کتنا پسند ہے انسان کے آنسو بہتے رہتے ہیں کبھی اپنے نقصان کو یاد کر کے کبھی کسی تصور میں غرق ہو کے آنکھوں سے آنسو بہا لیتا ہے۔ لیکن کتنا سعادت مند وہ انسان ہے جس کو یہ توفیق حاصل ہے وہ گناہوں کو گنتا ہے تو کانپتا ہے اُس پر جب وجد طاری ہوتا احساس پر بوجھ بنتا ہے دل سے بخارات اُٹھتے ہیں تو دماغ میں بادل بن جاتا ہے اور آنکھوں سے ساون کی برسات شروع ہو جاتی ہے ایسے عالم میں آنسو جب ٹپکتے ہیں اس کا نامہ اعمال جو سیاہ ہو چکا تھا پھر صبح نور کی طرح روشن ہو جاتا ہے اُس کا دل منور ہو جاتا ہے اور خالق کائنات جل جلالہ اُس کے بدن کو جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں بخاری و مسلم میں اور مشکوٰۃ شریف کے صفحہ نمبر ۶۸ پر رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا جامع فرمان موجود ہے

اگرچہ اُس میں ایک بات جو ہے وہ ہمارے موضوع سے منسلک ہے لیکن ہمارے دین کے لحاظ سے وہ سات کی سات باتیں ہی بڑی ضروری ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی روایت کرتے ہیں۔سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات قسم کے لوگ وہ ہیں کہ جن کو محشر کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا،ایک سایہ رحمت اللہ کا بھی ہے،وہ ایسا نہیں جس طرح ہمارا سایہ بنتا ہے کہ ایک مادی چیز ہے ایک طرف سے روشنی آئی تو مادی چیز چونکہ کثیف ہے روشنی آگے گذر نہ سکی تو دوسری طرف سایہ بن گیا۔ایسا سایہ اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے اور ایسا سایہ ہمارے محبوب علیہ السلام کا بھی نہیں ہے،خالق کائنات جل جلالہ کا اور نوعیت کی بنیاد پر اور محبوب علیہ السلام کا اور حیثیت کی بنیاد پر اُس کی نورانیت جو خالق والی ہے اُس کے لحاظ سے اور محبوب علیہ السلام کی جو مخلوق والی ہے اُس کے لحاظ سے ہے سایہ نہیں بنتا۔اب ایک سایہ ہے جو محبوب علیہ السلام کا بھی کہ جس سائبان میں آج ساری دنیا قائم ہے اور سایہ خالق کائنات کا بھی کہ جب بڑے بڑے تاجوروں کے بڑے بڑے ایوان گر چکے ہونگے خالق کائنات اپنے سایہ رحمت میں اُس وقت بھی کچھ لوگوں کو جگہ عطا فرمادے گا۔سات قسم کے انسان ہیں آگے ہر ایک قسم میں ہزاروں لوگ آسکتے ہیں ان میں سے سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

پہلا آدمی

اِمَا مٌ عَادِلٌ

وہ حکمران جو عادل ہو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا اب اس سے سمجھ لیجئے کہ اسلام میں خدمت عوام کا کتنا بڑا مقام ہے اور اگر سیاست کو اسلام کی حدود میں گزارا جائے تو یہ کتنی بڑی نیکی ہے کہ ایک شخص اگر ایک جگہ عدالت کا نظام قائم کرتا ہے ایک فیصلے میں عدل کرتا ہے اُس کو ہزار ہا نوافل سے بڑا ثواب ملتا ہے اب امام عادل وہ حکمران جو حکومت بھی کرتا ہے لیکن عدالت بھی کرتا ہے عادل حکمران ہے وہ ظالم نہیں خونخوار بھیڑیا نہیں اُس نے بربریت اور ظلم وستم کا بازار گرم نہیں کر رکھا بلکہ عادل حکمران ہے اس کا اتنا بڑا مقام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں کہ اس کو قیامت کے دن بھی خصوصی پروٹوکول دے گا اور سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمادے گا۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

دوسرا آدمی

شَابٌ نَشَا فِیْ عِبَادَةِ اللّٰہِ

وہ نوجوان جس نے ابھرتی جوانی بھی تقوے کے سائے میں گزار دی ہے۔ بوڑھا ہو کے نیک ہو گیا۔ اُس کی حیثیت اور ہے نیکی تو یہ ہے جب برائی کی طاقت جوش مار رہی تھی مگر اس نے تبھی اس وقت ہوش سے کام لیا اور اپنے آپ کو شباب اور جوانی کے نشے میں بدمست نہیں ہونے دیا ور اپنی ساری جوانی کو تقوے کی لگام دے کر رکھا اور اپنی ابھرتی ہوئی جوانی تقوے کے سایہ میں گزار دی۔

محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میری امت کا ایسا بچہ ہے اور میری امت کی ایسی بچی کہ جس نے پہلے دن سے ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا ہے اور اپنے آپ کو شیطان کے پنجوں کا اسیر نہیں ہونے دیا تو اسکی بھی یہ شان ہے کہ قیامت کا دن ہوگا خالق کائنات اسے بھی اپنے سایہء رحمت میں جگہ دے گا۔

کتنا حسین پیغام ہے، آج ملت کے نوجوانوں کوئی ادھر جھانکتا ہے کوئی اُدھر جھانکتا ہے اس قدر بگڑے ہوئے ہیں کہ کوئی ادہر بھاگتا ہے کوئی اُدھر بھاگتا ہے کوئی کسی ذلت میں ڈوبا ہوا ہے تو کوئی کسی خواری میں گرفتار اور اُس کا مکیں ہو چکا ہے اگر وہ پلٹ کے دیکھ لے کہ محبوب علیہ السلام نے اس کو کیسی عظمت فرمائی ہوئی ہے۔

اس دنیا کی زندگی کا تو کوئی پتہ نہیں ہوسکتا ہے کہ جوانی کل ہی خاتمہ کی دہلیز تک پہنچ جائے آج اگر اس نے اپنی جوانی کو تقوے کا لباس پہنانے کا عزم کر رکھا ہے تو محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محشر کے دن لوگ جھلس رہے ہونگے اللہ اس کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمادے گا۔

تیسرا آدمی

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے نمبر پر فرماتے ہیں

رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ

وہ بندہ کہ جس کا دل مسجد میں لٹکا رہتا ہے اُس کو بھی اللہ اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

معلق یعنی لٹکا ہوا جس طرح قندیل لٹکی ہوتی ہے ایسے نہیں بلکہ مطلب یہ

ہے کہ اُس کا دل مسجد کیساتھ لگا ہوا ہے دلچسپی مسجد کیساتھ ہے اس کا پیار مسجد کیساتھ ہے مسجد سے باہر ہوتا ہے تو تڑپ ہے کہ کب مسجد میں جاؤنگا ظہر پڑھ کے نکلتا ہے تو عصر کیلئے تڑپتا ہے جب عصر پڑھ کے نکل آئے تو اگر چہ دکان پہ بیٹھا ہوا ہے لیکن سوچ مسجد میں ہے وہ خیال مسجد میں رکھتا ہے یوں نہیں کہ آپ تو مسجد میں ہو لیکن خیال مسجد سے باہر چلا جائے۔ اُس کی شان یہ ہے کہ خود باہر بھی ہو خیال مسجد میں رہتا ہے یہ بھی اتنا عظیم انسان ہے کہ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آخر مسجد اللہ کا گھر ہے اور جو مسجد میں بیٹھتا ہے وہ اللہ کا پڑوسی بن جاتا ہے تو قیامت کے دن خالقِ کائنات اسے بھی اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرما دے گا۔

کتنا خوبصورت نصاب ہے ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہمیں بیان کیا اگر ان باتوں کا پتہ نہ چلتا تو کتنا خسارہ ہو جاتا زندگی گزار بیٹھتے حشر کو پتہ چلتا کہ مسجد میں جانے کا اتنا بڑا مقام تھا اور جوانی کو تقوے میں گزارنے کا اتنا بڑا مقام تھا تو ہم کیوں نہ گزارتے ہمیں پتہ ہی نہیں چلا۔ یہ نبی علیہ السلام کا ہم پہ کرم ہے اور پھر ایسے کورسز میں شامل ہونا یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ یہ باتیں اگر کتابوں کے سینوں میں ہی دفن رہ جائیں تو پھر بھی کتنا بڑا نقصان ہو جائیگا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھول کے بیان کر دیا کہ قیامت کے دن جب سورج سوا نیزے پر ہوگا اور زمین تانبے کی بن چکی ہوگی اگر اُس دن بھی نظارے لُوٹنا چاہتے ہو اور وہ بھی اللہ کے دیدار کے تو پھر اس دائرے میں آجاؤ اللہ پریشان نہیں ہونے دے گا۔

چوتھا آدمی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھے نمبر پر فرمایا۔

رَجُلَانِ تَحَابًا فِی اللّٰہِ.

ان دو بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا جو آپس میں اللہ کیلئے پیار کرتے ہیں۔ دنیاوی مقاصد کیلئے نہیں اللہ کیلئے۔

اِجْتَمَعَا عَلَیْہِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْہِ،

اُسی پیار پر جمع ہو گئے اور اُس پیار پر مجلس ختم ہو گئی۔ اللہ کیلئے ہی اکٹھے ہوئے اور اللہ کیلئے ہی چلے گئے جن کا آپس میں تعلق محض اللہ کیلئے ہے وہ خواہ ایک امام اور مقتدی کا تعلق ہے ایک استاد اور ایک شاگرد کا تعلق ہے ایک پیر اور ایک مرید کا تعلق ہے یہ تعلقات جو محض محبت فی اللہ کی بنیاد پر اُستوار اور قائم ہوتے ہیں ان میں سے ایک مصلح ہے دوسرا قبول کرنے والا ہے خالق کائنات جل جلالہ ان کے اس پیار کو بھی اتنا پسند فرماتا ہے کہ باقی جھوٹے پیاروں کی رسیاں ٹوٹ چکی ہونگی اس پیار کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تقویت عطا فرما دے گا۔

پانچواں آدمی

اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانچویں نمبر۔

رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ

وہ بندہ جس نے سارے خیالات دل سے نکال کے کہیں تنہا کوٹھری میں بیٹھ کے خدا کو یاد کیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا. انجمن میں بیٹھا

تھاتو پھر بھی اُس نے سارے خیالات نکال دیئے مطلب یہ ہے کہ رونا کہیں ریا کا رونا نہ ہو آنسوں کہیں ریا کے نہ ہوں اس نے سب خیالات نکال کے کہ فلاں مجھے دیکھ رہا ہے یا نہیں دیکھ رہا اس نے تنہا بیٹھ کر اپنے گناہوں کا تصور کیا اللہ کو یاد کیا اللہ سے معافی چاہ رہا تھا تو اللہ کو یاد کرتے کرتے اللہ کا نام لیتے لیتے اُسکی آنکھیں بہہ گئیں آنکھوں میں آنسو آ گئے میرے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں یہ بھی وہ انسان ہے جس کو خالق کائنات جل جلالہ اپنے سایہ رحمت میں قیامت کے دن جگہ عطا فرمائے گا۔

چھٹا آدمی

چھٹے نمبر پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رَجُل" دَعَتۂُ اِمْرَءَ ۃ" ذَاتُ حَسْبِ وَّجَمَالِ.

وہ بندہ کہ جس کو نہایت ایک خوبصورت عورت نے برائی کی دعوت دی جو ذات حسب بھی تھی اور باجمال بھی تھی بڑے خاندان کی بھی تھی اور خوبصورت بھی بہت تھی اُس نے کسی کو برائی کی دعوت دی اور کوئی مانع بھی موجود نہیں تھا یہ شخص اگر اُس سے برا کام کرنا چاہتا تو کر سکتا لیکن جونہی اس شخص کو دعوت ملی تو اس کا جواب کیا تھا اس نے جواب کیا دیا۔

اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ

میں اللہ سے ڈرتا ہوں میں یہ کام نہیں کر سکتا اور اُس نے اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ کہہ کے اُس [illegible] کی برائی کی دعوت کو ٹھکرا دیا میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں یہ بھی اتنی روشنی والا بن گیا ہے قیامت کے دن اللہ اسے بھی اپنے پاس جگہ عطا فرمادے

گا اور ساتویں نمبر پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ساتواں آدمی

رَجُل" تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخفَاهَا.

ایک بندے نے صدقہ کیا لیکن چُھپا کے اتنا چھپایا۔

حَتّٰی لَا تَعلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنفِقُ يَمِينُهٗ

یہاں تک کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ دائیں نے صدقہ کیا ہے اس قدر چھپ کے اس نے صدقہ دیا ہے اور اس قدر چھپ کے اُس نے انفاق فی سبیل اللہ کا کام کیا ہے اس کے بارے میں بھی رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ہوگا اِس کو رب ذوالجلال اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عطا فرمادے گا۔

میرے بھائیو یہ رمضان المبارک کا برکتوں والا موسم ہے اور دل اللہ کی طرف مائل ہیں اور یہ ہمارا نصاب زندگی ہے یہ نصاب ہمارے سوا اور کس کیلئے ہے اور کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو حشر کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے اور بالخصوص جب اللہ تعالیٰ اپنا سایۂ رحمت عطا فرمادے تو کتنا آسان سا نصاب ہے سات باتیں ہیں محبوب علیہ السلام واضح طور پر اور کھول کے ضمانت دے دی ہے جو عمل کرے گا سرکار اس کو دلوائیں گے۔

جو آج اپنے آپ کو پابند کرے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک زبان سے اعلان فرمارہے ہیں اللہ کے کہنے پر اور

اُس کے وعدے پر جس کی خلاف ورزی نہیں ہوگی لہٰذا کیا پڑا ہے اُن کاموں میں جو ان سات کاموں کی خلاف ورزی میں موجود ہیں۔ اگر آج ان کو پیش نظر رکھ لیا جائے اور انکو روزانہ کا وظیفہ بنالیا جائے کہ کچھ وقت اس سوچ میں بھی ہو کہ کتنے کام اللہ کی بندگی میں ہوئے تھے اور کتنے کام میں نے آج اللہ کی ناراضگی میں کیے ہیں یہ سوچ سوچ کر بندہ آنکھ سے جب بندہ آنسو بہائے گا خالق کائنات جل جلالہ اس کی آنکھ کو جنتی حسن عطا فرمائے گا۔

جامع ترمذی میں یہ حدیث شریف موجود ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی اٹل مثال دیکر اپنی ضمانت کا اعلان کردیا یہ کوئی نہ سمجھے کہ یہ کوئی کچی بات ہے۔ فرمایا تم اللہ کی خشیت اور اللہ کے خوف سے رو کے دیکھو تو سہی، سن لو اس میں کیا عظمت ملے گی۔

لَا یَدْخُلُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ.

فرمایا کہ "وہ شخص جو اللہ کے خوف سے رویا ہو اس وقت تک جہنم میں نہیں جاسکتا جب تک کہ پستان سے نکلا ہوا دودھ پستان میں دوبارہ داخل نہ کردیا جائے"۔ مطلب کیا تھا کہ جیسے بھینس کا دودھ تم نے نکال لیا اب وہ دوبارہ داخل نہیں ہوسکتا ہے ایسے ہی جس شخص کی آنکھ سے اللہ کے خوف کے آنسو ٹپکے ہیں وہ بندہ بھی جہنم میں نہیں جاسکتا۔ اس کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکا اعلان فرمایا ہے اور اس کا جو سب سے اہم پہلو ہے وہ آخر میں بیان کرنا چاہتا ہوں شاید کوئی یہ کہے کہ ہمارا تو کوئی گناہ ہی نہیں ہے ہم روئیں تو کس لیے کس خوف سے روئیں یہ تو رونا چاہیے کسی بدکار کو کسی زانی کو اور بہت بڑے قاتل کو اُس کو رو کے اپنے گناہ بخشوانے چاہیے۔

ہمارے تو کوئی گناہ سے ہی نہیں۔

محتشم سامعین حضرات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا الزّ واجر کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 27 پر یہ حدیث شریف موجود ہے سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہا نے آیت پڑھی اور اسکے بارے میں سوال کیا سورۃ مومنون آیت نمبر 60۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَةٌ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ.

وہ لوگ جو کرتے ہیں وہ کرتے ہیں اور دیتے ہیں جو دیتے ہیں اعمال کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ ڈر رہے ہیں کہ اُن کو اپنے رب کیطرف لوٹ کے جانا ہے۔

اس کے ظاہری الفاظ کو پیش کر کے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ مسئلہ پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس آیت میں اس بندے کی بات ہو رہی ہے۔

ھُوَالَّذِیْ یَزْنِیْ وَیَسْرِقُ وَیَشْرَبُ الْخَمْرَ وَھُوَ یَخَافُ اللّٰہَ.

کہ وہ بندہ جو زانی بھی ہے چور بھی ہے شرابی بھی ہے اور ساتھ ساتھ اللہ سے بھی ڈرتا ہے کیا اس کے بارے میں یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ خالقِ کائنات جل جلالہ سے ڈر رہا ہے اور یہ سوچ رہا ہے کہ میں اللہ کیطرف جاؤنگا یا کسی اور آدمی کے بارے میں ہے تو ایسے آدمی کو پھر ڈرنے کا فائدہ کیا ہوگا کہ عمل جو چاہے کرتا رہے اور ادھر آنسو بھی بہاتا رہے کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا! اے عائشہ اے بنت صدیق سُن لو اس آیت کا یہ مطلب نہیں جو تم سمجھ رہی ہو کہ عمل جو چاہے کرے اور

ساتھ روتا بھی رہے تو اس کا کام بن جائیگا عمل اُس طرح برار کھے اور آنسو بھی بہالے۔فرمایا نہیں نہیں اس سے مراد وہ ہے۔

لٰكِنَّهُ الرَّجُلُ يُصَلِّي وَيَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُ وَيَخَافُ اَنْ لَّا يُتَقَبَّلَ مِنْهُ. فرمایا اس آیت میں اس بندے کا ذکر ہے جو نماز بھی پڑھتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے اور صدقہ بھی کرتا ہے لیکن ساتھ ڈرتا ہے اس بات سے کہ پتہ نہیں کہ نماز قبول بھی ہوئی ہے کہ نہیں پتہ نہیں کہ روزہ قبول بھی ہوا ہے یا نہیں حج کرتا ہے تو بھی روتا ہے کہ پتہ نہیں حج قبول بھی ہوا ہے یا نہیں۔یا بنت صدیق اے صدیق کی بیٹی اس سے مراد یہ ہے کہ نیک ہو پھر بھی ڈرتا رہے اور نیکی کر کے بھی ڈرے کہ پتہ نہیں میری نیکی قبول بھی ہوئی ہے کہ نہیں۔

اس انداز میں نیکی کرتا ہے اور یہ تشویش ہے کہ پتہ نہیں میری نیکی قبول ہوئی ہے۔یا نہیں۔یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکی خالق کائنات جل جلالہ قرآن مجید میں تعریف فرما رہا ہے۔

اب دیکھو کوئی بھی ہمارے پاس گنجائش نہیں اس میدان سے بھاگنے کی۔ اول تو ہمارے پاس ایسی نیکیاں ہی نہیں اور اگر کچھ ہیں تو اُن کے بارے میں ہمیں کیا پتہ کہ وہ قبول ہو چکی ہیں یا نہیں۔

اس واسطے خشیت ایزدی اور اُس میں آنسو بہانا یہ امتِ مسلمہ کے ایک فرد کی شان ہے حقیقی مومن اور مومنہ کی یہی پہچان ہے۔رسولِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک کیلئے یہ نسخہ کیمیا ہمیں عطا کر دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اسی واسطے کہا کرتے تھے۔

لَاَنْ اَدْمَعَ دَمْعَةً مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَىَّ مِنْ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر اللہ کے ڈر کی وجہ سے ایک آنسو میری آنکھ سے نکل آئے تو مجھے یہ ہزار دینار صدقہ کرنے سے اچھا لگتا ہے۔ ہزار دینار سونے کا صدقہ کرنا اُس کے مقابلے میں ایک آنسو جو میری آنکھوں سے خشیتِ ایزدی کی وجہ سے نکل آئے وہ قیمتی ہے اور اُس کے اندر فضیلت زیادہ ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں فرمایا حدیث قدسی ہے خالق کائنات فرماتا ہے۔

لَاَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَىَّ مِنْ زَجْلِ الْمُسَبِّحِيْنَ.

فرمایا تسبیح کرنے والے جب تسبیح کرتے ہیں تو ان کی آواز سے جو رمق پیدا ہوتی ہے۔ ایک آواز کی جو لہر پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا اس لہر سے اللہ کو رونے کی آواز اچھی لگتی ہے جو ریا سے نہیں اُس کے ڈر سے رو پڑے۔

خالق کائنات اُس کو اتنا پسند کرتا ہے کہ تسبیح کی آواز کو بھی اتنا پسند نہیں کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں سنت کے زیرِ سایہ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لِلّٰهِ رب العالمين

☆☆☆☆☆

باب نمبر 24

اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن

ازافادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوقات ومصروفیات کا شرعی توازن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّ الْاَنْبِيَآءِ عَظِيْمِ الرَّجَآءِ عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ مَاحِي الذُّنُوْبِ وَالْخَطَا الَّذِىْ كَانَ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ التَّحِيَّةُ وَالثَّنَآءُ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ والحج

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعظَمُ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرہَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور اکرم نُور مجسّم شفیع معظم احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثانِ منبر ومحراب' اربابِ فکر ودانش' معزز محترم حضرات وخواتین۔

ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ان سعادت افروز لمحات میں اور اس نُور فشاں ماحول میں ہم سب کو ادارہ "صراط مستقیم" کی طرف سے فہمِ دین کورس کے چوبیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دُعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ سب کو قرآن وسُنّت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع بہت اہم موضوع ہے۔

"اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن"

ہر انسان وقت کا محتاج ہے اور وقت کی پہچان اُس پر لازم ہے۔ بالخصوص اُمّتِ مُسلمہ کی عبادت اور اُمّتِ مُسلمہ پر جن چیزوں کو اللہ کی طرف سے احکام کی شکل میں لازم کیا گیا ہے اُن عبادات کی ادائیگی کا نظام وقت پر موقوف ہے۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی بھی وقت معیّن پر ہے۔ اگر اس وقت سے پہلے ہوگی پھر بھی ناجائز ہے اگر اس کے بعد ہوگی تو پھر بھی ادائیگی کا وقت فوت ہو چکا ہوگا اور صرف قضا کی نیّت سے پڑھی جا سکے گی' صبح کا ایک وقت ہے' رمضان المبارک کے روزوں کا ایک وقت ہے' خود رمضان کی شناخت کا ایک وقت ہے اور ہر روزے کے آغاز اور اختتام کے لحاظ سے ایک وقت کی پہچان ہے۔ خود نصابِ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لحاظ سے سال کا مکمل ہونا

اور اُس کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا گویا کہ وقت اُمّتِ مُسلمہ کے لحاظ سے زیادہ ہی اہمیّت کا حامل ہے پھر اس کے ساتھ ساتھ روزانہ ہر وقت انسان کسی نہ کسی مصروفیّت میں ہے اور ہر وقت کیے اندر اُس مصروفیت کے لحاظ سے اُس کا ایک اپنا شیڈول اور اپنا پروگرام ہے۔

اس وقت آپ بیٹھے ہیں تو لفظ وقت آپ کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ جب یہاں سے اُٹھ کے نکلیں گے تو پھر بھی کوئی نہ کوئی وقت ہوگا ان شاء اللہ اور پھر زندہ رہتے ہوئے ہر روز صبح و شام انسان ایک وقت کے اندر موجود رہتا ہے۔ تو وقت کی حقیقت کو پہچاننا اور پھر اُس کی عظمت اور اُس کی قیمت کو محسوس کرتے ہوئے شرعی تقاضوں کے مطابق اُس وقت کو گذارنا یہ انسانی زندگی میں نہایت ہی اہم ہے۔

دین سے ہٹ کر دُنیاوی معاملات کے اندر بھی جس وقت کوئی اپنے وقت کی قدر کو کھو بیٹھتا ہے تو وہ اپنے وقار کو کھو بیٹھتا ہے وقت کی پابندی وقت کی قدر اور وقت کا حساس مراحل کے لحاظ سے آنا جانا یہ تمام تر باتیں انسان کے زندہ رہنے کیلئے ضروری ہیں لیکن چونکہ ہماری زندگی شریعت کے اصولوں کے تابع ہے تو اسواسطے اسمیں وقت کی اہمیّت کا احساس دوسرے لوگوں سے کہیں زیادہ نظر آتا ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ

اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ یعنی مہینے کے بعد ماہِ نو کے بارے میں پوچھتے ہیں اور ان کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آپ سے ان احلۃ کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ ہلال کے بارے میں سوال کرتا ہے اور ماہ نو کے بارے میں سوال کرتا ہے یہ کیوں آ کے پھر غائب رہ کے پھر نئی پوشاک میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرمادیں۔

هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

یہ ہلال لوگوں کیلئے وقت کی علامتیں ہیں اور حج کیلئے وقت کی علامتیں ہیں۔

مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ

یہ چاند جو نئے انداز میں طلوع ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کو وقت کی علامت بتانے کیلئے ظاہر ہوتا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں یہ پیغام اُمت مسلمہ کو دیا وہاں دوسرے مقام پر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۵ میں یہ پیغام بھی دیا۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا

اللہ وہ ہے کہ جس نے سورج کو روشنی بنایا اور چاند کو نور بنایا

وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ

پھر ان کی منازل کو معین کر دیا۔ کیوں

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابِ

تا کہ تم سالوں کا حساب جان سکو۔ تا کہ تم سالوں کی گنتی جان سکو۔ حساب جان سکو۔ وقت بحالتعین کر سکو اور وقت کی شناخت کر سکو تو اللہ تعالیٰ نے نظام فلکی کے

لحاظ سے سورج کی تخلیق اور چاند کی تخلیق کے لحاظ سے اس بات کو سرفہرست بیان کیا کہ ہم نے یہ پیدا ہی اس لئے کیے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے تمہیں شناخت ہوتی رہے ان کی وجہ سے تمہارے لئے وقت کو پہچاننا آسان ہو سکے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا نظام کائنات اسی وقت کے لحاظ سے لوگوں کیلئے بنا رکھا ہے کہ اگر مسلسل وقت ہوتا تو شاید کتنی زندگی گذر چکی ہوتی کسی کو احساس ہی نہ ہوتا اور وہ متوجہ ہی نہ ہوتا روزانہ ایک بار سورج طلوع ہوتا ہے اور پھر غروب ہوتا ہے پھر طلوع ہوتا ہے تو یہ روزانہ ضمیر پر ایک دستک ہے کہ دیکھو ایک نیا وقت آیا ہے اور نئے وقت کیلئے تمہیں نئی طرح تیار ہو کے اللہ کو سجدہ کرنا چاہیے۔

اور پھر مہینے کے لحاظ سے بھی ایک نئی تبدیلی کا پیغام دیا جاتا ہے وہ تبدیلی چاند لے کے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس بڑے نظام کے اندر یہ جو بڑی تبدیلی ہے جو حسی طور پر نظر آتی ہے کہ جب سورج غروب ہوا تو اندھیرا چھا گیا اور طلوع ہوا تو روشنی آگئی چاند آگیا تو چاندنی آگئی اور پھر چلا گیا تو اندھیرے چھا گئے یہ ایک جو حسی ماحول کے اندر واقع ہونے والی تبدیلی ہے اس سے اللہ تعالیٰ دل کے اندر انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے کہ لوگ اس تبدیلی کو دیکھ کر اپنے پہلے رویے کا بھی جائزہ لے لیں اور اپنی نئی صورتحال کی پلاننگ بھی کر لیں۔ اسواسطے فرمادیا کہ ہم نے سورج اور چاند کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے تاکہ لوگ اپنا حساب سمجھ سکیں اور اپنے سالوں اور وقت کی گنتی کر سکیں۔

وقت کیا چیز ہے اس بارنے میں مختلف اقوال ہیں۔

وقت کی تعریف کرتے ہوئے مختلف فلاسفر نے حکماء نے محدثین محققین اور

صوفیا نے اپنی اپنی تحقیق پیش کی۔ ہے کہ وقت کیا چیز ہے سب سے پہلے وقت کی تعریف کی گئی۔

وقت کی تعریف

اَلْوَقْتُ عِبَارَۃٌ عَنْ مُقَارَبَۃِ حَادِثٍ بِحَادِثٍ

وقت یہ ہے کہ ایک نو پیدا چیز کا دوسری نو پیدا چیز کے ساتھ باہم مل جانا اس مقاربت اور قرب کو وقت کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر حادث سے مراد کوئی بڑا حادثہ نہیں۔ حادثہ نئی آنے والی چیز کو کہتے ہیں اور تبدیلی کو کہتے ہیں مثلاً اب آپ بیٹھے ہیں تو فوراً کھڑے ہو جائیں تو ایک پہلی حالت ہے کھڑے ہونے کی اور ایک حالت ہے بیٹھنے کی۔ ایک حادث بیٹھنا ہے اور دوسرا حادث ہے کھڑا ہونا۔ بیٹھنے کا کھڑے ہونے والی حالت کے ساتھ جو تعلق ہے اس کو وقت کہا جاتا ہے ایسے ہی دیگر ہمہ جہت حرکات ہیں اور ہمہ جہت اس کی حیثیات ہیں۔ اب ایک ہے ہاتھ کا ساکن ہونا یہ ایک حادث ہے پھر اُس کا متحرک ہونا یہ دوسرا حادث ہے۔

اس ایک حادث کا دوسرے حادث کے ساتھ ملنا تو اس ملاوٹ اور قرب کو وقت کیساتھ تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ کائنات کے اندر ہر لمحہ کے اندر کروڑہا ایسے حادثات ہو رہے ہیں تو ہر واقعہ اور لمحہ کے لحاظ سے اُس کی پہچان بنتا ہے۔

اسکو آسان لفظوں میں سمجھنے کیلئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ایک ظرف مکان اور ایک ہے ظرف زمان۔ ظرف مکان وہ جگہ کہ جہاں آپ بیٹھتے ہیں اب یہ

حال ایک مکان ہے یہ ظرف ہے لیکن یہ جگہ کے لحاظ سے ہے اور جو وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے اُس کو ظرف زمان کہتے ہیں ظرف زمان بھی بندوں کیلئے محل بنتا ہے جسطرح یہ جگہ آپ کے بیٹھنے کیلئے محل بنی کہ اسمیں آپ بیٹھ سکے۔ ایسے ہی ہر وقت کے اندر یہ وسعت ہے کہ وہ آپ کے کسی نہ کسی فعل کا محل بنتی ہے۔

مثلاً نماز ظہر کا وقت شروع ہوا اب وقت گنجائش رکھتا ہے وہ تمہارے سجدوں کا احاطہ کر سکے تم جو کام کرو اُس کو اپنے اندر سمیٹ سکے۔ جسطرح تمہارے لئے اس حال میں قدم رکھنے کی گنجائش تھی اور بیٹھ جانے کی گنجائش موجود تھی۔ ایسے ہی وقت کے دامن میں ایک گنجائش ہے اور وقت بھی ایک ظرف ہے وقت بھی ایک برتن کی طرح ہے جو احاطہ کر لیتا ہے جو چیز اُس کے اندر داخل ہوتی ہے۔

تو یہ ظرف زمان ہے جو ایک حادث کو دوسرے حادث کیساتھ مقاربت کی حیثیت سے جس کی صورت سامنے آتی ہے اُس کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسرے نمبر پر اسکی تعریف کرتے ہوئے حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

2 وقت کی دوسری تعریف

اَلْوَقْتُ مَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الْاِنْسَانِ مِنْ حَالِهٖ

انسان پر جو حالت غالب ہے اُس کو وقت کہا جاتا ہے ہر انسان پر جو حالت غالب ہے وہ انسان کا وقت ہے اور فرماتے ہیں۔

فَاِنْ كُنْتَ فِي الدُّنْيَا فَوَقْتُكَ الدُّنْيَا

جب تک تم دنیا میں ہو تو تمہارا وقت دنیا ہے۔

فَاِنْ کُنْتَ فِیْ الْعُقْبیٰ فَوَقْتُکَ الْعُقْبیٰ

جب تم عقبیٰ میں ہو گے اُس وقت تمہارا وقت عقبیٰ ہو گا

اِنْ کُنْتَ بِالسُّرُوْرِ فَوَقْتُکَ السُّرُوْرُ

اگر تمہیں خوشی محسوس ہو رہی ہے طبیعت پر خوشی کا غلبہ ہے تو پھر تمہارا وقت خوشی ہے۔

وَاِنْ کُنْتَ بِالْحُزْنِ فَوَقْتُکَ الْحُزْنُ

اگر تمہاری طبیعت کے اندر کوئی پریشانی ہے تو پھر تمہارا وقت حزن ہے۔

ان کی تمام تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ وقت انسانی حالت کا نام ہے اور یہ مطلقاً حالت نہیں بلکہ وہ حالت جو انسان پر غالب ہو اُس حالت کو وقت سے تعبیر کیا جاتا۔

اور پھر ہر انسان کی ایک اپنی حالت ہے اور ہر انسان پر ایک علیحدہ حالت کا غلبہ ہے تو پتہ چلا ایک انسان کیلئے وقت اور ہے دوسرے کیلئے وقت اور ہے۔

ایک کیلئے وقت ہو سکتا ہے خوشی کا نام ہو دوسرے کیلئے وقت غمی کا نام معاذ اللہ بن جائے تو اسطرح انسانی حالات کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور یہ مختلف اوقات میں صدیوں میں سالوں میں تقسیم ہو چکا ہے اور یہ ایک طویل سمندر اور عریض دریا سے بھی اس کی کیفیات زیادہ ہیں یعنی ہر وقت اس میں ایک تسلسل ہے اور ہر لمحہ کوئی نہ کوئی حالت بندے پر ضرور ہوتی ہے خواہ اُس کی کیفیت کوئی بھی ہو اُس غلبہ والی حالت کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

وقت کی تیسری تعریف

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ رسالہ قشیر یہ کے صفحہ نمبر۳۲ پر ارشاد فرماتے ہیں:

صَحِبْتُ الصُّوْفِیَةَ

میں صوفیا کرام کے پاس بہت دیر بیٹھتا رہا۔

فَمَا انْتَفَعْتُ اِلَّا کَلِمَتَیْنِ

میں نے اُن سے صرف دو باتیں پڑھی ہیں صوفیا کے پاس بیٹھا اور میں نے ان کے پاس دو باتوں کا علم حاصل کیا۔

پہلی بات یہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔

اَلْوَقْتُ سَیْفٌ فَاِنْ قَطَعْتَهٗ اِلَّافَقَطَعَکَ

وقت ایک تلوار ہے اگر تم نے اُس کو پہلے کاٹ لیا تو کاٹ لیا ورنہ وہ تمہیں کاٹ کے رکھ دے گی۔ وقت ایک تلوار کی مانند ہے اس وقت سے تم اس کے حملے سے جو تمہیں نقصان دے اُس وقت بچ سکتے ہو جب اس کو پہلے مصروف کرلو اور اگر تم نے پہلے اس کو اچھے طریقے سے مصروف نہ کیا تو یہ تمہارا انتظار نہیں کرے گا۔ یہ تمہیں کاٹ کے رکھ دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ پھر یہ تمہاری دسترس میں نہیں آئے گا جب یہ گذر جائے گا تو تم اس کو لوٹا نہیں سکو گے تو جسطرح تلوار کے چلنے سے پہلے پہلے اُس کو خاموش رکھا جا سکتا ہے اُس کو نیام میں ڈالا جا سکتا ہے وہ ایک مردہ چیز ہے اُس کی کوئی تاثیر نہیں جیسے چاہو اُس کو رکھ سکتے ہو استعمال کر سکتے ہو اور اگر تم نے ہاتھ نہیں اُٹھایا اور

کسی نے اُٹھا کے چلا دی اب اُس کے چل جانے کے بعد جو کچھ ہوگا اُس کو تم روک نہیں سکو گے۔ جب وہ پوری طرح سریت کر چکی ہوگی۔

تو حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے مجھے صوفیا کے اسباق سے یہ بات میسر آتی ہے اور یہ بڑی قیمتی بات ہے اور سارے سبقوں سے بڑا سبق ہے کہ انسان کو ہر وقت کے آنے سے پہلے کتنا محتاط ہو جانا چاہیئے۔

جس طرح ننگی تلوار آ رہی ہو تو انسان محتاط ہوتا ہے ایسے ہی وقت کو ننگی تلوار سمجھنا چاہیے اگر انسان پہلے محتاط ہو گیا تو پھر بچ گیا پھر یہ غالب آ گیا اور اگر محتاط نہ ہوا اور وہ وقت پہلے آ گیا ابھی یہ غفلت میں پڑا تھا تو پھر وہ وقت اس کو روند کے چلا جائے گا۔ پھر یہ کبھی بھی اُس وقت کو روک نہیں سکے گا۔ اس واسطے وقت کو معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیے۔ وقت ایک تلوار ہے اگر حفاظت کرو گے تو تمہارا آلہ کار بن جائے گا اگر حفاظت نہیں کرو گے تو تمہارا دشمن بن جائے گا اب یہ اپنی مرضی ہے کہ اُس وقت کو اپنی بہتری کا ذریعہ بنانا چاہتے ہو یا اپنی ہلاکت کا سبب بنانا چاہتے ہو وقت میں اللہ نے یہ دونوں صلاحتیں موجود رکھی ہیں۔

دوسرا سبق صوفیا سے میں نے یہ پڑھا۔ فرمانے لگے۔

نَفۡسُکَ اِنۡ لَّمۡ تَشۡغِلۡهَا بِالۡحَقِّ وَاِلَّا شَغَلَتۡکَ بِالۡبَاطِلِ

اگر تم اپنے نفس کو حق کے ساتھ مشغول نہیں کرو گے۔ تمہاری جان تمہارا بدن تمہاری روح پر ایک چیز ہے اگر تم اس کو اچھے کام میں مصروف کر لو گے تو پھر بھلا ہی بھلا ہے اور پھر اسمیں فائدہ ہی فائدہ ہے اور اگر تم نے اس کو مصروف نہ کیا تو وہ بدن آوارہ گرد ہو جائے گا اور عیاش ہو جائے گا۔ وہ نفس پھر کنٹرول میں نہیں آئے گا پھر کیا ہوگا۔

شَغَلْتُکَ بِالْبَاطِلِ

اچھا ہے کہ نفس کو پہلے ہوش ہی نہ آنے دو اس کو حق میں مصروف کر دو اور اگر تم نے نفس کو حق میں مصروف نہ کیا تو پھر وہ تمھیں باطل میں مصروف کر دے گا۔ نفس کو حق میں پہلے مصروف کرلو۔ اور یہ بھی وقت کے لحاظ سے سبق سیکھتا ہے۔

کہ جونہی انسان ہوش سنبھالتا جاتا ہے اس کو فارغ رہنے ہی نہ دو اس کو فضول سوچنے ہی نہ دو اس کو آوارہ گرد بننے ہی نہ دو۔ پہلے ہی اس کو مصروفیت دے دو مصروفیت کے اندر وہ چلتا جائے۔ یوں زندگی گذر جائے گی اور اگر تم نے اس کو مصروفیت نہ دی تو وہ تمھیں مصروفیت دے دے گا۔ وہ اپنی طرف سے شیطانی مصروفیت میں تمھیں شامل کر دے گا۔ پھر خسران اور رسوائی کے سوا کوئی چارہ اس کے پاس نہیں ہوگا۔

امام شافعی فرمانے لگے کہ صوفیا کرام کے وقت کے لحاظ سے یہ بھی بڑی قیمتی بات ہے۔ وقت کی شناخت کا ہی یہ فلسفہ ہے کہ نفس کو پہلے حق میں مصروف کر دیا جائے تاکہ وہ لحہ ہی نہ آئے کہ نفس بندے کو باطل میں کسی طرح مصروف کر سکے۔

وقت کی چوتھی تعریف۔

اَلْوَقْتُ مَابَیْنَ الزَّمَانَیْنِ الْمَاضِیُ وَالْمُسْتَقْبَلِ

وقت اسے کہا جاتا ہے جو دو زمانوں کے درمیان ہے۔ کونسے دو زمانے ایک ماضی کا دوسرا مستقبل کا ان دونوں کے درمیان جو حد فاصل ہے۔ اور جس کی وجہ سے امتیاز ہوتا ہے اس کو وقت کہا جاتا ہے۔ اب یہ لحہ کہ جس میں میں نے یہ لفظ کہا اس سے پہلے بھی ایک لحہ ہے اس سے بعد بھی ایک لحہ ہے پہلے ماضی کا اور بعد میں آنے والا جو

تھا وہ مستقبل کا تھا ان دو لمحوں کے درمیان بالکل ایک غیر منقسم سی چیز کو وقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ماضی اور مستقبل کی دو آنوں کے درمیان دو لمحوں کے درمیان اور دو منٹوں کے درمیان جو ایک حالت ہے اس کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ بتدریج ہر لمحہ کے بعد ایک حالت پیدا ہو رہی ہے۔ چونکہ حالت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ بتدریج ہر لمحہ کے بعد ایک حالت پیدا ہو رہی ہے چونکہ ایک لمحہ ماضی بنتا جا رہا ہے۔ دوسرا فوراً مستقبل کی پٹڑی کے اوپر چڑھتا جا رہا ہے۔ اور یوں سارا زمانہ گزرتا جا رہا ہے۔ ان ماضی اور مستقبل کے دو آنوں کے درمیان جو چیز حائل ہے اس کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ وقت کی ابتدائی شناخت کے لحاظ سے چند باتیں تھیں۔

اب وقت کو استعمال کرنے کے لحاظ سے بھی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: اصحاب سوابق

دوسری قسم: اصحاب عواقب

تیسری قسم: اصحاب الوقت

چوتھی قسم: اصحاب الحق

اب اسکی تھوڑی وضاحت کر دیتے ہیں

1۔ اصحاب سوابق

یہ سارے شعبہ جات وہ ہیں جو اللہ کے مطیع بندوں کے ہیں۔ جو غافل نہیں رہتے جو اپنے نفس کو بیدار رکھتے ہیں۔ اپنے وقت کی شناخت کرتے ہیں۔ اپنے وقت کو فضول گذرنے نہیں دیتے۔

اصحاب سوابق کیا ہوتے ہیں۔ قُلُوْبُهُمْ اَبَدًا فِیْمَا سَبَقَ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ . وہ ہمیشہ اس زمانہ پر توجہ رکھتے ہیں جو زمانہ گذر چکا ہے۔ جو زمانہ گذر گیا ہر وقت ان کے پیش نظر وہی ہوتا ہے۔ اور کسی لحاظ سے زمانہ سوابق کو وہ یوں دیکھتے کہ یہ زمانہ ہے کہ جس میں اللہ نے ہمارے لیے نیکیوں کے فیصلے کر دیے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری سعادتوں کو لکھ دیا۔ اب بار بار ان کی توجہ ان ازل کے فیصلوں کی طرف ہوتی ہے۔ اور ادھر ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف اس جہت کے لحاظ سے جو منظر ماضی میں گذر چکا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کے وہ متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اپنی زندگی گذارتے رہتے ہیں۔

یہ چار درجات جو میں نے بیان کیے ان میں سے نسبتاً ادنی درجہ یہ ہے۔ کہ جس میں محض اس ماضی کی طرف توجہ کی جائے نہ حال کو دیکھا جائے نہ مستقبل کو دیکھا جائے لیکن اس توجہ ہی کا اثر ہو کہ جس کی وجہ سے غفلت نہ آنے پائے اور اللہ تعالیٰ کا ازل میں جو لکھا ہوا ہے اس کے لیے ذہن کو بار بار شوق دلایا جائے۔ دل کے اندر ایمان کی لذت پیدا کی جائے۔ یہ وہ مرتبہ ہے وقت کے لحاظ سے کہ جس کو اصحاب سوابق کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

2۔ اصحاب عواقب

مُتَفَكِّرُوْنَ فِیْمَا يَخْتِمُ بِهٖ اَمْرُهُمْ

یہ ہمیشہ اختتام کو دیکھتے ہیں۔ ہر وقت ان کی توجہ خاتمہ پر ہے۔ ماضی کیطرف نہیں دیکھتے۔ خاتمہ دیکھتے ہیں کہ میری زندگی کا خاتمہ اور اختتام نیکی پر ہوتا ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ آج تو میں روزہ دار ہوں اور اسکے بعد جب خاتمہ ہو تو اس وقت

میں رمضان کے روزوں کا تارک ہو جاؤں۔ آج تو میں نماز پڑھتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ جس وقت میری موت واقع ہونے والی ہو۔ تو معاذ اللہ بے نمازی بن چکا ہوں۔ آج تو میں تقویٰ پرہیزگاری کے سائبان کے نیچے بیٹھا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب موت کا وقت آرہا ہو تو میں باغی ہو چکا ہوں۔ اور اللہ کا سرکش بن جاؤں ہر وقت عواقب کو دیکھتے ہیں۔ اسواسطے کہ

(اَلْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْم)

اصل میں اعتبار تو خاتمے کا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان زندگی میں اتنا نیک ہوتا ہے۔ کہ جنت میں اور اُس میں صرف ایک بالشت کا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ وہاں سے پھر پلٹتا ہے۔ تو جہنم میں جا گرتا ہے۔ اور دوسرا انسان زندگی بھر جہنمیوں والے کام کرتا رہا۔ اور اتنا وہ بڑا بدکار تھا کہ جہنم میں اور اس میں صرف ایک بالشت کا فرق باقی رہ گیا تھا۔ وہاں جا کے دل میں انقلاب پیدا ہوا آخری دنوں اور آخری لحات میں اس نے نیکیاں کرلیں کہ۔ فوراً جہنم سے پلٹ کے جنت میں جا پہنچا۔

اسواسطے خاتمہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ تو یہ اصحاب عواقب جو ہیں ہر وقت ان کی توجہ اختتام پر ہوتی ہے۔ کہ یہ کام جو میں شروع کر رہا ہوں۔ کیا حسن وخوبی سے اسکا اختتام بھی کرسکوں گا۔ یا نہیں میری زندگی کے جو معمولات ہیں۔ کیا ان میں جب میری روح نکل رہی ہوگی اس وقت میری صورتحال کیا ہوگی۔ تو یہ پہلے سے بڑے مرتبے والے ہیں۔ جو اپنے آپ کو اس بات کی طرف متوجہ رکھتے ہیں۔ کہ انجام کیا ہوگا اور

عاقبت کیا ہوگی اختتام کیسا ہوگا یہ اختتام کے ہر لمحے میں اس چیز کی تلاش میں ہیں۔ کہ میرا وقت اختتام پر مجھے کیا چیز عطا کرنے والا ہے۔

3۔ اصحاب الوقت

اصحاب عواقب سے اونچا مرتبہ اصحاب وقت کا ہے۔

یہ کون لوگ ہیں۔

لَمْ يَشْتَغِلُوْا بِالسَّوَابِقِ وَلَا بِالْعَوَاقِبِ

یہ نہ سوابق کو دیکھتے ہیں نہ عواقب کو دیکھتے ہیں۔ جو ماضی میں لکھا ہوا ہے وہ ادھر بھی ایسی توجہ نہیں کرتے کہ ہر وقت خیال ادھر ہی رہے۔ اور پھر عواقب اور انجام کو ایسا نہیں لیتے کہ ہر وقت ادھر ہی دیکھتے رہیں۔ ان کا تعلق کیا ہوتا ہے۔

ان کا تعلق حال کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ حال ایسا ہو جو اللہ کے ذکر سے مامور ہو۔ یہ لمحہ موجود ہے۔ یہ ایسا گذر جانا چاہیے کہ جس میں میرا خالق مجھ پر راضی ہو رہا ہو۔ یہ لمحہ گذر رہا ہو میرا رب مجھے دیکھ کے مسکرا رہا ہو۔ یہ لمحہ جب ماضی بنتا جا رہا ہو۔ میرا رب میرے اس لمحہ کو پسند کر رہا ہو۔ ان کو اصحاب وقت کہتے ہیں۔

دوسرا صوفیاء نے اپنی اصطلاح میں ان کا نام ابن الوقت بھی رکھا۔ یہ اس ابن الوقت سے مبرا ہے۔ جو ہمارے عرف میں مفاد پرستوں کو ابن الوقت کہا جاتا ہے۔ یہ ابن الوقت صوفیا کی اصطلاح ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا تھا۔ کہ بندے کو کیسا ہونا چاہیے۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اس کو ابن قیم نے مدارج السالکین کی تیسری جلد میں لکھا ہے۔

آپ فرمانے لگے

کُنْ اِبنَ وَ قتِکَ

جولمحہ موجود ہے اسکا مالک بن جا۔ جو اس وقت صورتحال سامنے ہو۔ اس لحاظ سے محتاط ہو اِبنَ وَقتِکَ اس وقت کو یوں اپنے لیے سمجھ کہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ مستقبل کی کیا خبر کہ کیسا وقت آئے گا۔ اور ماضی کے معاملے میں الجھنے کی کیا ضرورت یہ جو چیز اس وقت موجود ہے یہ سب سے زیادہ قیمتی ہے۔

کُنْ اِبنَ وَقتِکَ

اپنے وقت کو محفوظ کرنے والا ہو جا۔ جو لمحہ موجود ہے۔ جو زمانہ حال ہے اس میں کوئی غفلت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے اندر بیدار خیال ہو کر اور اپنی ہوشیاری کے ساتھ اپنے موجود وقت کو گذارے یہ وہ طبقہ ہے کہ جن کو اصحاب وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

4۔ اصحاب الحق

اصحاب الوقت کے بعد اصحاب الحق کا طبقہ ہے اور یہ سب سے بڑا طبقہ ہے۔ یہ کون سے لوگ ہیں۔ یہ نہ تو ماضی کو دیکھتے ہیں اور نہ ہی زمانہ حال کو دیکھتے ہیں اور توجہ کرتے ہیں تو حال کیطرف نہیں رب ذوالجلال کی طرف کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ماضی کو دیکھنا بھی کیا چیز ہے۔ مستقبل کے لیے وقت جو ہے اس کو دیکھنا یہ کیا ہوا یہ بھی درمیان میں ایک رکاوٹ بن جائے گی۔ حجاب بن جائے گا۔ لہذا اگرچہ بتدریج یہ ترقی آرہی ہے۔ اور حال کے وقت کی طرف متوجہ ہونا بھی ایک بلندی تھی ایک منصب تھا اس سے آگے ترقی کر کے جب ایک انسان پہنچتا ہے تو ان کو اصحاب حق کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہ یہ اتنا عظیم ہو گیا ہے اب اس کا خیال حال کی طرف بھی نہیں جاتا

ماضی کی طرف بھی استقبال کی طرف بھی نہیں جاتا۔ یہ ہر وقت ہر حالت میں اپنے رب ہی کا خیال رکھتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سری سقطی سے پوچھا

كَيْفَ اَصْبَحْتَ

آج صبح آپ کا کیا حال ہے۔ جس طرح عام روٹین ہے۔ آپ کی صبح کیسی ہوئی۔

تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے۔

مَـافِـى الـنَّهَـارِ وَ لا فِـى الـلَّيْـلِ لِـىْ فَـرَحٌ

فَلا اُبَـالِـىْ اَطَـالَ الـلَّيْـلُ اَمْ قَـصُـرَا

اے جنید مجھ سے پوچھتے ہو کہ میرا حال کیا ہے۔ میں حال تب بتاؤں جب مجھے حال کی خبر ہو۔ میں اس بات کو بھی نہیں دیکھتا کہ رات ہے یا دن ہے۔ میں نہیں جانتا کہ رات لمبی ہے یا چھوٹی ہے مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔ کہ دن بڑے ہیں یا چھوٹے ہیں۔ حال تب بتاؤں جب حال کو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں حال کو نہیں دیکھتا بلکہ میں ہر وقت رب ذوالجلال کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ کہنے لگے۔

میں نے اپنی زندگی اس طرح گذاری ہے۔

لَيْسَ عَنْدَ رَبِّكُمْ لَيْلٌ وَنَهَارٌ

اے جنید تمہارے رب کے ہاں نہ رات ہے نہ کوئی دن ہے۔ اس واسطے کہ یہ جو وقت ہے یہ ہمارے لئے ہے۔ ہم زمانی ہیں اور ہم وقت کے محتاج ہیں۔ اللہ تو وقت سے ماورا ہے۔ اس کی ذات کے لحاظ سے نہ کوئی لیل ہے نہ کوئی نہار ہے۔ اور

ہمارا رب وقت سے پاک ہے۔تو ہم بھی اس کو سوچنے میں اس مقام پہ پہنچ چکے ہیں اگر چہ ہم محتاج ہیں مگر ہم وقت کا خیال ہی نہیں کرتے۔ ہر وقت اپنے رب کے خیال میں مستغرق رہتے ہیں۔

یہ مرتبہ اصحاب حق کا ہے۔

اب قرآن وسنت کے لحاظ سے وقت کا اور مصروفیت کا جو ایک دائرہ کار ہونا چاہیے ان درجات کو دیکھنے سے بھی اس میں ہمیں روشنی ملتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے وقت کے لحاظ سے پوری دنیا کو کیا سمجھایا ہے اور اسکو کیا اہمیت دی ہے۔اور اسکی کیا حیثیت بیان کی ہے۔آج ہمیں ان کا امتی ہونے کے لحاظ سے وقت کا یہ لحاظ اور وقت کا یہ سبق بھی آپ ہی کے پاس پڑھنا چاہیے۔اور آپ کی روشنی کو اپنی زندگی کی مصروفیت کے سامنے رکھنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان جامع ترمذی میں موجود ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ

رسول پاک ﷺ کھجور کے پتوں سے بنی چٹائی پر آرام فرما رہے تھے۔

وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِهٖ

ان پتوں سے نشان آپ کے جسم مبارک میں بن چکے تھے۔ پتے کھجور کے اور عرش مقدس اور نازک جسم پر نشان بن چکے تھے۔جس وقت صحابی نے نشان دیکھے

قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسِطَ لَکَ

صحابی نے عرض کی یارسول اللہ اگر اجازت ہو تو کوئی نرم سا بستر بچھا دیں۔اور

نرم چٹائی کا اهتمام کریں یہ کیسے بدن کے اندر اس درخت کے پتوں کے نشان بن چکے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا نہیں

مَالِیْ وَالدُّنْیَا

میرا اور دنیا کا آپس میں تعلق کیا ہے۔تم مجھے نرم بستر دینا چاہتے ہو۔اے ابن مسعود مجھے ضرورت نہیں۔

مَااَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ۔ مشکواۃ ص ۴۴۲

آپ نے فرمایا کہ میرا اور اس دنیا کا آپس میں تعلق اتنا ہے کہ جتنا کہ ایک شخص سفر کر رہا تھا چلتے چلتے دو پہر کا جب وقت آ گیا تو ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اس نے کچھ دیر اس درخت کا سایہ استعمال کیا ۔ اور پھر وہ منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔اس درخت کے ساتھ اس نے دل نہیں لگایا بس رستے میں آ گیا تھا اس کو کچھ ضرورت تھی تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گیا۔اس نے بیٹھے بیٹھے وہاں عصر نہیں کی وہاں ڈیرہ لگا کے دل نہیں لگا لیا۔وہاں ہی اس نے گھر نہیں بنالیا وہ سر راہ ایک درخت موجود تھا فرمایا جیسے مسافر گذرتے ہوئے اس درخت کے ساتھ اتنا ہی تعلق قائم کرتا ہے۔کہ اس کو تھوڑی سی ضرورت تھی وہ پوری کر لی پھر اس کو چھوڑا اپلٹ کے دیکھا ہی نہیں اور منزل کی طرف چلا گیا۔

فرمایا یہ دنیا کی جو حیثیت میرے وقت کے لحاظ سے اسکا مصرف صرف اتنا ہی ہے کہ محض ضرورت کے پیش نظر اسکے ساتھ تعلق قائم کرنا پڑتا ہے۔وہ تھوڑا سا قائم کرلو۔ورنہ ہمارا ٹائم اس لئے نہیں کہ دنیا کو دیں۔ہم نے اپنا وقت اپنے رب کے

دربار میں گذارنا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے جو مثال دی اس پر کئی سالوں بحث کی جاسکتی ہے۔ وہ درخت جو راستے کے کنارے پر ہے۔ فائدہ دیتا ہے۔ اس سے تعلق بھی بنتا ہے۔ اچھا بھی لگتا ہے مگر محدود وقت کے لیے اور عارضی سا۔

اصل میں اس مسافر نے جانا کہیں اور ہے۔ وہ جدھر جانے والا ہے دل تو اس کے ساتھ متعلق ہونا چاہیے۔ اگر راستے میں دل اٹک گیا تو منزل پر پہنچ کیسے سکے گا۔ اسواسطے اوقات کی مصروفیت کے لحاظ سے میری امت کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیے۔ کہ دنیاوی معاملات اسواسطے ہیں کہ جیسے مسافر کو رستے میں ضرورت پڑ گئی ہے۔ یہ رزق حلال اور اسکی مصروفیت یہ دنیا کے اندر وقت کو گذارنے کے لیے اقتصادی حالت اور معیشت محض وہ صورتحال ہے کہ ایک سایہ جسطرح مسافر حاصل کرتا ہے۔ یہ کوئی ہماری منزل نہیں۔ سارا وقت اسی کو دے کے۔ اسی میں مگن ہو کے اسی میں ڈوب کے باقی زندگی بسر کر دیں۔

فرمایا نہیں نہیں ہم نے تمھیں منزل اور عطا کی ہے۔ وہاں تم نے پہنچنا ہے اور وقت جو دنیا کے لحاظ سے وہ اسکو دل دیئے بغیر اتنا دینا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ گذارہ چل جائے باقی تڑپ اپنی منزل کی موجود رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول پاک سے کیا سیکھا

مدارج السالکین ج۔۳ ص: ۲۹۳ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گلدستہ افکار موجود ہے۔ فرمانے لگے لوگو اس دنیا کی زندگی میں اپنا وقت ضائع نہ کر دینا میں تمھیں بتاتا ہوں اسکی حیثیت کیا ہے۔

لَوْاَنَّ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا مِنْ اَوَّلِھَا اِلٰی آخِرِھَا اُوْ تِیْھَا رَجُلٌ وَّاحِدٌ

اگر پوری دنیا اول سے لیکر آخر تک ساری کائنات کی حکومت ساری کائنات کا سیم وزر سونا چاندی اور عام احوال ایک ہی شخص کو دیئے جائیں۔

ثُمَّ جَآءَہُ الْمَوْتُ

پھر اس کے پاس موت آجائے۔ جبکہ وہ پوری کائنات کا مالک بن چکا تھا۔ اب یہ جو کچھ اس نے کیا۔ خواہ دس ہزار سال تک زندہ رہا ہو پوری کائنات کی حکومت کرتا رہا ہو۔ جب موت آئے گی تو اس وقت کو کیا سمجھے گا۔ جو اس نے دس ہزار سال دنیا کو دیئے تھے اس کی حیثیت کیا ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

لَکَانَ بِمَنْزِلَۃِ مَنْ رَائی مَایَسُرُّہٗ ثُمَّ اسْتَیْقَظَ فَاِذَا لَیْسَ فِیْ یَدِہٖ شَیْئٌ

فرمایا اس انسان کی حالت یہ ہوگی جسطرح کہ ایک شخص خواب دیکھ رہا تھا۔ اور خواب میں وہ کچھ دیکھ رہا تھا۔ جو اس کو بڑا ہی پسند ہے۔ بڑے بڑے خزانے اس کو مل رہے تھے۔ اور بڑی بڑی کوٹھیوں کا مالک بن رہا تھا۔ اور بڑے بڑے اہم مناصب پر فائز ہو رہا تھا۔ بڑا خوش تھا لیکن جب بیدار ہوا تو ہاتھ میں ایک سوئی بھی موجود نہ تھی۔ اب وہ سمجھتا ہے کہ میں کتنا فریب خوردہ ہوں کتنا میں خوش ہو رہا تھا۔ بیدار ہوا ہوں وہ ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی ہے جس پر میں لیٹا ہوں۔ وہ ہی میرا پرانا سا کمرہ ہے۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا جیسے وہ انسان بیدار ہونے کے بعد یہ افسوس کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ یہ خیال تھا اور خواب تھا۔ حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔

ایسے ہی وہ انسان جس نے دس ہزار سال تک بھی پوری دنیا پر راج کیا

ہو۔اس دنیا کو اتنا ٹائم دیا ہو۔ جب جا رہا ہوگا تو یہی سمجھ رہا ہوگا کہ خواب تھا خیال تھا اسکی تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔لیکن جس نے وقت اللہ کو دیا ہوگا وہ جان رہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں ہمیشہ کی زندگی عطا فرما رہا ہے۔

ان اوقات کی مصروفیت کے لحاظ سے ہمارے لیے ایک حسین روشنی موجود ہے۔آج ہمیں احساس ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وقت کتنا قیمتی تھا۔اور ہم نے اس کو ارزاں فروخت کر دیا۔گپیں لگاتے ہوئے دوستوں سے وقت گزر گیا۔گھنٹہ گزر گیا دن گزر گیا تماشے دیکھتے ہوئے راتیں گذر گئیں۔دن کے ٹائم گزر گئے۔غیبت کرتے ہوئے چغلی کھاتے ہوئے اور خواہ مخواہ کی لغویات میں رہتے ہوئے اور گانے گاتے ہوئے۔گانے سنتے ہوئے اور اس طرح مختلف حرام تدابیر سوچتے ہوئے ان کو اپناتے ہوئے بعض لوگوں کے ٹائم گذر جاتے ہیں۔یہ وقت ایسا نہیں کہ اس کو یوں دھکے دیے جائیں۔اتنی قیمتی چیز ہے اسکی حفاظت کی جائے ہمارے سامنے اسلاف کا ایسا طریقہ موجود ہے کہ انھوں نے گزرے ہوئے وقت کو بھی حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ جو وقت گزر چکا ہو اس کو نیکی سے بھرا جائے۔جو وقت گزر گیا اب گزر گیا۔اسکو واپس نہیں لایا جاسکتا۔مگر قربان جاؤں صحابہ کرام کی سوچ پر انھوں نے گزرے ہوئے وقت بھی خالی نہیں رہنے دیا۔بعد میں اسکو نیکی سے بھر دیا۔

اب آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ گزرا ہوا وقت تو گزر گیا اب اس کو نیکی کیسے دی جاسکتی ہے۔اب دیکھنا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو اوقات کی مصروفیت کا شرعی توازن سرکار سے پڑھا تھا۔رسول اکرم ﷺ نے صفہ پر اور مسجد نبوی شریف کے منبر پر اور اس ماحول کے اندر جو تعلیم دی تھی۔اس کا اثر دیکھنا۔کیا عجیب منظر ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الاثار کی دوسری جلد میں اسکو روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سیار دمشقی اسکے راوی ہیں۔

سَاوَمَ اَبُو الدَّرْدَآء رَجُلاً بِفَرَسٍ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ایک شخص کے ساتھ صبح صبح سودا کرنے کے لیے نکل گئے گھوڑے کا معاملہ تھا۔ گھوڑا خریدنا تھا۔ جس وقت بات چیت ہوتی رہی طے ہوتا رہا۔ اور بحث ہوتی رہی تین گھنٹے گذر گئے۔ جب کافی ٹائم گذر گیا۔ تو اس شخص نے انکار کر دیا کہ میں بیچنا ہی نہیں چاہتا۔

اب حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو بڑا افسوس ہوا۔ ان کے کیا جذبات تھے کہنے لگے۔

اِنِّیْ لَمْ اَعُدِ الْیَوْمَ مِسْکِیْنًا مَرِیْضاً

میں نے آج کے دن کسی مسکین مریض کی عیادت بھی نہیں کی۔ یہ وقت جو میرا گذرا ہے۔ اگر تمھارے پاس نہ آتا تم یہ گھوڑا بیچنے کی پیش کش نہ کرتے تو میں اس وقت کسی کی عیادت کر لیتا۔ اور بڑا ثواب مل جاتا۔

وَلَمْ اُطْعِمْ مِسْکِیْناً

اگر میں ادھر نہ آتا تو کسی مسکین کو میں کھانا کھلا دیتا

وَلَمْ اُصَلِّ الضُّحٰی وَلٰکِنَّنِیْ

اگر میں ادھر نہ آتا تو میں نماز چاشت پڑھتا۔ وَلٰکِنَّنِیْ ۔ دیکھو میں تمھارے پاس آیا تھا۔ اگر یہ سودا ہو جاتا تو کسب حلال شمار ہوتا۔ اور بیع و شراء کی وجہ سے کسب حلال کی وجہ سے تمھیں بھی نیکی ملتی مجھے بھی نیکی ملتی۔ اب دو تین گھنٹے ضائع ہو گئے تو بتاؤ اسکا ذمہ دار کون ہوگا۔

میرے چاشت کے نوافل مریض کی عیادت اور مسکین کو کھانا کھلانا یہ میرے اس وقت کے اندر معمولات تھے جو سارے میں نے اس سودے کی وجہ سے جو کسب حلال کا تقاضا تھا میں نے وہ سارے چھوڑے ہیں۔ چونکہ کسب حلال ایک مستقل نیکی ہے۔ تو اسکے لیے نکل آیا تھا لیکن وہ کام تو ہوا ہی نہیں سرے سے تم نے انکار کر دیا ہے۔

کہ میں گھوڑا بیچنا ہی نہیں چاہتا تو اب وہ وقت نیکی سے کیسے بھرے گا۔ جو ماضی میں گذر گیا۔ کتنے گھنٹے گذر گئے ہیں۔ اب ان کو لوٹا کیسے سکتے ہیں۔ اور وہ وقت جو ماضی میں چلا گیا ہے اب وہ وقت اچھی مصروفیت والا کیسے شمار ہو گا۔ کہنے لگے مجھے پتہ ہے کہ اسکا بوجھ تجھ پہ آئے گا۔ کیوں کہ تم نے پہلے آفر کی تھی۔ اور اب انکار تم نے کیا ہے۔ میں نے تو تمہارے کہنے پر یہ ٹائم گذارا مجھے تو کار خیر کا ثواب مل جائے گا۔ لیکن مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ تم پر بوجھ آجائے۔ میں ایسا طریقہ اپنانا چاہتا ہوں کہ جس کی وجہ سے تم پر بوجھ نہ آئے اور جو وقت گزرا ہے وہ سارا بندگی سے معمور ہو جائے۔

کیا انداز تھا اور کتنی نیکی کی تڑپ تھی۔ اور کتنا افسوس تھا کہ اگلے بندے کو بھی زیر بار نہیں کرنا گناہ کا تحفہ نہیں دینا۔ اپنی وجہ سے اسکو مجرم بنا لینے سے بچالینا ہے۔ کیا خوب ان کی سوچ تھی۔ کیا بلند ان کے افکار کا کردار تھا کہنے لگے۔

لٰكِنَّنِىْ بَقِيَّةَ يَوْمِىْ صَائِمٌ

ایک کلیہ ہے ہماری شریعت میں کہ نفلی روزے کی نیت اگر نصف نہار سے پہلے کرلی جائے تو سارے دن کا روزہ شمار ہوتا ہے۔ تو میں نفلی روزے کی نیت کر لیتا ہوں۔ تا کہ بقیۃ میرا دن اس طرح گزر جائے۔ کہ جو لمحات پہلے گزر چکے تھے جو ٹائم پہلے گزر چکا تھا۔ وہ سارے کا سارا بندگی سے مامور ہو جائے گا۔ اب اگر میں نیت نہیں کرتا اس روزے کی تو اس میں میرا چاشت کا وقت بھی ضائع ہوا مریض کی عیادت کا بھی اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کا بھی اب وقت گزر چکا ہے۔

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تقویٰ کی بلند مثال ہے کہ پیچھے سے وقت کو پکڑنے کا بھی انھوں نے سوچ لیا۔ اور اس شریعت نے یہ گنجائش دے رکھی ہے کہ اب نصف النہار سے پہلے پہلے روزہ کی نیت کرلو گے۔ اور کوئی چیز مانع بھی نہیں پائی گئی جو طلوع صبح صادق کے بعد روزے کے منافی بنتی ہو۔ یعنی انھوں نے ناشتہ

نہیں کیا ہوا تھا۔ انھوں نے طلوع صبح صادق کے بعد کھایا پیا نہیں تھا۔

حضرت ابو درداء کہنے لگے اب میں بقیہ دن روزے کی نیت کر لیتا ہوں تو کیا ہو گا نیکی سارے دن میں پھیل جائے گی جو ابھی باقی ہے وہ بھی نیکی سے بھر جائے گا۔ اور جو گزر چکا ہے وہ بھی نیکی سے بھر جائے گا۔ تا کہ میں بھی گناہ سے اور وقت کے ضیاع سے اور وقت کو ضائع کرنے سے محفوظ ہو جاؤں گا اور تم پر بھی کسی طرح کا کوئی بوجھ نہیں آسکے گا۔ کتنی واضح مثال ہے صحابہ کرام کے ہاں وقت کی مصروفیت کے لحاظ سے جو شرعی توازن اسلام نے دیا ہے کہ ایک لحہ بھی ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ تو انھوں نے گذرا ہوا وقت بھی ایسی ترکیب کے ساتھ آباد کیا۔ اسکا ایک لحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ اس وقت کو نیکی سے مامور کر لیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ جامع ترمذی میں اور مشکوٰۃ شریف کے ص:۴۴۱ میں ہے۔

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قبل خَمْسٍ

پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو یہ ہمارے اُس موضوع کا خلاصہ ہے ''اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن''۔

رسول اکرم ﷺ نے دس اوقات کی شناخت کی اور ان دس اوقات میں پانچ کو مقدم اور پانچ کو موخر بیان کیا۔ پانچ کے آنے سے پہلے جو پانچ اوقات ان میں یہ احساس بیدار کیا۔ جب وہ پانچ اوقات آجائیں گے اس وقت سمھلنا مشکل ہو گا۔ پہلے سے ایسی پلاننگ کرلو کوئی لحہ بھی تمھاری زندگی کا ضائع نہ ہونے پائے۔ پاک محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

شَبَابَکَ قَبْلَ حَرَمِکَ

اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔

ایک ہے وقت بڑھاپا اور دوسرا ہے وقت شباب یہ دو اوقات ہیں ان میں سے رسول اکرم ﷺ نے امت کو یہ بیداری دی اپنے شباب کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔ آج یہ نہ کہو کہ ابھی تو جوان ہوں۔ نوخیز ہوں پھر داڑھی رکھ لوں اور پھر روزے رکھ لوں گا۔ پھر نمازیں پڑھ لوں گا۔ ابھی تو میں بڑا ہوں گا پھر بڑھاپے کی طرف جاؤں گا۔ پھر نیک بن جاؤں گا۔ نہیں نہیں

میرے محبوب علیہ اسلام اس کو فکر دینا چاہتے ہیں۔ تجھے کیا خبر ہے کہ تیری جوانی کل کے دن میں بھی داخل ہوگی یا اس سے پہلے لوٹ کے قبر میں چلی جائے گی۔ اس شباب کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔ کیا خبر ہے کہ یہ دو دن کا بھی وقت باقی رہے گا یا نہیں تو اس لئے فرمادیا۔

(۱) شَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ

وہ نوجوان جس کی ابھرتی ہوئی جوانی تقویٰ کے سائے کے نیچے گزر رہی ہے۔ اللہ اسکو سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اس واسطے کہ اس نے وقت کی قدر کرلی ہے۔ اور یہ اِس انتظار میں نہیں رہا۔ کہ بعد میں جا کے نیک ہو جاؤں گا بعد میں دین پڑھ لوں گا بعد میں سمجھ لوں گا۔ بعد میں شروع کرلوں گا۔ نہیں نہیں

جو بعد بعد کرتا رہتا ہے اور جو موخر کرتا ہے وہ موخر ہو جاتا ہے۔ وہ دھکیل دیا جاتا ہے۔ اور پیچھے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جو وقت محسوس کرتا ہوا بیدار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بیداری پر اس کو اجر عظیم عطا فرما دیتا ہے۔

(۲) صِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ

اپنی صحت بیماری سے پہلے غنیمت جانو

بیماری آجائے تو پھر یہ کہتے رہو کہ میں اتنے نوافل بھی پڑھتا تھا۔ اگر آج میری صحت ہوتی تو میں پڑھ لیتا آج اگر میں صحیح ہوتا تو اتنے میں جہاد کرلیتا۔ آج

اگر میں صحیح ہوتا تو تہجد یں پڑھتا۔آج اگر میں صحیح ہوتا تو اس قدر میں نیکی کے کام کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بیدار کرنے کے لیے محبوب علیہ السلام کو یہ روشنی دے دی ہے۔اور سرکار اسکو پھیلا رہے ہیں۔فرمایا اپنے مرض سے پہلے اپنی صحت کو غنیمت جانو کیا خبر کہ اگلے سال ایسا کوئی مرض آجائے جھکنا چاہو تو جھک نہ سکو اور سجدہ کرنا چاہو تو سر نیچے نہ جاسکے پھر کیا کرسکو گے۔اور پھر کف افسوس ملتے رہو گے۔کہ کاش مجھے یہ صلاحیت ملتی۔ جب ملی ہوئی ہے تو اب اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اسکو اپنی مصروفیت کا یوں حصہ بنالو کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی کا ہر لمحہ گزرتا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں تیسرے نمبر پر یہ ہے۔

(۳) غنَاءَکَ قَبْلَ فَقْرِکَ

اپنی مالداری کو بھوکا ہو جانے سے پہلے غنیمت جانو

آج دولت ہو تو اس نشے میں دھت رہو کہ ہم کسی کو دیں گے نہیں۔ہم اسلام کے لیے نکالیں گے نہیں اور کل جب تم فقیر ہو جاؤ تو کہہ دو کہ کاش آج میرے پاس دولت ہوتی تو میں فقراء کو دیتا۔ میں مساکین کو دیتا۔ میں مختلف محتاجوں کو دیتا۔میں مختلف اداروں اور مدارس کو دیتا۔میں سماج کی خدمت کرتا اس وقت یہ کہنے کا فائدہ کیا ہوگا۔وقت جب ہے تو اس وقت کو غنیمت جاننا چاہیے۔

اور بات کل پہ نہیں رکھنی چاہیے آج جس وقت وہ دولت موجود ہے۔تو خالق کائنات جل جلالہ نے جو سوچ دی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے جو فرمان امت کو عطا فرمادیا ہے۔اپنی اوقات کے لحاظ سے بندے کو اس قدر محتاط ہونا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ تلوار چل جائے اور سر کٹا ہوا ہو۔

پھر کف افسوس ملتا رہے۔نہیں نہیں اس کے چلنے سے پہلے اپنے آپ کو اتنا

بیدار کرے یہ زندگی کے جو اوقات گزر رہے ہیں۔ اس انداز میں گذریں کہ آج ہی جو کچھ کرنا چاہے کرتا جائے یہ خیال نہ رکھے کہ کل کرلوں گا۔ ہوسکتا ہے کل دینے کے لیے ایک پیسہ موجود نہ ہو اور آج گھر میں ایک کروڑ موجود ہو۔

تو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اپنی دولت کو اپنے نادار مفلس ہونے سے پہلے غنیمت جانو اور اس وقت کے احساس کو اجاگر کرلو اور اس کو بے قدری سے آگے نہ گزار دو۔ یہ وقت جو تمھارا مالداری کے اندر گزر رہا ہے۔ آج اس سے فائدہ اٹھا کے جنت خرید لو۔

(۴) فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغُلِکَ

اپنی فراغت کو اپنی مصروفیت سے پہلے غنیمت جانو

آج وقت ہے نماز پڑھ سکتے ہو۔ آج وقت ہے درس قرآن میں آتے ہو۔ آج مختلف کاموں کا وقت دینے کے لیے آج ٹائم ہے آج جب وقت ہے تو وہ سو کے گذار دیا جائے اور کل خدا جانے کیسے واقعات ہو جائیں اور کیسے حادثات ہو جائیں تم اکیلے ہو جاؤ اور کئی خاندانوں کا بوجھ تمھارے کندھوں پہ آجائے۔ اور ایک منٹ بھی تمھیں میسر نہ آئے۔ اس وقت پھر یہ کہو کہ کاش میرے پاس ٹائم ہوتا میں تہجد بھی پڑھتا۔ میں قرآن بھی پڑھتا اور میں درس قرآن بھی سنتا۔ میں اسلام کے لیے ٹائم بھی دیتا۔ لیکن کیا کروں وقت ہی نہیں رہا۔

اسواسطے کہ اتنے بوجھ میرے کندھوں پہ آگئے ہیں۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اس وقت کے آنے سے پہلے جو وقت ہے وہ بیداری سے گزار لو اور آج کے ٹائم غنیمت جانو اس کی غنیمت سمجھتے ہوئے اور اس کو بہت بڑا سرمایہ سمجھتے ہوئے۔ اس محدود وقت کو قیمتی جان کے گزار لو۔ تاکہ چند لمحوں میں وہ سفر طے ہو جائے جو صدیوں کا ہے وہ گھنٹوں اور منٹوں میں نیت صالح کی وجہ سے طے ہو جائے اور اس

توازن کے لحاظ سے جو شریعت نے مصروفیات اور اوقات کا دیا ہے بندے کے لیے ہر لمحہ ایسی ذرخیزی کا بن جائے گا۔ کہ جسکی وجہ سے سالہا سال کی بندگی کے اثرات چند گھنٹوں کے اندر مرتب ہو جائیں گے۔

پانچویں نمبر پہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

حَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ

اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو

آج کہتے ہو کہ اگلے سال یوں کریں گے۔ اس سے اگلے سال یوں کرلیں گے۔ اس کے بعد یہ سوچ لیں گے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ آج جو دن کا سورج طلوع ہوا اس میں کہتے ہو آج نہیں کل سے نماز شروع کریں گے۔ تو تمھارے پاس کیا گارنٹی ہے۔ کہ کہیں اس دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے تمھاری زندگی کا سورج نہ غروب ہو جائے۔ زندگی کا سورج غروب ہو جائے پھر طلوع نہ ہونے پائے۔ تو اپنی حیات کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔

یہ جو رمضان ہے اسکو غفلت سے کوئی یوں گزار دے کہ اگلے سال رکھ لیں گے۔ اگلے سال نماز تراویح بھی پڑھیں گے روزے بھی رکھ لیں گے اور بڑی بندگی کرلیں گے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں یہ میری امت کی شان نہیں۔ ہم نے جو وقت کا احساس دیا ہے اور جو وقت کی مصروفیت کے سبق پڑھائے ہیں اس کی خلاف ورزی ہے۔ میری امت اوقات کو یوں گذار دو کہ اس کو سمجھو کہ جو کچھ اب ہے پتہ نہیں اسکے بعد کچھ ہوگا یا نہیں اسکو تو غنیمت جانا جائے۔ اسکی قدر کو پہنچانا جائے۔

لہذا رسول اکرم ﷺ نے اغتم کے الفاظ کے ساتھ ان پانچ چیزوں کو بیان کیا۔ تو لفظ غنیمت کا بولنا ہی اس بات پر گواہی دے رہا تھا کہ اگر توجہ نہیں کرو گے تو یہ قیمتی چیز ایسے ہی رائیگاں چلی جائے گی لیکن اگر توجہ کرلو گے تو یہ غنیمت سے کم نہیں

بہت بڑا مال غنیمت ہے۔ یہ بہت بڑا سرمایہ ہے۔ اور بہت بڑی پاور ہے اور بہت بڑی طاقت ہے۔ اگر پہلے بیدار ہو جاؤ گے۔ ان پانچ اوقات کے آنے سے پہلے جو پانچ اوقات ہیں ان کے اندر شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنے شیڈول کو مرتب کر لو گے۔ تو محبوب علیہ السلام نے ان تمام لوگوں کے لیے جو بیداری کے ساتھ اپنے وقت کو گذارتے ہیں۔ ایسی عظمتوں کا اعلان کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے اس انداز کے ساتھ اسکی وضاحت کی ہے کہ یہ شیڈول ہے نمازوں کا روزے کا حج کا زکوۃ کا یہ تو اپنی جگہ ہے یہاں تک زندگی گذارنے کے لیے جو اس کو لقمہ حلال کی ضرورت تھی اور اسکو جو مختلف کام کاج میں مصروفیت ہونے کے لیے کسب کی ضرورت تھی اس کی عظمت کو بھی اجاگر کر دیا۔

ہم نے تم پہ پہرہ نہیں لگایا کہ اپنا وقت تم ہر کام نہیں لگا سکتے۔ ہم نے تمھیں ایک نظام اوقات کی فرضیت کے لحاظ سے اور وجوب کے لحاظ سے دے دیا ہے اور یاد رکھو اگر اسلام کے زیر سایہ تم نماز پڑھ کر وقت دوکان کو بھی دیتے ہو اور نماز ضائع نہ کر کے وقت اپنے کھیت میں دیتے تو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں ہم نے اس کو بھی تمھاری بہت بڑی بندگی قرار دے دیا ہے۔

یہاں تک کہ جب فرمایا تھا کہ کچھ گناہ ایسے ہیں۔ جو نہ نماز سے جھڑتے ہیں نہ روزے سے جھڑتے ہیں۔ پوچھا گیا وہ کیسے جھڑتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا

اَلْهُمُوْمُ فِیْ طَلَبِ الْمَعِیْشَةِ

وہ اندیشے جو بندے کو اپنی روزی کے بارے میں لاحق ہو جاتے ہیں۔ ان سے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں مزدور گھر سے نکلا ٹوکری اٹھانے کے لیے یہ تشویش ہے کہ آج کوئی مزدوری پہ لگاتا ہے یا کہ نہیں لگاتا۔ بظاہر ٹوکری اٹھانے جا رہا تھا اور شریعت کے لحاظ سے اپنے گناہوں کی وہ گھٹڑیاں اتارنے جا رہا تھا۔ یہ جب غم اس کو لاحق

ہے۔ دوکاندار جارہا ہے لیکن سودا کا پتہ نہیں بکتا ہے یا کہ نہیں۔ کھیت میں کاشتکار بیج کاشت کررہا ہے پتہ نہیں فصل پکتی ہے یا نہیں۔ جس وقت یہ تشویش اس کو لاحق ہوتی ہے اگر چہ یہ تشویش کوئی روزہ نہیں کوئی نماز نہیں کوئی تہجد نہیں لیکن جب وہ کاروبار اسلام کے دائرے میں کررہا ہے تو اس مصروفیت کو بھی اسلام نے اپنے گلے لگالیا ہے اور اسکو وہ عظمت دے دی ہے کہ وہ گناہ تمھارے جھڑ جائیں گے۔ جو نماز سے نہیں جھڑتے رزق حلال کی تلاش سے وہ ہم دور کردیں گے۔

اور رسول اکرم ﷺ نے واضح فرمادیا

اَلْجِهَادُ عَشْرَةُ اَجْزَاءٍ

آپ نے فرمایا کہ جہاد کے دس حصے ہیں۔

تِسْعَةٌ مِّنْهَا طَلَبُ الْحَلَالِ

ان میں سے نو حصے حلال رزق تلاش کرنا ہے۔ نو حصے طلب حلال ہے۔

لِلْاِنْفَاقِ عَلَى الْعَيَالِ

اپنے اہل و عیال کو کھلانے کے لیے اس نیت سے جب وہ لقمہ حلال تلاش کررہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اس کو جہاد کا ثواب مل جائے گا۔ اب دیکھیے اسلام میں وسعت کیسی ہے۔ اور وقت کی پابندی اور وقت کی قدر و قیمت کا نظام کیسا ہے۔

شروع سے لیکر اب تک تم نے جو گفتگو سنی اگر چہ ہم نے جو وقت کے اہم شعبہ جات ہیں وہ اس وقت تنگی وقت کی وجہ سے بیان نہیں کیے۔ وہ جو قرآن مجید میں مختلف احکام اوقات کے لحاظ سے بیان کیے گئے ہیں۔

لیکن اس پورے سبق کے اندر یہ بات کتنی واضح ہو کے سامنے آگئی ہے کہ وقت ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو سستی سے غفلت سے گذار دیا جائے یہ قیمتی سرمایہ ہے اور سب سے قیمتی سرمایہ ہے اس کو اس وقت قیمتی بنایا جاسکتا ہے۔ جب اس کے لحات کو اس کی

جہات کو اللہ کی فرمان برداری کے کاموں سے مامور کر دیا جائے۔ اگر کوئی لحہ غفلت میں گزر گیا یا کوئی ایسا وقت کہ جب اللہ کے دربار میں حاضری کا وقت تھا۔ انسان شیطان کے پاس حاضری دے رہا تھا۔ شیطان کی بیٹھک میں بیٹھا رہا۔ ادھر رحمان کی مسجد میں نماز ہو گئی تو یہ ایسی کوئی حرکت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کا جلال برسنا شروع ہو جائے گا اور اس کے تم مختلف مناظر دیکھ رہے ہو۔ کیا صورتحال دن بدن بنتی جا رہی ہے۔

تقاضا یہ ہے کہ ہم وقت یوں گذاریں کہ وقت گذر رہا ہو اور اللہ تعالیٰ خوشی سے اپنے بندے پر رحمتوں کا نزول فرما رہا ہو۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 25

اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا حَیاً قَیُّوْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اَرْسَلَہٗ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کَثِیْرًا کَثِیْرًا

اَمَّابَعْدُ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَ لَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ.

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَا ئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ ا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْ تَسْلِیْمًا.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمُ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْھَانُہٗ کی حمدوثنا اور حضور پر نور، شافع یوم النشور، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں، سیدِ سروراں، حامیِ بیکساں، شافعِ محشر، مالکِ کوثر، محبوبِ دلبر، احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفےٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، معزز محتشم حضرات وخواتین

ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے پچیسویں درس میں ہم سب کو شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ میری دعا ہے راہ علم میں چلنے والے اس کارواں کو خالق کائنات جل جلالہ منزل پر پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رب ذوالجلال عقیدت ومحبت اور ذوق وشوق سے آنے والے تمام حضرات کو اور خواتین کو اپنی رحمتوں کے خصوصی تحائف عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع بھی بہت اہم موضوع ہے۔

اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور انکا حل

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے۔ اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

میں نے قرآن مجید کی سورۃ الصف کی آیت نمبر 9 کی تلاوت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ

وہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ھدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

تاکہ دین کو باقی تمام ادیان پر غالب کردے

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

اگرچہ مشرکین اس بات کو ناپسند کرتے رہیں۔

محتشم سامعین حضرات!

آج امت مسلمہ کا کاروان تاریخ کے جس نازک موڑ پر ہے۔اور جس قدر کارواں کے اردگرد خطرات اور مختلف قسم کی بے چینیوں کے سلسلے موجود ہیں۔شاید پوری تاریخ میں اھل حق کو ایسی مشکلات کا سامنا نہ ہوا ہو۔جسطرف بھی ہم توجہ کرتے ہیں۔اور جہاں تک بھی دھیان جاتا ہے۔ ہرطرف اسلام کے خلاف پراپیگنڈے تدبیریں سازشیں اور حملے نظر آرہے ہیں۔

مسلم اُمہ کا خون بہہ رہا ہے۔اور مختلف ظلم وستم کے سلسلے اس امت کے وجود کو مٹانے کے لیے بڑی بے جگری سے اور بڑی بے دردی سے اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے سرگرداں ہے۔

رواں ماہ رمضان المبارک کی رحمتوں، برکتوں،سعادتوں اور عظمتوں کے زیرسایہ آج ہم جس اجتماع میں بیٹھے ہیں۔ کچھ دیر اس بارے بھی سوچیں گے کہ آخر ایسا کیوں ہے۔اور ہمیں کس طرح ان تمام خطرات سے بچ کر منزل تک پہنچنا ہے۔

کوئی ایک چیلنج نہیں کوئی ایک خطرہ نہیں ہرطرف دھند لکے ہیں۔ ہرطرف اندھیرے ہیں۔راستے اجالوں کے ظلمتوں نے گھیرے ہیں جدھر دیکھتے ہیں۔ایسے مناظر نظر آتے ہیں۔کہ جن سے کلیجا منہ کو آتا ہے۔اور جگر پانی پانی ہوجاتا ہے۔ کائنات کی امانتوں کے سب سے بڑے امین اور اُمتوں کی تاریخ میں سیادت اور سرداری کا منصب پانے والے آج ان کے وجود پر جتنے زخم ہیں۔اور آج ملّت کا پیراہن جس قدر تار تار کیا جارہا ہے۔یہ کائنات کی امامت کے منصب پر فائز ہونے والے لوگ ایسے زخموں کے جھرمٹ میں کتنی مشکل سے اپنی زندگی بسر کررہے ہیں وہ

فلسطین کی مقدس وادی جہاں سے کلمہ حق سر بلند کرنے والوں کو کلمہ حق کی آواز بلند کرنے والوں کو گھروں سے نکال دیا گیا جو خیموں میں زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔

وہ عراق کی مقدس سرزمین جو اللہ کے پیغمبروں کی اماموں کی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیا کرام کی سرزمین ہے۔ وہاں کب سے کشت وخون کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمارے پڑوس میں افغانستان کی مردم خیز زمین کے اندر دشمن نے کس قدر اپنے ہتھیاروں کو آزمایا ہے۔ اور کابل وقندھار اور دشت لیلیٰ تک خون کا ایک بہتا ہوا دریا نظر آتا ہے۔ آج پاکستان کو زیرِ دام لانے کے ساتھ ساتھ شام اور ایران کو مٹانے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ پوری کائنات میں مسلم کا خون ارزاں ہو گیا ہے۔

کشمیر کی سنگلاخ چٹانوں پر کشمیری اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اور مسلسل وہ اپنی شھادتوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ہمارے لئے کچھ تباہیوں بربادیوں کے وہ مناظر ہیں۔ کہ جس کا سلسلہ مختلف زلزلوں سے وابستہ ہو چکا ہے۔

ماہ رمضان المبارک کے ان لمحات کے اندر ہمیں پلٹ کے اپنی کتاب سے پوچھنا چاہیے۔ اپنے قرآن سے پوچھنا چاہیے۔ ہمارا اپنا رب اور اس کا فرمان ہماری رہنمائی کے لیے قیامت تک موجود ہے۔ کہ آخر وجہ کیا ہے۔ یہ دن ہمیں کیوں دیکھنے پڑ رہے ہیں۔

رب کعبہ کی قسم ہے اس قرآن میں آج بھی وہ تجلی موجود ہے کہ اگر ہم آنکھوں میں سرمہ اسکا لگالیں گے۔ دنیا کے اندھیرے ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اور ان شاء اللہ امت کا کارواں سلامتی کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچ جائیگا۔

محتشم سامعین حضرات

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مسائل کتنے ہیں اور وہ گھمبیر کتنے ہیں

بد ن ہمہ تار تار شد
پنبہ کجا کجا نہم

سارا بدن ہی ملت کا زخمی ہے تو روئی کس کس مقام پہ رکھ کے ہم اس کے آرام کا انتظار کریں۔

رسول اکرم ﷺ نے ان حالات کا صدیوں قبل خود مشاہدہ کیا تھا۔ اور اس وقت جو ارشاد فرمایا تھا یہ چیلنجز اور خطرات جو آج پیدا ہو رہے ہیں۔ نگاہِ نبوت ﷺ کے سامنے اس وقت موجود تھے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے ان کو بیان بھی کیا تھا۔ اور ان کا حل بھی عطا فرمایا تھا۔

کتنی ہماری کم بختی ہوگی کہ جب سب کچھ ہمارے لئے وہ بیان کر کے گئے۔ ہم وہ پڑھ نہ سکیں سن نہ سکیں اور اگر سن لیں تو اس پر عمل نہ کر سکیں۔ تو یہ خود ہماری کوتاہی ہے۔ ہماری غفلت ہے۔ ورنہ میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ختم نبوت کا تاج پہن کے آئے ہیں۔ اسکا حق بھی ادا کیا ہے۔ قیامت تک کے ہر خطرے کی نشاندہی بھی کی ہے اور قیامت تک ہر خطرے سے بچانے کے لیے اُمّت کو حل بھی عطا فرمایا ہے۔

حضرت ثوبان اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث شریف ابوداؤد میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ مشکوٰۃ کے صفحہ نمبر 459 پر بھی موجود ہے۔ کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تُدَاعِيَ عَلَيْكُمْ كَمَا تُدَاعِيَ الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا

فرمایا وہ وقت آ رہا ہے اور جلد آ جائے گا۔ کہ

جب سارا کفر متحد ہو جائیگا۔ ساری کفر کی طاقتیں یکجا ہو جائیں گی۔

اَنْ تُدَاعِيَ عَلَيْكُمْ

وہ سارے ملکر ایک دوسرے کو تمھارے بارے میں یوں بلائیں گے جسطرح

تَدَاعِیُ الْاَکَلَةَ اِلٰی قَصْعَتِھَا

پلیٹ ایک ہو اور کھانے والے بہت سے ہوں اور آپس میں ان کا اتفاق بھی ہو تو سارے وہ ایک پلیٹ کی طرف سب کو بلا رہے ہوتے ہیں۔ تو فرمایا ایسی صورتحال امت کے اندر ایک وقت پیدا ہو جائیگی۔ یہ تمام ملکر امت کو مٹانے کے در پے ہو جائیں گے۔ اور اتنی دلچسپی ہوگی۔ اور ان کو اتنی بھوک ہوگی اس پلیٹ کو کھانے کے لیے کہ ہر ایک دوسرے کو آواز دے گا۔ کہ آؤ تم بھی کھالو آؤ تم بھی کھالو۔ میری امت ایک پلیٹ کی طرح درمیان میں ہوگی اور دائیں بائیں چاروں طرف دشمن اتحاد کر کے آجائیں گے۔ اور ایک دوسرے کو دعوت دے رہے ہونگے آؤ تمھارا حصہ بھی ہے اور تمھارا حصہ بھی ہے۔

یہ رسول اکرم ﷺ کی آنکھ نے اس وقت دیکھا تھا۔ آج کے غیر مسلم اتحاد اور اقوام متحدہ کے زیر سایہ تمام قسم کے بدمعاش لٹیرے حکمرانوں کے جوٹولے ہیں۔ ان کی یکجہتیاں اور ان کے مختلف اتحاد وہ تو بعد میں بنے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس وقت خبر دی تھی۔ فرمایا تھا کہ جسطرح ایک پلیٹ کی طرف سارے جھپٹیں گے اس طرح میری امت کی طرف ساری فوجیں جھپٹ رہی ہوں گی۔

تم نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ عراق کی پہلی ام المعارکہ مسئلہ ہو یا موجودہ جو دو سال کی صورتحال ہے یہ کاروائی ہو۔ وہ افغانستان میں بہتا ہوا خون کا دریا ہو یا بعد میں جو آگے سلسلے بھی نظر آرہے ہیں۔ اور جن کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ وہ سارے مسائل ہوں یا فلسطین کا مسئلہ ہو یا وہ کشمیر کا مسئلہ ہو۔ تم نے اس بات کو اپنے احساس سے دیکھا۔ اور محسوس کیا اور مشاہدہ کیا۔

کہ کس طرح امت مسلمہ پر ہر طرف سے بھیڑیے جھپٹ رہے ہیں۔ اور اس امت کے وجود کو پاش پاش کرنا چاہتے ہیں۔ اور تار تار کرنا چاہتے ہیں اور اس کو

کو وہ لہولہان کرنا چاہتے ہیں۔

میرے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آج سے قبل ان خطرات کو بیان کر دیا تھا۔ ابھی جوابی لمحے میں جواب اور حل بھی بیان کریں گے۔ آج کی اس صورتحال کے اندر مسلمان وہ کیسا مسلمان ہوسکتا ہے۔ کہ جن کو کشمیر میں بہتا ہوا خون نظر نہ آئے۔ جس کو افغانستان کے حرا اور حریت پسند لوگوں کے ان جذبات کے بارے میں کوئی بے چینی پیدا نہ ہو کہ جن کو پکڑ کے یوں جکڑا گیا۔ جسطرح کہ جانوروں کو پنجروں میں بند کر دیا جاتا ہے۔ اور دشت لیلیٰ کے اس صحرا کے اندر ہزاروں کو یوں تہہ تیغ کیا گیا کہ جیسے یہ ماؤں کے بیٹے نہ ہوں کیکروں اور درختوں کے اوپر لگنے والا کوئی پھل ہو۔ جس کو بے دردی کے ساتھ توڑ دیا جائے۔

آج وہ مقدس سرزمین جو عراق کی سرزمین ہے۔ وہاں پر ابراھیم علیہ السلام کی نسل موجود ہے۔ اس زمین کو عقل العرب کہا جاتا ہے۔ اور جس کو روضۃ الصالحین کہا جاتا ہے۔ جس کو مہد الاولیاء کہا جاتا ہے۔ حجاز مقدس کے بعد جو سب سے زیادہ اسلام کے لیے مقدس سرزمین ہے۔ آثار کے لحاظ سے فنون اور علوم کی ترویج واشاعت کے لحاظ سے وہاں خونخوار بھیڑیا ابھی تک وہ سیر نہیں ہوا۔

مسلسل مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے۔ اور ان کو لقمے کی طرح چاٹ رہا ہے۔ اور نگل رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہوتا رہے۔ اور کشمیر کے دیس میں خون بہتا رہے اور ہمیں اسکا احساس نہ ہو یہ ممکن نہیں جو مومن ہے وہ ضرور تڑپتا ہے۔ اسکے دل سے آہیں نکلتی ہیں۔ وہ ضرور سوچتا ہے اگر کرسکتا ہے۔ تو زور بازو سے بھی کرتا ہے۔ اگر کرسکتا ہے تو کلمہ حق بلند کرتا ہے۔ ورنہ دل میں بے چینی تو ضرور محسوس کرتا ہے۔ اس واسطے مسلمان ہونے کے نصاب کی یہ آخری شرط ہے۔ اس بے چینی کو محسوس کرنا ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ فرما دیا تھا۔

مَنْ لَّمْ یَھْتَمَّ بِاُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَیْسَ مِنَّا

جس کو مسلم اُمہ کا درد محسوس نہیں ہوتا وہ میرا امتی ہی نہیں ہے۔ وہ ہم سے نہیں وہ ہمارا نہیں وہ میرا نہیں مسلمانوں کے حالات پر جس کو تکلیف نہیں ہوتی۔ جب مسلم اُمہ کو زوال آئے اور مختلف مسائل پیدا ہو جائیں وہ تدبر نہ کرے وہ سوچتا نہیں ہے وہ متوجہ نہیں ہوتا تو میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں لیس منا وہ ہمارا نہیں۔ اگرچہ نمازی ہو روزے دار ہو حاجی ہو جو کچھ بھی کر رہا ہو فرمایا ادھر مسلم اُمّہ پر قیامت گزر جائے اور اُس کو کبھی ایسا کردار ادا کرنے کیلئے تڑپ ہی پیدا نہ ہوئی ہو۔

فرمایا میری امت کا فرد وہ ہے جو اپنے بھائی کے درد میں تڑپتا ہے۔ جسطرح بدن کے ایک عضو پر کچھ درد کا حملہ ہوتا ہے وہ بیمار ہوتا ہے تو سارا بدن ہی رات جاگ کے گزار دیتا ہے۔ اور سارے بدن کو ہی چین نہیں آتا ایسے ہی امت کا ایک حصہ کٹ رہا ہو۔ اُن پہ تیل چھڑک کے اُن کو جلایا جا رہا ہو۔ اُن کو بڑی بڑی ابوغریب جیسی جیلوں کے اندر بند کر کے کتوں سے اُن کا گوشت کٹوایا جا رہا ہو۔

اور دوسرا [illegible] ادھر کان ہی نہ دھرے اور اُس آواز پر لبیک ہی نہ کرے اور اُن مسائل کو اپنا موضوع سخن ہی نہ بنائے۔ اور اُن کو ایک تاک نسیان کا حظ بنا کے چھوڑ دے نہیں نہیں۔ ایسا ہرگز مسلم اُمہ سے نہیں ہو سکتا۔ ایمان کی حرارت نام ہی اسکا ہے کہ جس وقت ایک جگہ پر کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو تمام امت مسلمہ اُس درد کو محسوس کرتی ہے۔ اور محسوس کرنے کے ساتھ اُس حالت کو بدلنے کیلئے اپنا کردار ادا کرنے کی پلاننگ کر لیتی ہے۔

آج کے جو خطرات ہیں اگر گننے بیٹھیں تو اس گھنٹہ میں وہ گنتے گنتے ہی صرف نام لیتے ہوئے وقت گزر جائے گا۔ صرف ایک دو باتیں جو بڑی ہی اہم اُن کو

پیش کرتے ہوئے اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں۔ایک ہے خطرہ امت مسلمہ کے بدن اور وجود کو اور ایک ہے خطرہ امت مسلمہ کی سوچ کو اور نظر وفکر کو کچھ حملے وہ ہیں جو امت مسلمہ کے وجود پر ہیں اور کچھ حملے وہ ہیں جو مسلم اُمہ کی سوچ پر ہیں۔جو مسلمانوں کی فکر پر ہیں۔جو مسلمانوں کے دماغ پر ہیں۔آج صورتحال بہت بدتر اور ابتر ہوتی جارہی ہے۔جو حملہ مسلم اُمہ کے بدن پر ہے۔اگر چہ وہ بھی ایک گھاؤنی سازش ہے۔جو کعبۃ اللہ سے خون مقدس ہو اُس خون کو گلیوں میں بہا دیا جائے۔لیکن اس سے بڑا حملہ اور اس سے بڑا جرم اُن لوگوں کا ہے۔

جو مسلم اُمہ کی سوچ پر حملہ کرر ہے ہیں۔

مسلم اُمہ کے دماغ کو معطل کرر ہے ہیں۔مسلم اُمہ کے دماغ کو بدل رہے ہیں۔مسلم اُمہ کے دماغ کو تبدیل کرر ہے ہیں۔یہ بڑا حملہ اس واسطے ہے کہ جس کے بدن پہ حملہ ہو رہا ہے وہ حریت کی جنگ لڑر ہے ہیں۔وہ دفاع کرر ہے ہیں روزانہ شہادتوں کا جام نوش کر کے کافروں کو بھی واصل جہنم کرر ہے ہیں۔اور وہ اپنے ایمان کے زور پر ٹیکنالوجی کا منہ توڑ جواب دے رہے ہیں۔

لیکن جو حملہ فکر پر ہوتا ہے۔اُس میں قباحت اور بربادی یہ ہے۔کہ حملہ ہو رہا ہے اُس بیچارے کو پتہ ہی نہیں چلتا۔وہ چپ کر کے سہتا ہے۔اور بدلتے بدلتے بدل جاتا ہے۔جس زخم پہ اُسے درد ہوتا تھا۔اُس زخم کا درد اُسکو محسوس ہی نہیں ہوتا۔جو بیماری تھی اُس کو وہ شفا سمجھتا ہے۔اور جو زہر تھا اُس کو وہ تریاق سمجھتا ہے اور نتیجہ بڑی ہلاکت کا ہو جاتا ہے۔

وہ پہلا حملہ چونکہ اُسکی مزاحمت کا ایک جذبہ اور شوق ہوتا ہے۔اُس کو روکنے کی تدابیر بھی ہوتی ہیں۔اور کامیابیاں بھی ہوتی ہیں۔یہ دوسرا حملہ ایسا ہے۔کہ بیٹھا بیٹھا مسلمان اُس کا دماغ یہودی بنتا ہے۔اُس کا دماغ عیسائی بن جاتا ہے۔اُس کا دماغ

ہندو کا دماغ بن جاتا ہے۔ وہ بیٹا مسلمان کا تھا۔ باتیں یہودیوں والی کرتا ہے۔ وہ فرزند تو اسلام کا تھا مگر وہ باتیں عیسائیوں والی کرتا ہے۔ اُس نے آنکھ تو ایک اسلامی خاتون کی گود میں کھولی تھی۔ لیکن جب بولتا ہے تو جہنمیوں والی باتیں کرتا ہے۔

کیوں! اس کی سوچ کو معاشرے نے بدل دیا۔ اس کی سوچ کو اغیار نے بدل دیا اس کی سوچ کو یہود و نصاریٰ کے پراپیگنڈہ نے بدل دیا۔ اُس کی سوچ کو معاذ اللہ اُس روشن خیالی نے بدل دیا کہ جس کی روشنی جہنم کے شعلوں کی تو ہو سکتی ہے۔ مگر وہ روشنی فردوس کے بالا خانوں کی نہیں ہو سکتی یہ تبدیلی کیسے آتی ہے۔ اور یہ کیسے ہوتا ہے۔

اسکی مثال سمجھنے کیلئے دور نہیں جانا پڑے گا۔ یہ تمھارے گھر میں جو ٹیپ ریکارڈر ہے اس میں جیسی کیسٹ ڈالتے ہو ویسی ہی آواز آتی ہے۔ جو ڈالتے ہو وہی سنائی دیتا ہے۔ وہ کیسٹ اگر پہلے اپنی تھی تو اپنی آواز آتی تھی۔ اگر وہ کیسٹ بدل گیا تو غیروں کی آواز آئے گی۔ جب وہ کیسٹ بدلا ہے تو آواز بدل گئی ہے۔

اگرچہ وہ ٹیپ تمہاری ہے وہی اسکا حلیہ ہے۔ وہی اسکا وجود ہے۔ وہی تمھارے گھر میں پڑی ہے۔ لیکن سب کچھ بدل کس طرح گیا۔ وہ کیسٹ بدلنے سے آواز بدلی پیغام بدلا۔ پہلے قرآن کی تلاوت تھی پھر اس میں فحاشی کے گانے آگئے۔ پہلے قرآن کا پیغام تھا۔ پھر شیطان کی آگ آگئی۔ پہلے اس میں نغمۂ جبرائیل کی تلاوت کی جارہی تھی۔ پھر اس میں رسوائیوں کے سبق آگئے۔ کیسٹ بدلی ہے ٹیپ نہیں بدلی وہ ٹیپ کیا ہے آپکی اسی طرح ہے۔ وہی شکل ہے وہی اس کی حیثیت ہے۔ وہی اس کی کیفیت ہے چھوٹی سی چیز اندر سے بدلی سارا نظام بدل گیا۔

آج وہ بچہ جو مغرب زدہ ہوا جو یہودیوں کے جال میں آگیا وہ مسلم امہ کا سپوت کہ جس کے دماغ کی کیسٹ عیسائیوں نے بدل دی۔ سنتے ہو تو تعجب ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا بیٹا ہے۔ اس کی زبان سے یہودیوں کی تعریف نکل رہی ہے۔

عیسائیوں کی تعریف نکل رہی ہے۔ ہندوؤں کا ہم نوا بن گیا ہے۔

جب کبھی تنقید کرتا ہے تو اسلام پہ کرتا ہے۔ جب بھی تعریف کرتا ہے تو یہودیت اور عیسائیت کی کرتا ہے یہ کیسے ممکن ہوا وہ کافی دیر اندر سے کیسٹ تبدیل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر گھر والا باپ بے چارہ سادہ تھا۔ صرف وہ ٹیپ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کیسٹ کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کا چمکتا چہرہ تو دیکھتا تھا اور اس کا اسلام میں ہونا بظاہر اس کو دیکھتا تھا۔ اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اس کی کیسٹ کو تبدیل کیا جا رہا ہے۔

جب کیسٹ بدلا نتیجہ کیا نکلا ہر طرف وہی بچہ جب بولتا ہے وہی انسان بچہ کیا بڑے بھی اپنی کیسٹیں بدلوا چکے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جس دماغ نے ملامت کرنی تھی وہ دماغ ہی بدل گیا تو اب ملامت کون کرے گا۔ جس سوچ نے کہنا تھا کہ ہوش کر تو کیسے بولتا ہے اور تو کس کے ساتھ چلنے کی باتیں کرتا ہے۔ جب وہ سوچ ہی معطل ہو گئی اور نئی سوچ آ گئی اب ان باتوں پر جو وہ کر رہا ہے اپنے آپ کو ملامت کرے تو کیسے کرے وہ نظام اس انداز میں کیسٹ کے بدلنے کے لحاظ سے بدلتا جا رہا ہے یہاں تک اس امت کے لوگ جو کرسیوں پر پہنچے۔ آگے مناصب پر پہنچے اب ایسی باتیں کرنا انھوں نے شروع کر دیں۔ کہ جس کو دیکھ کر ایک انسان کو شرم آتی ہے کہ کیا ایسے بھی مسلمان ہو سکتے ہیں کہ

جو کلمہ پڑھیں اور اسلام کو طعنے بھی دیں کلمہ بھی پڑھیں اور اسلام کی معاذ اللہ ہر وقت توہین بھی کریں۔ یہ سلسلہ اس وقت سب سے خطرناک سلسلہ ہے اور یہ چیلنج اسلام کے لیے سب سے خطرناک چیلنج ہے۔ دوسری جگہ حملے ہو رہے ہیں ان کا ظلم اور قباحتیں اپنی جگہ لیکن وہاں بھی ایک تحریک ہے اور دفاع کیا جا رہا ہے اور جواب دیا

جارہا ہے۔لیکن یہ جوشعبہ ہے اس میں خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ حملے مسلسل ہورہے ہیں اور دفاع کی کوئی سوچ ہی نہیں جارہی۔ دفاع کرنے والوں کو مجبور کیا جارہا ہے کہ تم منبر پر بھی نہیں بول سکتے تم مسجد میں بھی بول نہیں سکتے تم اجتماع میں بھی نہیں بول سکتے۔تم قرآن وسنت کا پیغام نہیں دے سکتے۔ یہ جوسب سے بڑا خطرہ اور سب سے بڑا ہمارے لئے چیلنج ہے۔اسکومحسوس کر کے ہم نے اسکا بھی کوئی حل نکالنا ہے۔ کہ ہم کس طرح اپنے دفاع کو بچاسکتے اور کیسے اپنی سوچ کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

بدن انسان میں دماغ انگریزی چال انگریزی
ڈھال انگریزی جسم کا اک اک بال انگریزی

ہر چیز مسلم امہ کی لٹتی جارہی ہے۔اس کے نظریات وافکار کو ذہن سے نکال کر نئے فیڈ کیے جارہے ہیں۔اس سلسلے میں آواز اٹھائی ہی نہیں جارہی اور خود احساس ہی پیدانہیں ہورہا۔

میرے بھائیو! دیکھوتو سہی رسول اکرم ﷺ نے کس قدر متوجہ کیا تھا۔اللہ تعالیٰ کے قرآن کی آیات نے ہمیں کس قدر سمجھایا تھا۔اور کس قدر اس سلسلے کے اندر محتاط کردیا تھا۔

جب سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۶۸ اتر رہی تھی تو کیا مفہوم تھا۔اس کا مطلب کیا تھا۔اس کے الفاظ کیا تھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہا تھا۔

لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ سورۃ الانعام آیت نمبر ۶۸

یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس بالکل نہ بیٹھو۔ ظالموں کے پاس بیٹھنا حرام کیا۔ جیسے شراب نوشی کو حرام کیا۔ایسے ہی یہودی کے پاس بیٹھنے کوعیسائی کے پاس بیٹھنے کو ہندوؤں کے پاس بیٹھنے کو بالخصوص جس وقت وہ ایسا ہے جواسلام پہ تنقید

کرتا ہو۔ آیات کا مذاق اڑاتا ہو۔ اسلام پہ ھروقت حملے کرتا ہو تو اللہ نے حرام کردیا۔ فرمایا ہر جگہ بیٹھ سکتے ہو۔ ایسے منحوس لوگوں کے پاس نہیں بیٹھ سکتے۔

اس واسطے اگر بیٹھو گے تو تمھارے دماغ کا کیسٹ بدل جائے گا۔ نتیجہ بڑا خطرناک نکلے گا۔ آج کیا ہو رہا ہے کچھ لوگ تو ویسے زیردام چلے گئے اور یقیناً کسب حلال کے لیے کہیں جانا بھی جائز ہے۔ لیکن جو اپنے لقمے کی خاطر ان ممالک میں گئے اور وہاں جا کر اپنا تحفظ نہ کر سکے۔ انھوں نے جرم کا ارتکاب کیا اور اگر کوئی وہاں جا کے محفوظ رہتا ہے تو یقیناً اس کے لیے گنجائش بھی موجود ہے۔

ان آیات کو بہر حال اسے سامنے رکھنا ہوگا۔ میرے اللہ نے جب حرام کہا تھا تو یہ کیسے وہاں پہ بیٹھتا ہے۔ سور اور خنزیر کی حلت کی دلیلیں ان سے سیکھتا ہے اور پھر اس میں متذبذب ہو جاتا ہے۔ شراب کی حرمت کے بارے میں شک میں اتر آتا ہے۔ اگر چاہے تو ٹھوس نظریات کے ساتھ بدل سکتا ہے۔ تو ان میں سے کسی کو بدل دے اپنے ایمان و یقین کی کیفیت کو کبھی نہ بدلنے پائے۔ دوسری طرف وہاں جاتا تو ہماری تھوڑی سی کمیونٹی ہے وہ کسب حلال کے لیے جو گئے حفاظت کریں ان کے لیے گنجائش ہے لیکن یوں اپنا آپ پیش کردے وہ حرام ہے۔

مسئلہ یہاں کا ہے۔ کہ آج ہمارے دین کیسے بدل رہے ہیں۔ مسلم امہ کے لیے یہ ضروری تھا کہ یہ غیر کی بات ہی نہ سنتے ان کی بات سننے سے اسلام نے پابندی لگائی تھی۔ کہ جو مسلمان ہے وہ نہ تو غیر کی بات کو سن سکتا ہے اور نہ اس پر توجہ دے سکتا ہے۔ چہ جائیکہ غیروں کو ہمارے نصاب کا حصہ بنا دیا جائے۔

آغا خان بورڈ کی شکل میں حضرت طارق بن زیاد کی عظمتوں کے حوالے نکال کر وہاں پر سیکس کی باتیں لکھ دی جائیں۔ سیدۃ فاطمۃ الزہرہ کا مقدس کردار نکال کر بلقیس ایدھی جیسی خواتین کے تذکرے شامل کردیئے جائیں اور ایسا نصاب بنایا

جائے جس میں یہ بار بار کہا جائے کہ نظریہ پاکستان ہندو تنظیموں کا پیدا کردہ تھا۔اس کا کسی مستحکم سوچ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔جس وقت ہم اپنے نونہالوں کو پڑھنے کے لیے ایسی کتابیں دیں گے۔تو کیا پڑھ کے وہ اسلام کے علمبردار بنیں گے۔نہیں نہیں۔ نفرتوں کی کتاب پڑھ کر محبتوں کا نصاب لکھنا بڑا کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستانِ گلاب لکھنا جو یہ پڑھیں گے تو یہی بن جائیں گے۔

آگے اس سے پہلے جو پڑھتے رہے وہ مغرب کی دوکانوں کے کھلونے تو بن گئے ہیں۔مگر اسلام کا وہ ماڈل انسان نہیں بن سکے۔اگر رہی سہی کسر بھی اس آغا خان بورڈ کی شکل میں یوں نکال دی گئی تو پھر اسلام یوں دیکھتا رہے گا۔کہ میرا جاننے والا کون ہے اور میرا ماننے والا کون ہے اور وہ تو ہے صرف تلوار کے لیے لیکن یہاں تو پلاننگ ہیں۔پوری قوم کا ذہن اچک لینے کی اور اس کے دماغ کو بالکل معطل کر دینے کی جتنے بھی چینل ہیں یہودیوں کے چل رہے ہیں۔عیسائیوں کے چل رہے ہیں۔مرزائیوں کے چل رہے ہیں۔ہندوؤں کے چل رہے ہیں۔

اس پاکستان کی سرزمین پر حرام تھا کہ ان میں سے ایک کی آواز بھی یہاں پر سنائی دیتی۔اس ملک کی حکومت کا سب سے پہلا منصب یہ ہے کہ وہ اپنے مواصلاتی نظام کو اتنا مستحکم بنا دے۔کہ کوئی باہر سے بیٹھ کر ان کو کوئی سنانا چاہے تو یہ اس کو روکیں۔جو اسلام کو پسند ہو وہ تو قوم تک آنے دیں۔اور جو اسلام کو ناپسند ہو وہ بات ہرگز اس دائرے کے اندر داخل نہ ہونے دیں۔

جو اسلامی سلطنت ہو اسلامی ملک ہو اور تمام تر مسلم امہ کے قبضے میں ممالک ہیں سب سے بڑا پہرہ مواصلات اور ذرائع ابلاغ کے لحاظ سے ہے۔وہ الیکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹنگ میڈیا ہو سب سے پہلا فرض ہے امت کے ارباب بسط وکشاد کا کہ وہ اپنی امت کو ان حملوں سے بچائے۔اسلام نے ذرائع ابلاغ کے بارے میں باقاعدہ

سبق پڑھائے ہیں اور اس بات کو لازم کر دیا جائے کہ یہ چھوٹا سا منصب نہیں کوئی خبر سننے اور آگے بیان کر دے نہیں نہیں۔

اس کے لئے امت میں اس وقت جو لوگ سب سے زیادہ متقی پرہیز گار ہوں جن کا بیرونی اور بین الاقوامی مطالعہ سب سے زیادہ ہو وہ بیٹھ کر فیصلہ کریں اس کے بعد اگر خبر پاس ہوتی ہے تو وہ مسلم امہ کے افراد کو سنائی دینی چاہیے۔ اگر نہیں ہوتی تو ہرگز اس کا پھیلانا حرام ہوگا۔

اور کہاں یہ کہ ہم خود فیصلہ کر کے اچھی صورتحال سے لوگوں کو مطلع کرتے اور جو ناجائز تھی ان سے روکتے۔ ہمارے بس میں ہی نہیں رہا۔ ہمارے گھر میں کہیں یہودی بول رہا ہے۔ کہیں عیسائی بول رہا ہے۔ ہماری فضاؤں میں ان کی آواز کی امواج موجود ہیں۔ جو چاہتا ہے کوئی قادیانی بگھوڑا باہر سے بیٹھا ہوا چینل پہ بولتا ہے۔ یہاں کا سپوت سنتا ہے۔ کوئی عیسائی لونڈا بولتا ہے اور کوئی یہودی بولتا ہے اور کوئی ہندو بولتا ہے۔ ہمارے گھر میں بیٹھا ایک مسلمان ان کے افکار کو سن رہا ہے۔

اور بالخصوص اس وقت جب وہ اسلام پہ تنقید کر رہے ہیں۔ تو اس کو تو اللہ نے حرام فرمایا تھا۔ یہ اس کا مباحثہ سننا اسکا سیمینار سننا ان کی تقریر سننا یہ تو بڑی دور کی بات ہے میرے رب نے ایسی خبر کے اجراء پر حرمت کا حکم نازل فرمادیا تھا۔

قرآن مجید ایک زندہ کتاب۔ یہ ساری باتیں سامنے تھیں اس واسطے اللہ تعالیٰ کا سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۳ میں ارشاد موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا جَاءَ هُمْ اَمْرٌ مِنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَا عُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

یہ آیت صحافت کا سب سے بڑا سبق ہے۔

اسلامی ذرائع ابلاغ کی سب سے بڑی درسگاہ یہ آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا رد کرتے ہوئے اور کمزور مسلمانوں کا جو ابھی نئے نئے تھے ان کا رد کرتے ہوئے۔ ان کے ایک کردار کی مذمت کی۔ فرمایا۔ جب اس کے کوئی خبر آتی ہے امن کی یا خوف کی تو وہ اس خبر کو پھیلا دیتے ہیں۔ خبر آگئی کہ فلاں مسلمان فوج کو فتح حاصل ہوگئی تو وہ کیا کرتے ہیں کہ فوراً وہ خبر پھیلاتے ہیں۔ یا یہ آگئی کہ وہاں پہ شکست ہوگئی تو وہ فوراً پھیلاتے ہیں۔

اب آج کا مزاج یہ سمجھے گا کہ یہ تو کوئی جرم نہیں۔ ہم تو جو آتا ہے آگے بیان کر دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول علیہ السلام کا فرمان ہے۔

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِباً اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مشکوٰۃ ص ۲۸)

بندے کو جھوٹا ہونے کیلیے یہ کافی ہے کہ جو سنے وہی آگے سنا دے۔ جو بات سنے وہ بات بیان کر دے۔ یہ اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے۔ تو خبر جیسے بھی ہم آگے پھیلانے میں آج کوئی حرج محسوس نہیں کرتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما دی اور ان لوگوں کی مذمت کی۔

کہ جب مدینہ شریف میں ایک خبر پہنچی ہے۔ تو انھوں نے کیا کیا خبر کو سنا اور خود خبر کے ناشر بن گئے خبر کو پھیلا دیا۔

اِذَاعُوْابِهٖ

وہ خبر کو نشر کر دیتے ہیں۔ اے اللہ انھیں کیا کرنا چاہیے تھا تو ان سے ناراض کیوں ہو رہا ہے۔ انھوں نے خبر دی تو کیا جرم کیا۔ رب کائنات فرماتا ہے اگرچہ کرنا ہی چاہیے تھا۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ

جب خبر مدینہ شریف میں ان لوگوں کے پاس پہنچی تھی تو ان کا یہ حق نہیں کہ خبر بیان کریں۔ ان کا یہ حق تھا کہ فوراً دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہو جاتے۔ رسول اکرم

ﷺ کے پاس پہنچیں اور اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میسر نہیں آئے۔

وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ

تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں سیدنا عثمان غنی حضرت شیر خدا رضی اللہ عنھما عشرہ مبشرہ ایسے کبار صحابہ کرام جو کہ اولی امر ہیں۔ ان کے پاس جا کے بتائیں۔ کہ یہ افواہ پھیل گئی ہے۔ یہ خبر آگئی ہے۔ ایسی اطلاع ملی ہے۔ تو اسکو کیا کرنا چاہیے۔ خبر پھیلانا یہ عام انسان کا کام ہی نہیں یہ کام ہے امت کے منتخب بورڈ کا۔ کہ وہ اس پر پوری طرح سارے پہلو دیکھ کر پھر فیصلہ کریں۔ کہ اس خبر کی بندوں کو اطلاع ہونی چاہیے یا نہیں ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْھُمْ

اگر میرے محبوب علیہ الصلوۃ والتسلیم کے پاس خبر پہنچے گی اور ان کے جو اولو الامر صحابہ ہیں ان کے پاس تو وہ استنباط کریں۔ وہ مسئلے کا استخراج کریں گے۔ اور وہ بتائیں گے کہ یہ آگے پھیلائی جائے گی یا نہیں پھیلائی جائے گی۔ ہوسکتا ہے ایک مسلم امہ کے شہروں کو شکست ہوئی ہے لیکن اب خبر مدینہ میں جب پہنچی تو فرمایا تم نہ پھیلاؤ۔ یہ ان کو دو اور یہ منصب ان کا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ اب جب باقی لوگوں کو یہ خبر پہنچے گی تو ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ دوسرے محاذ پر ناکامی ہو جائے گی۔ اور دوسرے محاذ پر ہماری صورتحال خراب ہو جائے گی۔ تو خبر پھیلانے سے پہلے عسکری ماہرین بین الاقوامی وسعت مطالعہ کے لوگ اور عدالت وتقویٰ کے جو بلند مینا رہیں۔ ان سب کی مشترکہ میٹنگ کے بعد مسلم اُمّہ کے سپوت طے کریں گے کہ یہ خبر شائع ہونی چاہیے یا نہیں ہونی چاہیے اس منصب کو قرآن مجید نے بیان کردیا کہ

جسطرح نماز روزہ لازم کیا تھا خبر کی تحقیق کو بھی لازم کر دیا ہے۔اور خبر دینے کے منصب کو بھی واضح فرما رہا ہے۔

آج جو امت مسلمہ میں انتشار آیا ہے۔آج لوگوں کی کیٹیں بدل رہی ہیں۔ تو اسی لئے کہ چند احمق ایسی ایسی ایجنسیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔جو آتا ہے آگے اگل دیتے ہیں اور پھر امت میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے فساد پیدا ہو جاتا ہے۔مسلم اُمہ کی فوجوں کے مورال پست ہو جاتے ہیں۔

مسلم اُمہ کے مختلف لشکر اپنے مقاصد میں ناکام ہو جاتے ہیں۔وجہ یہ ہوتی ہے کہ پیچھے سے خبر کا تقدس پامال کر دیا گیا ہے اور جتنا پہرہ چاہیے تھا۔جس قدر حساس اور محتاط طریقے سے راز کو رکھنا چاہیے تھا وہ مہیا ہی نہیں کیا گیا۔اب بتاؤ جس قرآن نے خبر کی تصدیق پر اور خبر کی تشہیر پر اتنی پابندی لگائی ہو وہ یہ کیسے چاہ سکتا ہے کہ غیروں کی پوری تقریریں اپنے T.V پر کرادی جائیں یا ان کو بلا کے اپنے کالجز میں سٹوڈنٹس کو لیکچر دلوائے جائیں۔ان کو بلا کے ان کے افکار کی نمائش کر کے اپنی قوم کو اکسا کے یوں بنا دیا جائے کہ ان کے رال ٹپکنا شروع ہو جائیں۔

یہ افکار ہیں اور یہ لوگ ہیں جو منتخب قسم کے ہیں اور ان کی سوچ بڑی اعلیٰ ہے۔ یہ تمام فتنے جو ہیں ان کو روکنے کے لیے اس سورۃ کے اندر آیت کو نازل کر دیا گیا تھا۔ فرمایا یہ ہر بندے کا کام نہیں جو سنے وہ سنا دے۔اب جو سنے یہ ذرائع بھی بند ہونے چاہیں۔ان تک آواز آنی نہیں چاہیے اگر آجاوے تو پھر اسکو بند کر دینا چاہیے خاص لوگوں تک اگر چاہیں تو خبر اخبار میں چھپے۔چاہیں تو T.V اور ریڈیو پہ آئے۔ورنہ اس خبر کا آگے پھیلانا حرام ہے۔

تو یہ تب ہو سکے گا جب فضاؤں پہ کنٹرول ہوگا۔اگر خود نہ پھیلائیں اور اپنے سے پہلے چار گھنٹے دوسرے پھیلا جائیں۔تو پھر اپنے روکنے کا فائدہ کیا ہوگا۔تو قرآن

کی اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ امت مسلمہ کا نیٹ ورک اتنا تیز ہونا چاہیے اور ان کی خبر رساں ایجنسیاں اتنی شفاف ہونی چاہیں اور اپنی فضاؤں پر ان کا ایسا کنٹرول ہونا چاہیے۔ اگر مسلم حکمران یہ نہیں چاہتا کہ فلاں خبر میری قوم کو نہ ملے تو پوری فضا کو جام کر کے دوسروں کے پیغام بند کر دے۔

اپنی قوم تک صرف اپنی بات پہنچائے جو قرآن کے زیر سایہ ہو اور جو محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان کے زیر سایہ ہو۔ آج تو وہی حساب بن گیا جو چاہتا ہے ہمارے کانوں میں اپنا گند گھول دیتا ہے۔ لوگ سادہ ہیں آخر ان کا قصور کیا ہے۔ وہ سنتے ہیں اور پھر بدلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ صورتحال بنی ہوئی ہے پلیٹ ایک ہے۔ ہر ایک اپنی ہوس کو پورا کرنا چاہتا ہے۔

اور ہر ایک اپنی خواہش کو مٹانا چاہتا ہے۔ تو یہ سب سے پہلا جو ہمارے لیے چیلنج ہے اس معاملے کا ہے کہ ہماری سوچ پر فکر پر اور دماغ پر جو غیر مسلم حملہ کر رہے ہیں وہ ڈائیلاگ تیار کرتے ہیں۔ اگر چہ وہ ڈائیلاگ کسی طرح کا ہو اس کے پس پردہ اسلام پہ حملہ ہے۔ اس کے پس پردہ منصب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید ہے۔ اس کے پس پردہ مسلمانوں کو زبوں حالی کا احساس دیا جا رہا ہے۔ کہ چھوڑ دو اس مذہب کو اور دوسری طرف آ جاؤ۔ وہ ساری فلمیں جو ویسے ہی عریانی کیوجہ سے حرام ہیں۔ لیکن اس مقصد کے پیش نظر بھی ان میں ایک زہر بھرا ہوا ہے وہ فلم جس کے اندر حواس باختہ مناظر ہیں۔ وہ تو سارا سلسلہ ویسے تباہیوں کا ہے۔

لیکن ان تباہیوں کے ساتھ ساتھ یہ تباہی بھی ہے کہ وہ بندے کو پھنسا کے فحاشی کے منظر میں اس کی کیسٹ بھی ساتھ ہی بدل دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس کے بعد اسکا احساس ہی نہ ہو کہ میں نے کتنا برا کام کیا ہے۔ اور میری زندگی کیسی برائی کے اندر گزر رہی ہے۔

اب دیکھو اگر ہم قرآن مجید کے اس حکم کو نہیں پھیلائیں گے اور قرآن مجید کا یہ

جومواصلاتی نظام اور صحافت کے لحاظ سے ہمارے لئے سبق ہے۔ اسکو پسِ پشت ڈالیں گے تو کیا ہوگا۔ ہمارے ہر گھر میں غیر کا جاسوس ہے۔ ہمارا بیٹا غیر کا جاسوس بن جائے گا۔ ہمارا بھائی غیر کا جاسوس بن جائے گا۔ یہ اسلام تو ایک راز اور ایک حقیقت ہے۔ اور یہ ایک سوز تھا جس کے لحاظ سے اتنا پہرہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ پوری سلطنت میں کوئی ایک انسان بھی ایسا نہ ہو جو غیروں کا آلۂ کار بن کے باتیں کرتا پھرے۔ نتیجہ کیا بن گیا ہے۔ ہر محلے میں غیروں کے آلہ کار پیدا ہو گئے ہیں۔ بات چینل سے سنتے ہیں پھر آگے سنا دیتے ہیں کہ فلاں یہودی کی تقریر تھی۔ فلاں عیسائی یہ ریسرچ کر رہا تھا۔ فلاں یہ کہہ رہا تھا یہ وقت ہے سنبھلنے کا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو

تمہاری داستان تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اگر آج اس پہ پہرہ نہ لگایا گیا۔ تو پھر بات بہت بگڑ جائے گی اور یہ صرف ہماری حکومت تک نہیں تمام مسلم حکمرانوں کو اس سلسلے میں توجہ کرنی چاہیے۔ آخر اللہ کے قرآن کی اس آیت کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟ اس کا کیا پس منظر سامنے رکھ کے کس لحاظ سے اس پہ عمل کر رہے ہیں؟ یہ آیت خاموش ہے اور لوگ اپنی من مانیاں کر رہے ہیں۔ گمراہ ہوتے جا رہے ہیں۔ لہذا سب سے پہلے امتِ مسلمہ کا جو حکمران ہے اس پہ لازم ہے۔ ایک تو وہ خود اسلام کے تابع ہو اور دوسرا غیروں کی جو سازشیں اور جو زہر دماغوں کو پاگل کرنے والا ہے۔ اس کو روک دیا جائے اپنی صلاحتیں ملک کے سرمائے کو محفوظ کرنے کے لیے لگا دیا جائے اور اپنے وقار کو بحال کیا جائے خود اپنے قرآن کی طرف دیکھیں اور قرآن سے اپنی زندگی کے راستے تلاش کرتے چلے جائیں۔

محتشم سامعین حضرات!

اس سلسلہ میں ہمارے لیے جو بات اہم تھی آج ہی نہیں اس سے پہلے لوگوں

نے بھی اس کو محسوس کیا۔ علامہ اقبال نے اپنی ابلیس کی مجلس شوریٰ والی نظم لکھی تھی اس میں بھی اِسی بات کو پیش کیا تھا۔ کہ ابلیس کی جب میٹنگ ہوئی اور پارلیمنٹ کا جب اجلاس ہو رہا تھا اور سارے شتونگڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ابلیس ہی نے ایک ایجنڈہ سامنے رکھا تھا۔ کہنے لگا۔

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

یہ ابلیس کا ایجنڈہ تھا جس پہ آج عمل ہو رہا ہے اور مسلسل ہمیں بھی کچھ روشن خیال اس قسم کی روشن خیالی کے جام پلانا چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو۔ وہ سرمہ ہماری آنکھ میں ڈال کے ہمیں اس طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ نہیں نہیں ہم اس بات کا عزم کیے ہوئے ہیں اور پوری قوم اس غیرت کی پوری طرح علمبردار ہے۔ ہمارے لیے یہ وہی کافی ہے جو خاک مدینہ نے اپنے منگتوں کو عطا فرما رکھا ہے۔

محتشم سامعین حضرات!

سرمہ

اقتصادی زبوں حالی کا چیلنج

اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کے فرامین کا جائزہ لیتے ہوئے اور قرآن آیات اور موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے جو دوسرا بڑا حملہ ہے وہ ہے بوں حالی کی آڑ میں کہ مسلسل یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ مسلمان تو غریب ہوتا نقیر ہوتا ہے۔ مسلمان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ سارا ورلڈ بنک دیکھ لو۔ اور ایجنسیاں اور سرمایہ کاروں کے مختلف نظام دیکھ لو۔ یہ ایک لقمہ کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ ایسی صورتحال میں بھی قرآن نے

ہمیں تنہا نہیں چھوڑا۔ آج سے صدیوں قبل اس کو بیان کر کے ارشاد فرما دیا تھا۔

سورۃ توبہ کی آیت نمبر 28 ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا

مشرک پلید ہیں۔ اسی سال کے بعد ہی نو ہجری کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب نہیں آ سکتے جب یہ اس وقت پابندی لگائی گئی تھی آج تو جتنے ہمارے پاس ظاہری وسائل ہیں۔ اس وقت نہیں تھے۔ آج جتنا سرمایہ ہے جتنا کھانے کا سامان ہمارے پاس ہے۔

وہاں وہ جس وقت روزانہ جہاد کو نکلے ہوئے ہیں اور گھر پیسے سے خالی ہیں اور گھر میں روزانہ کھانے کے لیے پکتا ہی نہیں۔ ایک ایک کھجور پہ ہفتہ ہفتہ گذارہ کرتے ہیں۔ جب فوراً اس معاشرے میں یہ بات سامنے آئی اگر ہم بائیکاٹ کریں گے تو زندہ کیسے رہیں۔ تجارت بند ہو جائے گی مشرکین سے بائیکاٹ کے بعد ہمارا اقتصادی ڈھانچہ تباہ ہو جائے گا۔ جس وقت یہ سوچ کچھ لوگوں میں ابھر رہی تھی پکے لوگوں نے ہرگز اس کو قریب نہیں آنے دیا۔ لیکن جو نو مسلم تھے ان کے لحاظ سے یا منافقین کے لحاظ سے ایسی سوچ جب ابھر رہی تھی۔ اللہ نے اس آیت کا نزول فرما دیا۔ اگر سنو تو لگے گا جیسے اللہ نے آج اس آیت کا نزول فرما دیا ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

اگر تمہیں بھوک کا خطرہ ہے۔ اگر تمہیں محتاجی کا خطرہ ہے کہ ہم نے فلاں سے دوستی کا ہاتھ نہ ملایا تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ وہ ہمیں کھانے کو کچھ نہیں دیگا۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہوگا۔ ہم اگر اسرائیل سے تعلقات نہیں بڑھاتے تو بھوکے ہو جائیں گے۔ انڈیا کے ساتھ نہیں بناتے تو بھوکے ہو جائیں گے۔ یہود و نصاریٰ کے

ساتھ دوستی کی پینگیں ہم نہیں بڑھاتے تو ہم بھوکے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنۡ خِفۡتُمۡ عَیۡلَةً

اگر تمھیں بھوک اور احتیاج کا خطرہ ہے۔ تو مومنو! جان رکھو ہم نے خزانے اپنے پاس رکھے ہیں۔ غیروں کو عطا نہیں کیے۔ مومن کی شان کیا ہے۔ قرآن اس کو سمجھاتا ہے۔

اِنۡ خِفۡتُمۡ عَیۡلَةً فَسَوۡفَ یُغۡنِیۡکُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖۤ اِنۡ شَآءَ

اگر تمھیں بھوک کا خطرہ ہے تو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے فضل سے بے نیاز کر دے گا اگر اللہ نے چاہا کسی کے ورلڈ بینک کو دیکھنے کی ضرورت نہیں اور وائٹ ہاؤس کی طرف للچائی نگاہیں پھیرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ساتھ قید لگا دی ''ان شآء'' اگر اس نے چاہا تو وہ تمھیں مالدار بنا دے گا۔ تو تمھیں کام کرنا چاہیے باقی اللہ کی مشیت یہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر وہ ہمیں بھوکا دیکھنا چاہتا ہے تو ہمیں بھوک میں خوشی ہے اور اگر ہمیں مالدار دیکھنا چاہتا ہو تو ہمیں مالداری میں خوشی ہے۔ لیکن ہم وہ مال نہیں لینا چاہتے کہ جس سے بنک بیلنس تو بڑھ جائے اور ایمان کا بیلنس کم ہو جائے وہ مال مرد مومن کے لیے زوال ہے اور اس کے لیے ہلاکت ہے اور خسران ہے۔ اس واسطے خالق کائنات نے فرما دیا۔

اِنۡ خِفۡتُمۡ عَیۡلَةً

سارا جو کائنات میں حال بنتا ہے وہ پیدا تمھارے رب نے کیا اور تقسیم تمھارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔ تو یہ آزمائش کے دن گذر جائیں گے اس کی وجہ سے اپنا قبلہ نہ بدل دو۔ اپنی جگہ ڈٹ کے قائم رہو۔ اللہ نے چاہا تو تمھیں یہیں گھر بیٹھے مالدار بنا دے گا۔ تم ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے محنت نہ چھوڑو

رزق میں مصروف رہو۔ تمھیں غیر سے جا کے مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

"فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ" اللہ تمھیں غنی کر دے گا۔ یہ وعدہ اُس وقت بھی پورا ہوا۔ چند سال گزرے فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ وہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اونٹوں پہ لاد کے مسجد نبوی میں لا کے ڈھیر کیا جا رہا تھا۔ تو یہ آیت بول رہی تھی کہ کل تمھیں گھر سے نکالا گیا تھا مگر تم نے جو مشرکوں سے بائیکاٹ کیا اس پر پکے رہے ہو۔ دیکھو وہ مال چل کے تمھارے قدموں میں آ گیا ہے۔

تو یہ قرآن ہمیشہ کیلئے اعلان کر رہا ہے۔ کہ کبھی اپنی پالیسیوں کو بناتے ہوئے اقتصادیات کے زیر دام آ کے اپنا قبلہ نہ بدلو اور ایمان کا سودا نہ کرلو۔ رب پوری کائنات میں جو رزق تقسیم کر رہا ہے وہ رب ہے ہی ہمارا جب چاہے گا خزانوں کے منہ ہمارے لئے کھول دے گا۔

یہود و نصاریٰ کے ڈر سے اُن کی دوستی

تیسرا بڑا فتنہ وہ ہے غیروں کی ٹیکنالوجی کی پاور اور اُن کا اسلحہ اس سے مرعوب ہو کے ہم اُن کی کسی بات کو رد نہ کریں۔ صرف اس خطرے سے اگر ہم نے اُن کی بات نہ مانی تو وہ ہمیں مار دیں گے۔ ہمیں جیتا نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں مار دیں گے۔

میرے رب کا قرآن بول رہا ہے۔ اے امت مسلمہ کے شیر کبھی بھی کسی کے اسلحہ سے ڈر کر کسی کی پاور سے مرعوب ہو کر اپنی بات کو بیان کرنا چھوڑ نہ دو۔ اپنے دین کے بارے میں گونگے نہ بن جاؤ۔ اپنا پیغام پیش کرتے رہو۔ اس زندگی سے ہزار بار موت افضل ہے۔ جو کلمہ حق کو بلند کرتے ہوئے آ جائے۔ اسلام کی حقانیت اور غیرت کا پیغام دیتے ہوئے۔ موت آ جائے۔ اس سے بڑی اور سعادت کیا ہو گی اور اس سے بڑی اور شہادت کیا ہو گی۔

اب دیکھو قرآن مجید نے اس فتنے کو خود بیان کر کے اس کا اسی وقت حل بھی پیش

فرمادیا تھا۔ قرآن مجید کی یہ بھی حقانیت ہے کہ اس وقت جو باتیں بتائی تھیں وہ بالکل سامنے ہیں اور آج یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم وہ سیکھ لیں اور بغیر کسی الجھن کے غیر کو دیکھ کے سینہ تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن پڑھ کے بھو کے رہ کے بھی سینہ کھلا ہونا چاہیے۔

میرے رب کا کیا فرمان ہے۔ جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں۔

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَاءَ

یہود و نصاری کو دوست نہ بناؤ۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ جب مسلمان تھوڑے سے تھے۔ تو دوستی کی ضرورت زیادہ تھی۔ آج کروڑوں ہیں مگر پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ ہمارا گذارہ نہیں ہوتا۔ اگر گذارے کی بات ہے تو یہ اس وقت ضروری تھا۔ لیکن اصل میں معاملہ گزارا ہونے یا نہ ہونے کا نہیں ہے۔ اللہ نے لازم کر دیا ہے کہ ایمان تب برقرار رہے گا جب تم میرا حکم مانو گے نہ تم یہودی کو دوست بنا سکتے نہ عیسائی کو

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

وہ ایک دوسرے میں آپس میں دوست ہیں وہ تمھارے کبھی بھی دوست نہیں ہو سکتے آج کا فتنہ ہے ان کے لیے نرم گوشہ دلوں میں پیدا کرنا۔ یہ کہنا کہ وہ بھی اہل کتاب ہیں ہم بھی اہل کتاب ہیں اب دیکھو ان کے بھی حقوق ہیں ہمارے بھی حقوق ہیں۔ ہم کیوں لڑتے رہیں اُن سے کیوں الجھتے رہیں ان سے ہم کیوں ایسا کریں۔

اس طرح آہستہ آہستہ وہ بھی تو آخر اہل کتاب تھے ان کے لیے بھی کتاب آئی اور ان کے لیے بھی نبی آئے۔ تو یہ تم نے پکا ویر لگا رکھا ہے کہ ہم نے ہر سلسلہ میں ان کی مخالفت ہی کرنی ہے۔ ہر وقت یہی سوچتے رہتے ہو۔

جس میں بھی پیچھے بڑے سلسلے ہیں کئی تدبیروں کے اور سازشوں کے ہم جس وقت اس بات کو سنتے ہیں۔ تو ہمارا قرآن ہمیں جواب دیتا ہے۔ اے مسلمانو تم اپنے

منہ سے نہیں مجھے تلاوت کر کے انہیں شیشہ دکھادو۔ تلاوت قرآن پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔ مفتی کے فتوے پر عتاب ہوگا کہ تم نے یہ فتوی کیوں دیا۔ مفکر کی فکر قابلِ اعتراض ہوسکتی ہے۔ کہ تم نے صحیح سوچ کے یہ بات نہیں کی۔ لیکن بتاؤ قرآن مجید کے سب فیصلے تواٹل ہیں اس نے واضح کہہ دیا ہے۔

لَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ

مسلمانو یہ کبھی بھی نہ سمجھو کہ ہم تھوڑا سا مانیں گے تو وہ ہمیں چھوڑ دیں گے فرمایا جس وقت اول سے لیکر آخر تک سارے اسلام کو چھوڑ کر تم یہودی نہیں بن جاؤ گے اس وقت تک وہ تمھارا پیچھا کریں گے۔ تعاقب کریں گے۔ تم سمجھتے ہو کہ ایک دو نصاب میں تبدیلیاں کرلیں جہاد کی آیات نکال دیں تو وہ ہمیں چھوڑ دیں گے۔

لَنْ تَرْضٰی

ہرگز وہ راضی نہیں ہوں گے۔ ''حتی تتبع ملتھم'' یہاں تک تم ان کی ملت کی پیروی شروع کردو۔ اور فرمایا

قَالَتِ الْیَھُوْدُ یَدُاللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ

یہ قرآن بولتا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ تو اللہ فرماتا ہے۔

غُلَّتْ اَیْدِیْھِمْ

میرے نہیں ان کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ میرے تو دن رات ہاتھ سخاوت کررہے ہیں۔ بخشش کررہے ہیں۔ اب ہم یہ قرآن پڑھیں تو ہمیں کوئی کہے کہ تم یہودیوں کو گالیاں دے رہے ہو سوچ کے بولو۔ خطرہ بڑا ہے ماردیں گے۔ تو ہم ایسی زندگی نہیں چاہتے۔ جو قرآن سے خاموش ہو کے ہمیں زندگی گزارنی پڑے ایسی زندگی ہی مومن کی شان ہے جب قرآن نے ان کو گالی دی ہے۔ تو ہم بھی پڑھ کے ضرور یہ حق ادا کریں گے۔

جس شخص نے اللہ کے ہاتھوں پر تنقید کی ہے کہ اللہ کے ہاتھ معاذ اللہ باندھے جا چکے ہیں۔ ہم اللہ کا فرمان سنائیں گے کہ یہودیو ہم نہیں ہمارا رب تمھیں یہ فرما رہا ہے۔

اس واسطے رسولِ اکرم ﷺ نے یہ موقف پیش کیا۔

تو یہ آیات بھی ساتھ موجود تھیں اور آج کا پورا منظر آیت میں موجود ہے۔ میرے رب کا کیا خوبصورت فرمان ہے۔

اللہ تعالیٰ المائد کی آیت نمبر ۵۲ میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن کے دلوں میں بیماری ہے۔

يُسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ

وہ یہود ونصاریٰ سے دوستی میں بڑی تیزی کریں گے۔

جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کو تم دیکھو گے وہ دوستی میں بڑی تیزی کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں بڑے بے چین ہیں۔ کہ کب یہودی ہم سے معانقہ کرے اور کب ہمیں ملنے آجائے۔ عیسائی کے ساتھ ملنے میں بڑی تیزی دکھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ عذر پیش کریں گے۔

يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ

وہ کہیں گے ہم ان پر نرم پالیسی اس لئے اپنا رہے ہیں۔ اگر ہم نے نہ بنائی تو وہ ہمیں مار دیں گے۔ نخشیٰ ہم ڈرتے ہیں ان تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ کہ ہم پہ حملہ ہو جائے گا ایٹم چل جائے گا۔ ہم تباہ برباد ہو جائیں گے۔

اے قرآن تیری صداقتوں کو سلام کرتا ہوں۔ آج سے صدیوں قبل جو تو نے باتیں بتائیں تھیں آج کے بہت سے نام نہاد اُمّت کے لوگ یہی آج بہانہ بنا رہے تھے۔ ان کو پتہ نہیں قرآن نے یہ چوری پہلے پکڑ لی تھی اور اسکی اطلاع بھی امت کو عطا کر دی تھی۔

ہم اس واسطے نرم رویہ رکھتے ہیں یہود ونصاری سے دوستی چاہتے ہیں۔ کہ ہم نے دوستی نہ کی تو ہمیں خطرہ ہے ہم پہ حملہ ہو جائے گا اور ملک سارا الٹ جائے گا اور ہماری ساری صلاحتیں رائیگاں چلی جائیں گی اور ہمارا یہ سارا ڈھانچہ تباہ ہو جائے گا۔

جس وقت یہ بات سامنے آ رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت بیان کر کے فرما دیا۔

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بِالْفَتْحِ

فرمایا میرے بندو ڈرنے کی کوئی بات نہیں وہ تمھیں کھا نہیں جائیں گے۔ قریب ہے اللہ تمھیں فتح عطا فرما دے گا۔

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بِالْفَتْحِ

قریب ہے اللہ فتح لے آئے

اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ

یا اس کے علاوہ کوئی اپنا حکم لے آئے۔

فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا نٰدِمِيْنَ

پھر وہ لوگ منہ چھپائیں گے جو آج کہتے ہیں اگر ہم نے یہ دوستی نہ کی تو ہم پر حملہ ہو جائے گا۔ فرمایا جب اسلام بپھرے ہوئے شیر کی طرح نکلے گا۔ تو پھر یہ لوگ جو آج ناکام فلسفے گھڑ رہے ہیں۔ منہ چھپا رہے ہونگے اور اسلام کے شیر سر اٹھا کے گردن ہٹا رہے ہونگے اور بتا رہے ہونگے کہ ہم نے اپنا قبلہ نہیں بدلا۔ اللہ نے ہمارے لئے زمانہ بدل دیا ہے اور یہ دن اللہ کے فضل سے ان شاء اللہ ضرور آئے گا۔ ہم نے یہ چھوٹی چھوٹی من گھڑت موشگافیاں کے پیچھے پڑ کے قرآن چھوڑ سکتے ہیں۔ نہیں نہیں اس قرآن نے ہمارے سارے فیصلے مکمل کیے ہوئے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں ان تمام چیلنجز کا اپنے زور یقین کیساتھ جواب دینا ہے۔

میرے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام نے یہی واضح فرما دیا تھا۔ جو بیہقی کی حدیث جو شروع میں مَیں نے پیش کی ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ وقت آ جائیگا

کہ میری اُمت پلیٹ کی طرح ہوگی اور سارے کھانے کیلئے جھپٹ رہے ہوں گے۔ایک پلیٹ کے لیے سارے اکٹھے ہوں گے تو صحابہ کرام نے پوچھا اور یہ بھی سعادت ہمیں کہ پوچھتے وقت انکا جو عقیدہ تھا، آج ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک غیب کی بات پوچھ لی۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایسے حالات پیدا کیوں ہو جائیں گے۔کیا خوبصورت سوال تھا کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ

وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ

کیا اس وقت ہم تھوڑے ہو جائیں گے۔یعنی اس زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ گو بہت تھوڑے ہونگے۔کہ جہاں ان کو پلیٹ سمجھا جائے گا۔کیا مسلم اُمہ کی کمیونٹی تھوڑی ہوگی۔میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشاہدہ دیکھو رسول اکرم ﷺ نے کیا جواب دیا۔فرمایا

بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ

میرے صحابہ تم تھوڑے نہیں ہوگے اس وقت میری امت اب سے بھی بڑی ہوگی۔جتنے صحابہ تم ہو تم سے کہیں زیادہ اس وقت کروڑوں اربوں کی تعداد میں میری اُمت کے لوگ موجود ہونگے۔

پوچھا یارسول اللہ ﷺ اتنے ہوتے ہوئے پلیٹ بن جائیں گے کیوں ایسا ہوگا۔پہلا غیب کا معاملہ بتا دیا۔غیب کی خبر دے دی۔جب دوسرا سوال ہوا کہ ایسا پھر ہوگا کیوں۔اتنے کروڑوں کی تعداد میں ہو کے پلیٹ کی طرح سامنے پڑے ہونگے اور دشمن ان کو چاٹ رہے ہونگے۔تم مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہے ہو ٹی وی کی سکریں پر جو عراقیوں سے کیا جا رہا ہے اور جو افغانستان میں ہو رہا ہے اور جو کشمیر میں ہو رہا ہے کیسے پلیٹ کی طرح چاٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

جس وقت رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہوں گے تو بہت زیادہ مگر جھاگ کی طرح بن چکے ہونگے

"لٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ" فرمایا اے صحابہ وہ تمہارے جیسے شیر نہیں ہونگے وہ انسان تو ہونگے مگر جھاگ جیسے ہونگے جیسے سیلاب کی جھاگ ہوتی ہے ایسی امت بن جائے گی۔ ہائے افسوس یہ سوچنے کا مقام ہے کہ وہ وقت آگیا کہ ہم جھاگ بن گئے اور اس وقت سے نشانہ ہی کردی گئی۔ پلیٹ کی طرح غیروں کے سامنے پڑے ہیں اور ہماری فوجیں بھی ہیں ہمارے حکمراں بھی ہیں اتنی کیمونٹی ہمارے پاس موجود ہے اور اس کے باوجود ہماری یہ صورتحال ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمادیا کہ وہ جھاگ کی طرح ہونگے اگرچہ بہت زیادہ ہونگے مگر پکے نہیں ہونگے۔ صحابہ تم تو تھوڑے بھی ہزاروں پہ غالب آجاتے ہو۔ وہ جھاگ کی طرح ہونگے اور کیسی صورتحال ہوگی۔

وَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَھَابَۃَ

فرمایا فرق اتارہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کے مسلمانوں کا رعب دشمنوں کے دلوں سے نکال دے گا اور مسلمانوں کے دلوں میں دشمن کا رعب ڈال دے گا۔ صورتحال دیکھ لو چشم کشا تبصرے۔

رسول اکرم ﷺ نے وہ بات کتنی پہلے بیان کی۔ جو ہم تمہید سے بیان کر کے آئے ہیں کہ کیسٹ بدل جائے گی۔ وہ دل کا کیسٹ کہ جس میں جو دشمن ہے ان کے دلوں میں جو اسلام کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ خوف ان کے دلوں سے نکل جائے گا اور مسلم اُمہ پر خوف طاری ہوجائے گا۔

فرمایا کروڑوں ہو کے جب جھاگ ہونگے تو پھر پلیٹ ہی بن جائیں گے میرے صحابہ بہت سے لوگ موجود ہونگے آپ ﷺ نے فرمایا وہن آجائے گا وہن سب سے بڑا خطرہ ہوگا وہن کا مرض لگ جائے گا۔ اے میرے صحابہ میرے غلاموں کو یہ پیغام پہنچادو کہ قیامت آجائے لیکن وہن کو نہ آنے دیں وہن کو دور رکھیں۔ یہ وہن وہ مرکزی سپرنگ ہے جس پر آج کی صورتحال کا مدار ہے کہ سرکار فرمارہے ہیں وھن

وھن بالکل قریب نہ آنے دو۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ

وَمَا الْوَھْنُ

وہ وہن کیا چیز ہے کہ آپ فرما رہے ہیں وہ وہن سے جھاگ بن جائیں گے اور وہن سے کمزور ہو جائیں گے وہن کیا چیز ہے۔ تو میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے۔

حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاھِیَۃُ الْمَوْتِ

وہن یہ ہے کہ میری امت کے لوگ دنیا سے پیار کریں گے اور موت سے نفرت کریں گے۔

صحابہ آج تمھیں موت پیاری لگتی ہے اسلام کے لیے اس وقت جس وقت طُلَیحہ اسدی کے خلاف جنگ ہو رہی تھی رسول اکرم ﷺ کے وصال کے فوراً بعد جنگ ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھی مسلسل مارے جا رہے تھے۔ صحابہ اس جھوٹے مدعی نبوت کے ساتھیوں کو تہہ تیغ کر رہے تھے۔ اس نے اجلاس بلا لیا آخر وجہ کیا ہے۔ یہ تھوڑے سے آئے ہوئے تمھیں مار رہے ہیں تو اس کے ایک جھوٹے امتی نے کہا بات صرف اتنی ہے کہ ہم میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا بھائی مرے میری باری بعد میں آئے۔ لیکن جو ہمیں مارنے آئے ہوئے ہیں ان کا کمال شوق ہے ہر ایک چاہتا ہے۔ میری باری پہلے آئے میرے دوست کی باری بعد میں آئے۔ یہ جذبہ ان لوگوں میں موجود تھا۔

آج اس کی کمی ہو گئی ہے۔ یہ وھن آ گیا ہے لہذا ہمیں ان چیلنجز کا جواب دینے کے لیے وہن کو دور کرنا ہے اور وہن کو دور رکھنا ہے۔ جس وقت وھن دور ہو جائے گا سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

ہمارا مسئلہ کوئی اقتصادیات کا نہیں۔ ہمارا مسئلہ ورلڈ بنک کا نہیں ہمارا مسئلہ محض ایٹم کا نہیں۔ محض ٹیکنالوجی کا نہیں ہم اسے جانتے ہیں۔ اس کی حیثیت ہے مگر خدا کی قسم ایمان کے مقابلے میں اسے کچھ بھی نہیں مانتے۔ یہ ایمان کا ضمنی شعبہ ہے ایمان کے تابع ہے۔ ہمیں اس میدان میں بھی ترقی کرنی چاہیے غیروں کی بھیک نہیں مانگنی

چاہیے مگر ایٹمی طاقت لینے اور ٹیکنالوجی کے حصول کے لیے اگر ایمان دینا پڑ جائے تو ہمیں ایسی ٹیکنالوجی کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تنہا انسان بغیر کسی اسلحے کے بھی اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔ لیکن جب اسلحہ چاہیے تو پھر ٹیکنالوجی کے شعبے میں بھی ترقی ضرور چاہیے، ٹیکنالوجی کے سر پر جھنڈا اسلام کا لہراتا ہوا نظر آنا چاہیے۔

آج کی گفتگو میں ابھی تمہیدی مراحل تھے ہمارا محدود وقت ختم ہوتا جا رہا ہے۔ میں اپنی گفتگو کو اس امید پر ختم کر رہا ہوں میرے رب کا قرآن میں فرمان ہے

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَايَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ

فرمایا ایک حق پرست ہیں جو نیچے آرام سے پانی کی طرح بہہ رہے ہیں اور یہ جو اوپر تم کو نظر آ رہا ہے یہ امریکہ کا جھاگ ہے۔ یہ دوسری قسم کا جھاگ کہ جس وقت مسلمان اپنے جھاگ کا علاج کر لیں گے تو وہ حقیقت بن جائیں گے یہ جھاگ ہے اس کی برتری نہ مان لو اس کا کلمہ نہ پڑھ لو اس کے چکر نہ لگاؤ اس کے ترانے نہ گاؤ وہ جھاگ ہے بھاگ جائے گا۔ بالیقین بالآخر ان شاء اللہ یہ نیچے خاموشی سے بہنے والا پانی ہی زمین کا وارث بن جائے۔ (انشاء اللہ)

آسمان ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
پھر ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

☆☆☆

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی ونُسَلِّمُ علٰی رَسولِہِ الکَرِیم

اَمَّابَعدُ

فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وَالعَصرِ اِنَّ الاِنسَانَ لَفِی خُسرٍ اِلَّاالَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَتَواصَوا بِالحَقِّ وَتَواصَوا بِالصَّبرِ ط

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیمُ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلاَئِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ
یَا اَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیہِ وَسَلِّمُوا تَسلِیمًا ط

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلاَمُ عَلَیکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصحٰبِکَ یَا حَبِیبَ اللّٰہِ
مَولاَیَ صَلِّ وَسَلِّم دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّہِمِ

باب نمبر 26

مؤمن کا

مقصدِ حیات

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

توحید ورسالت کا نعرہ دنیا میں لگانے نکلے ہیں
فاران کی چوٹی کا نغمہ گھر گھر میں سنانے نکلے ہیں
قرآن کی دولت سینوں میں سنت کا پھریرا ہاتھوں میں
گلہائے صداقت کی خوشبو دل دل میں بسانے نکلے ہیں
یہ علم تو میرے آقا کی بارش کی برستی بوندیں ہیں
تسنیم نبوت کے کاسے بس پینے پلانے نکلے ہیں
سجدہ تو صرف اللہ کو کریں تعظیم ہے اللہ والوں کی
گلدان عقیدہ میں ہم تو یہ پھول سجانے نکلے ہیں
جنہیں آتا کرنا فرق نہیں اللہ کے اپنوں غیروں میں
ایسی فاسق فاجر سوچوں کو سولی پہ چڑھانے نکلے ہیں
جب کوچ کا موسم آجائے ہر دل یہ گواہی دیتا ہو
لو کام تو کافی کر بیٹھے اب جنت جانے نکلے ہیں
اپنا تو یہ جذبہ ہے آصف ہر سانس میں سعی پیہم ہو
نہ تھکنے تھکانے نکلے ہیں نہ سونے سلانے نکلے ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہٗ واتم بُرھانہٗ کی حمد وثنا اور حضور اکرم نور مجسم شفیع معظم ختم الرسل مولاء کل دستگیر جہاں غمگسار زمان احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد
وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش اصحاب محبت ومودت حاملین عقیدہ اھل

حق اھل سنت۔

محتشم معزز حضرات وخواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہ رمضان المبارک کے سعادت افروز لمحات میں آج ہم کو ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے چھبیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہمارا یہ سفر اپنے دربار میں قبول فرمائے۔اور اللہ تعالیٰ سب کی حاضری منظور و قبول فرمائے۔

آج ہم اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے ہمیں کیسی توفیق دی کہ رمضان المبارک کے ان نورانی لمحات کے اندر صحت وعافیت کے ساتھ روزانہ ہمیں روحانی غذا کے اس دستر خواں پر حاضری کی توفیق ملتی رہی۔اور اس کی توفیق کے بغیر ایک دن ایک لمحہ بھی ہم ایسے پروگرام کا انعقاد نہیں کر سکتے تھے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ جب یکم رمضان المبارک کی نورانی سحر میں عقیدتوں، الفتوں کے کارواں بھٹی میرج ہال کی طرف سفر شروع کر رہے تھے۔ملت کے بیدار مغز حضرات اور عظمتوں سے سرشار عظیم خواتین نے راہ علم میں اپنے قدم اٹھائے۔اور عظیمت کے کاروان چلتے چلتے یہاں پہنچنا شروع ہوئے۔دیکھتے ہی دیکھتے گلستان آباد ہو گیا۔اور سارے ماحول میں وہ چمک بدستور باقی رہی جس کی نشاندھی بریلی کے تاجدار حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔

کیا مدینہ سے صبا آئی ہے کہ پھولوں میں ہے آج
کچھ نئی بو بھینی بھینی پیاری پیاری واہ واہ

وہ وقت جسے لوگ نیند کا وقت قرار دیتے تھے۔اس صبا کی وجہ سے اس بیداری کے مناظر نظر آئے لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ہم تو رات اس انتظار میں گذارتے ہیں۔

کہ کب فجر طلوع ہوگی اور ہم فہم دین کورس میں شرکت کے لیے بھٹی میرج ہال میں پہنچیں گے۔

اس پروگرام نے ہمارے حوصلے بلند کیے اور ہمیں یہ کہنا میسر آیا۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

خالق کائنات جل جلالہ اس زرخیزی کو برقرار رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمتوں عظمتوں، عادتوں، الفتوں، چاہتوں اور برکتوں کے اس کارواں کو مزید اہم منازل تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ کے ساتھ اپنی نسبت خاص کی وجہ سے ہر پروگرام میں ہمیں جو ایک چاشنی میسر آرہی ہے۔ وہ یقیناً ہر دل محسوس کرتا رہا ہوگا۔ لفظ بولنا کوئی مشکل کام نہیں مسلسل گفتگو اور مسلسل فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیرنا یہ کوئی مشکل نہیں۔ لیکن بارگاہ نبوت کی تجلی اور رسول اکرم ﷺ کے دربار سے تصدیق کی جو چاندنی ہوتی ہے۔ اسکا نظارہ کچھ نیا ہی ہوتا ہے۔ اور ہم نے ہر دور میں اور ہمارے اسلاف نے صفہ سے لیکر آج تک ہمیشہ باقی ساری چیزوں کو ٹھکراتے ہوئے اس بات کا جھنڈا بلند کیا۔

ماہ ، مدینہ اپنی تجلی عطا کرے

یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دوپہر کی ہے

حقیقت میں وہی نور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے مقدس اور منور دل اطہر کی برکت سے عطا فرمایا ہے۔ جب اسی وساطت سے اس قرآن کو پڑھا جاتا

ہے اور اس حدیث کا بیان کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ صرف لفظوں کو معنی ہی نہیں بلکہ لفظوں کو زندگی بھی عطا فرما دیتا ہے۔ اور جس وقت وہ کانوں میں داخل ہوتے ہیں تو صرف وہ کانوں کی لذت کو پورا نہیں کرتے بلکہ صحن دل میں چراغاں بھی کر دیتے ہیں۔

یہ رب کا فضل ہے رب کا شکر ہے اس کی توفیق ہے کہ آج ہم اس پروگرام کو اپنے اختتام کی طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ کبھی ہمارے مخلص دوست شیخ محمد سرور صاحب کا ایک محض خیال تھا اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے احباب ملتے گئے۔ اور ادارہ صراط مستقیم نے اس ذوق کا جو اہتمام کیا۔ آج وہ بڑی حسن و خوبی کیساتھ تکمیل کے مراحل میں داخل ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے خالق کائنات ہر اس شخص کو جس نے ایک دن بھی حاضری دی اور ہر اس سعادت مند خاتون کو جس نے ایک بھی سبق سنا۔ اللہ انہیں ایک ایک حرف سننے پر کروڑوں کروڑوں نیکیاں عطا فرمائے۔ اور جتنے لوگوں نے مسلسل اسکو وظیفہ بنائے رکھا اور اسمیں مسلسل شرکت کی اور دور دراز سے پیدل اس میں شریک ہوتے رہے اللہ اس سفر کی وجہ سے جنت کا سفر آسان فرما دے۔ اللہ دونوں جہان میں بلندیاں عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات

آج کا موضوع بڑا اہم موضوع ہے

مومن کا مقصد حیات

کچھ مقاصد اور اہداف آج انسانی سوچ نے وضع کر لئے ہیں اور اس کو معیار بنا لیا ہے کہ فلاں شخص ناکام ہے اور فلاں کامیاب ہے لیکن کچھ وہ معیار ہیں۔ جو ہمارے خالق نے ہمیں عطا فرمائے ہیں۔ اور ہم بحیثیت مومن اس معیار کو سب سے بڑا معیار

سمجھتے ہیں۔ جو پروردگار نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

میں سورۃ العصر کی تلاوت آپکے سامنے کی ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے

وَالْعَصْرِ

اس زمانہ محبوب کی قسم

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ

بے شک تمام انسان خسارے میں ہیں اور نقصان میں ہیں۔

اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْاوَ عَمِلُو الصَّالِحٰتِ

لیکن وہ لوگ خسارے میں نہیں ہیں جو ایمان لے آئے اور انھوں نے نیک کام کیے۔

وَاتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْ بِالصَّبْرِ

اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

قرآن مجید کی یہ سورۃ معانی ومفاہیم کے لحاظ سے اسمیں پورے قران مجید کا خلاصہ اور سمری موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے والعصر سے ایک قسم کا آغاز کیا۔

اسمیں معنی کے لحاظ سے چار بڑے معانی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

(۱) العصر کا پہلا معنی

عصر سے مراد دھر ہے۔ اور مطلقاً وقت۔ اسکی بات کی جا رہی ہے۔

(۲) دوسرا معنی

عصر سے مراد اَخذُ طَرَفَیِ النَّھَارِ ہے

عصر سے مراد دن کا پچھلا پہر ہے

تیسرا معنی:

عصر سے مراد صلوۃ العصر ہے۔

چوتھا معنی جو کہ لذیذ معنی ہے

عصر سے مراد رسول اکرم ﷺ کا زمانہ مقدس ہے

اب اس معنی میں مناسبت یہ ہے کہ ایک ہے زمان اور ایک ہے مکان تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَآ اُقۡسِمُ بِھٰذَا الۡبَلَدِ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الۡبَلَدِ

کہ اس مکان کی قسم میں اس لیے اٹھا رہا ہوں کہ تم اس مکان میں جلوہ گر ہو رہے۔ اس شہر میں اس جگہ میں اس زمین میں تو جسطرح مکان کے اندر آ کی جلوہ گری کی وجہ سے مکان کی قسم اٹھائی گئی تو ایسے زمان کے اندر جلوہ گری کی وجہ سے زمان کی قسم اٹھادی گئی۔ میں اس زمان کی قسم اٹھاتا ہوں اسواسطے کہ میرے محبوب اس زمان کے اندر تم جلوہ گر ہونیوالے ہو۔

اللہ تعالیٰ اسکے بعد اپنی گفتگو کو یوں آگے بڑھاتا ہے۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ

بے شک سارے انسان خسارے میں ہیں۔ اور گھاٹے میں ہیں مگر ان میں سے جن کی آگے شان بیان کی جارہی ہے۔ وہ گھاٹے میں نہیں ان کی چار صفات

بیان کی گئی ہیں۔ چار کی چار صفات کا ان میں ہونا ضروری ہے۔ چاروں مشترکہ ہو جائیں گی پھر کسی طرح کا کوئی خسارہ ان کو نہیں ہوگا۔ اور چاروں صفات سے جو متصف ہو جائے گا چاروں پھولوں کی خوشبو جس کی سیرت سے آ رہی ہوگی۔ اور چاروں پھولوں کا گلدستہ جس کے کردار میں موجود ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اسکو خسارے والے انسانوں کے گھمنڈ سے اور گروہ سے اور اس جماعت اور طبقے سے نکال کر ان کو ممتاز کر دیا ہے۔ دنیا میں بھی ان کے چہروں پر اجالے ہونگے اور قیامت میں بھی آنکھیں چمک رہی ہوں گی۔

جلوس میں نور کے ساتھ رواں ہونگے اور فردوس کے بالا خانوں میں ان لوگوں کو بلند مقام عطا فرماؤں گا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اس بات کا ذکر کیا حقیقت میں جس کی کلیدی حیثیت ہے اور وہ ایمان ہے۔ اگر ایمان موجود ہے تو پھر اعمال کا فائدہ ہے۔ اگر ایمان نہیں ہے تو اعمال سے کسی طرح بندے کو افادیت نہیں تو سب سے پہلے فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نقصان پانے والے لوگوں سے جدا اُن کو کر رہا ہوں اور انکو نقصان سے بری قرار دے رہا ہوں کہ جو ایمان لے آئے جن کے دل نور ایمان سے چمک اٹھے۔ اور جن کے دلوں میں ایمان کی تجلی روشن ہوگئی۔ ایمان کو چراغاں ہوگیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خسارہ نہیں ہے۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نظارہ دیا گیا ہے اس مقام پر ایمان کی جو حیثیت ہے اس کو سمجھنے کے لیے کہ مومن ہونا کتنا بڑا منصب ہے۔ اور کتنی بڑی شان ہے۔ قرآن مجید کی صرف چند آیات بطور خلاصہ پڑھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ

نے مومن کو کس طرح اپنے عظیم مقاصد اور مرتب کے لحاظ سے تذکرے میں بھی باقی سب سے ممتاز کر دیا ہے۔ اور بلند و بالا ذوات کے ساتھ رب کائنات نے بار بار مومن کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً

(ا) مراقبہ کے لحاظ سے

مراقبہ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مومن کو اپنے اور اپنے رسول علیہ السلام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ رب ذوالجلال کا سورۃ توبہ کی آیت نمبر 105 میں فرمان ہے۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

اے محبوب علیہ السلام آپ فرمادیں اے لوگو تم عمل کرو تمھارے عمل کو اللہ بھی دیکھے گا اور تمھارے عمل کو اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام بھی دیکھیں گے تمھارے عمل کو مومن بھی دیکھیں گے۔ مراقبہ نگرانی اور اس اعزاز کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ جب دعوت عمل دے رہا ہے اور پھر شوق پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اچھا عمل کرو کہ تمھیں کچھ ذاتیں دیکھ رہی ہیں۔ اور وہ ذاتیں کون کونسی ہیں جو تمھارے عمل کو دیکھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بھی دیکھوں گا میں بھی دیکھتا ہوں میرے محبوب علیہ اسلام بھی دیکھتے ہیں اور مومنین بھی دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مراقبہ کی شان میں اپنے ساتھ اور اپنے محبوب علیہ السلام کے ساتھ ان مومنین کی عظمت کا تذکرہ بھی فرمادیا ہے۔

(۲) ولایت کے لحاظ سے

ولایت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کا بلند منصب پر ان کا ذکر کیا

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۸ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک تمھارا ولی اللہ بھی ہے اور تمہارے ولی رسول علیہ السلام بھی ہیں والذین امنو اور ایمان والے بھی تمھارے ولی ہیں۔ ایمان والا ہونا کتنا بڑا منصب ہے۔ کہ تیسرے نمبر پر مسلسل اسکا ذکر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا نام لیکر اپنے محبوب علیہ السلام کا نام لیکر تیسرے نمبر پر ان کی حیثیت کو اجاگر کر رہا ہے۔ اب ولی کا جو معنی بھی کرو گے عظمت نکھر کے آئے گی۔ ولی بمعنی ناصر لے لو ولی بمعنی مددگار لے لو ولی بمعنی قریبی ولی بمعنی نگران ولی بمعنی دوست اور ولی بمعنی محب اور ولی بمعنی محبوب جس لحاظ سے بھی دیکھو گے ایک چمکتا ہوا معنی سامنے آجائے گا۔

عام انسانوں میں سے جو کار ذلت میں گرے ہوئے تھے ایمان والوں کو ایمان نے کہاں کہاں تک پہنچا دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ تیسرے نمبر پر انھیں کا تذکرہ فرما رہا ہے۔

(۳) موالات کے لحاظ سے

موالات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنے ساتھ ذکر کیا۔ سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَ جِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

میرے محبوب علیہ السلام کے لیے کیا حیثیت ہے فرمایا میں بھی مولا ہوں اور جبرائیل بھی اور صالح مومن بھی۔

سب سے پہلے اپنا تذکرہ کیا دوسرے نمبر پر جبرائیل علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور

پھر تیسرے نمبر پر صالح مومنین کا ذکر کر دیا اور لفظ مولیٰ کا اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا جبرائیل علیہ السلام پر بھی اطلاق کر دیا اور جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر جو خاکی غلام ہیں۔ ان پر بھی اطلاق کر دیا۔ اور اب مولا کا معنی اللہ کے لحاظ سے یقیناً اور ہوگا اور بندوں کے لحاظ سے یقیناً اسمیں فرق ہوگا۔ اللہ اور لحاظ سے مولا ہے اور بندوں کو اور لحاظ سے مولا قرار دے رہا ہے کہ میں محبوب علیہ السلام کا مولیٰ ہوں۔ اب وہ مولیٰ بمعنی خالق ہے مولیٰ بھی جانتا ہے کہ اس نے پیدا کیا ہے اور جبرائیل بھی مولیٰ ہے مولیٰ بمعنی خادم ہے اور صحابہ بھی مولیٰ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے تاج انھوں نے پہنے ہوئے ہیں اور دن رات جھنڈے لیکر راہ حق میں نکلے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو لفظ مولیٰ کا تاج پہنا دیا ہے۔

(۴) صلوات کے لحاظ سے

خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے محبوب علیہ السلام کے اس منصب کا ذکر کیا کہ ان کی زندگی مبارک کا ہر لمحہ مجھے اتنا پیارا لگتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں تو ان کو سلام کہتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں تو ان پہ درود بھیجتا ہوں۔ اور صلوۃ کہتا ہوں اب اللہ تعالیٰ اپنی جب اس چاہت کا ذکر کر رہا تھا تو صرف اپنا ہی نہیں ذکر کیا ساتھ حاملین عرش کا بھی ذکر کر دیا جو اللہ کا عرش اٹھائے ہوئے اور اس کے جو سارے فرشتے ہیں ان کا بھی اور صرف ان کا ہی نہیں پھر ان خاکی بندوں کا بھی ذکر فرما دیا اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۶ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

بے شک اللہ اور اسکے فرشتے رسول اکرم ﷺ پر مسلسل ہر لحہ صلوۃ بھیج رہے ہیں۔

اے مومنو تمہیں بھی اس شرف سے نوازنا چاہتا ہوں کہ جو سوغات میں بھیجتا ہوں اپنی حیثیت کی تم بھی بھیجا کرو، تو خالق کائنات نے اس مقام پر بھی جو بڑا اہم مرتبہ تھا مومن کی شان کو اجاگر کر دیا۔

فرشتوں کے بعد رب ذوالجلال نے ان مومنین کا تذکرہ فرما دیا۔

(۵) عزت کے لحاظ سے

اللہ تعالیٰ نے جب عزت کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے مومن کو اپنے ساتھ بیان کیا کس انداز میں سورۃ المنافقون کی آیت نمبر ۸ امیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

عزت اللہ کیلئے اور عزت اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام کیلئے ہے اور عزت مومنین کیلئے ہے اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیا مرتبہ دے دیا ایک شخص اگر یہی اس کا خالی پیکر ہے لیکن اُسکو ایمان حاصل نہیں تو وہ حیوانوں سے بھی برا ہے۔ یہی قرآن کہتا ہے بَلْ هُمْ اَضَلّ وہ توڈنگروں سے بھی بدتر ہے اور جس وقت یہ ایمان جلوہ گر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کتنی عظمت دے رہا ہے

لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

عزت میری بھی ہے اور میرے محبوب علیہ السلام کی بھی اور ان کے ماننے والوں کی بھی ہے حالانکہ دوسرے مقام پر واضح کہہ رہا تھا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا عزت

تو ساری اللہ کی ہے لیکن یہاں تقسیم کردی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے جو میرے بندوں کی عزت میری وجہ سے ہے اُس کو غیروں کی عزت نہ بناؤ اُن کی عزت سے کوئی میری عزت کم نہیں ہو جاتی بلکہ اُن کی عزت میری ہی عزت قرار پاتی ہے۔ حالانکہ جب واضح فرما دیا ہے قرآن مجید کی تین چار آیات میں کہ ساری عزت میری ہے تو یہاں تقسیم کردیا تو پتہ چلا کہ یہ وہم بھی نکال دو جب میں خود دیتا ہوں اس سے کوئی شرک نہیں بنتا میں بھی عزت والا ہوں میرے نبی علیہ السلام بھی عزت والے ہیں اور ان کا کلمہ پڑھنے والے بے عزت نہیں وہ بھی عزت والے ہیں۔ اب عزت کے اندر بھی مومنین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ بیان کیا اور یہ شرف ظاہر کردیا کہ کتنا اونچا مرتبہ ہے تمہارا کہ تم نے کلمہ پڑھا ہم نے تمہیں عزتوں کے تاج پہنا دیے ہیں۔

(۶) اطاعت کے لحاظ سے

اللہ تعالیٰ نے اطاعت کے لحاظ سے ان کو سیٹ عطا فرما دی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور جو تم میں مجتہد بن جائے اور اس منصب پر فائز ہو جائے۔ اولی الامر بن جائے اُس کی بھی اطاعت کرو۔

اب اولی الامر نہ تو اللہ ہے اور نہ ہی اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں چونکہ پہلے اُن کا باقاعدہ ذکر آچکا ہے اطیعوا اللہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت

واطیعوا الرسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ اے کلمہ پڑھنے والو تم میں سے ہم نے یہ سیٹ بھی بعض کو دے دی ہے جو منصب اجتھا د پر فائز ہو جاتے ہیں اُن کی بات مانو گے اللہ کی اطاعت کا ثواب تم کو مل جائے گا۔

اب مومن کوئی اللہ نہیں ہے یہ شان اللہ تعالیٰ نے بڑھا کر اس انداز میں دے دی کہ یہاں اطاعت کے اندر بھی اُسکو جو اللہ کی وجہ سے اسکی اطاعت کی جائے گی یہ اسکی اپنی اطاعت نہیں ہوگی یہ سمٹ کے اللہ کے دربار کی طرف چلی جائے گی

(۷) شھادۃ کے لحاظ سے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں شہادت اور گواہی کا ذکر کیا۔ یعنی اللہ کے ایک ہونے پر گواہی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی مومنین کا ذکر فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ

اللہ کے ایک ہونے پر گواہی کس نے دی سب سے پہلے خود اللہ نے دی شھد اللہ اللہ گواہ ہو گیا اور پھر ملائکہ گواہ ہو گئے اور فرمایا پھر اُولُو الْعِلْمِ جن کو تم میں علم آ گیا اللہ نے اُن کی گواہی کو بھی ساتھ شامل فرما دیا تو یہ رب ذوالجلال کی طرف سے ایسا انداز ہے کہ ایمان کی حالت میں ایک بندہ جس وقت کامل بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے صرف خسارے کو ہی دور نہیں کر رہا بلکہ اُس کی عظمتوں کو اجاگر بھی کر رہا ہے۔

اقتصار سے سات ایسی چیزیں میں نے بیان کی ہیں اس کے علاوہ متعدد ایسے منصب ہیں اور شعبہ جات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کے بعد نبی علیہ السلام

کے غلاموں کا تذکرہ اُسی لائن میں فرما دیا۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا

محبوب تمہارے زمانہ نبوت کی قسم سارے انسان گھاٹے میں ہیں مگر جنہوں نے تمہارا اور میرا کلمہ پڑھ لیا ہے وہ گھاٹے میں نہیں ہم نے اُن سے خسارے دور کر دیئے ہیں۔ خسارے دور کر کے اُن کو یہ نظارے عطا کر دیئے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات

یہ اسلام کی جو عظمت ہے اور کلمہ گو ہونا اسکا جو منصب ہے یہ کوئی معمولی سی چیز ہے؟ نہیں نہیں آج کسی مسلمان کو دوسرے کی طرف للچائی نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

رب کعبہ کی قسم ہے امریکہ جیسی کروڑ حکومتیں مل جائیں ایک فقیر مومن کے ایمان کی ویلیو کا اندازہ نہیں لگا سکتیں اُس کی قیمت کا بندوبست نہیں کر سکتیں ایک مومن جس نے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

پڑھا لیا ہے تو یہ کلمہ اُس کو کہاں تک پہنچاتا ہے اور کہاں تک لے جاتا ہے۔

ترمذی شریف جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۲ پر یہ حدیث شریف موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی ہمارے عقیدہ کا گلشن ہے دنیا میں رہتے ہوئے محشر کے واقعات کو یوں بیان کیا جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پہ رائی کا دانہ ہوتا ہے

میرے رسول علیہ السلام ارشاد فرمانے لگے

اِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ

حشر کا میدان ہوگا کروڑوں انسان ہونگے بہت بڑے سٹیج پر میرا ایک امتی اللہ کے دربار میں پیش ہو جائے گا اور اُس کا فیصلہ ہونا شروع ہو جائے گا ساری انسانیت دیکھ رہی ہوگی کہ اس کے ساتھ کیا بنتا ہے۔ رسول علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اُس کے دفتر کھولے جائیں گے تو اُن کی تعداد ننانوے ہوگی۔

وَكُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ

اور ہر رجسٹر اتنا بڑا ہے کہ جہاں تک انسان کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک وہ رجسٹر پھیلا ہوا ہے اتنا موٹا رجسٹر اور ایسے ننانوے رجسٹر اس امتی کے گناہوں کے ہیں جو اللہ کے دربار میں پیش ہو گئے ہیں اب ساری مخلوق دیکھ رہی ہے کہ اب اس بندے کا حشر کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کس انداز میں جہنم میں بھیجتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں رب کائنات اُس کو سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا

اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا

سب کچھ ہوتا تو بعد میں ہے مگر نگاہ نبوت کا کمال یہ ہے کہ سب کچھ بیان پہلے کر دیا ہے۔

اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا

اللہ فرمائے گا اے بندے کیا اس میں سے تو کسی کا انکار کرتا ہے کہ کوئی ان رجسٹروں میں ایک کام بھی غلط رپورٹنگ کی وجہ سے تمہارا لکھا گیا ہو۔ تم نے غلطی نہ کی ہو اور فرشتوں نے لکھ دی ہو۔ ایک بھی کام تمہارا ایسا ہے جس پر تم معذرت کرنا چاہتے ہو۔ کہو کہ یہ غلط لکھا گیا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

اَظَلَمَکَ کَتَبَتِی الْحَافِظُوْنَ

کہیں میرے کراماً کاتبین نے تجھ پہ ظلم تو نہیں کیا کہ تو نے کام نہ کیا ہو لیکن انھوں نے لکھ دیا ہو؟

یَقُوْلُ لَا یَارَبِّ

وہ بندہ کہے گا نہیں یارب انھوں نے کوئی غلطی نہیں کی یہ سارا میرا کیا دھرا ہے۔ اتنا میں برا تھا دن رات گناہوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مکار تھا اور تیرا واقعی سرکش تھا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد مجھ سے کوئی اچھا کام ہو نہیں سکا اور اس طرح میری زندگی بسر ہوتی رہی ہے کہ اتنے ننانوے رجسٹر میرے کرتوتوں سے بھرے ہوئے۔ میں اس میں سے کسی چیز کا بھی انکار نہیں کرتا۔

تو اللہ تعالیٰ دوسرے نمبر پر فرمائے گا۔

اَفَلَکَ عُذْرٌ

اگر انکار نہیں کرتے مانتے ہو کہ سب کچھ کیا ہے تو کیا کوئی معذرت کرنا چاہتے ہو کہ تم یہ کہو کہ یہ ہو گیا تھا۔ بہانہ یہ تھا مجھے پتہ نہیں چلا تو ایسے ہو گیا کوئی عذر کرنا چاہتے ہو تو عذر کر لو کسی کام کی وجہ سے معذرت کر لو کہ کوئی ایسی صورتحال تھی جس سے ایسا کام ہو گیا ایک کام بھی کوئی ایسا بتادو۔

تو یہ شخص کہے گا۔

لَا یَارَبِّ

میرے رب کوئی عذر نہیں جان بوجھ کے سارے کیے کوئی معذرت نہیں۔ میں

کیا کہہ سکتا ہوں مجھے پتہ تھا سب کچھ میں جانتا تھا۔اس کے باوجود میں یہ برائیاں کرتا رہا۔میرا کوئی عذر نہیں تھا جو آج میں پیش کرسکوں۔

اب جس وقت یہ بات سارا میدان محشر سن رہا ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا بندے تجھے تو یاد نہیں۔

اِنَّ لَکَ عِنۡدَنَا حَسَنَۃً

ہماری بینک میں تمھاری نیکی جمع ہے

وَاِنَّہٗ لَاظُلۡمَ عَلَیۡکَ الۡیَوۡمَ

اور میری طرف سے تو کسی پر ظلم ہوتا ہی نہیں۔اور آج تجھ پہ کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔اٹھو اور چل کے دیکھو ترازو کے پاس چل کے کھڑے ہو جاؤ۔تمھارے اعمال کو تولتے ہیں اور دیکھو کہ کیا بنتا ہے۔جس وقت اس کو کہا گیا کہ اٹھو اور دیکھو

اُحۡضُرۡ وَزۡنَکَ

اپنا وزن تو دیکھو تو وہ بے چارہ اتنا شرمندہ ہے کہتا ہے یارب

مَاھٰذِہِ الۡبَطَاقَۃُ؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا کہ تیرا میرے پاس ایک چھوٹا سا کارڈ ہے بطاقہ ایک چھوٹا سا پرزہ تیرا میرے پاس موجود ہے۔اور اس میں ایک تحریر لکھی ہوئی ہے۔

فِیۡھَا اَشۡھَدُاَنۡ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشۡھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ

اس میں یہ تحریر لکھی ہوئی ہے۔اب چلو اپنا وزن تو دیکھو۔

ایک طرف یہ ننانوے رجسٹر رکھیں دوسری طرف یہ کاغذ کا پرزہ رکھیں گے دیکھو

تو صحیح بنتا کیا ہے۔ یہ شخص اتنا حوصلہ ہار چکا ہے۔ کہتا ہے یا رب

مَاهٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ

اتنے رجسٹروں کے مقابلے میں اس چھوٹے سے پرزے کی کیا حیثیت ہے۔ یہ تو ایک رجسٹر کے کروڑویں حصے سے بھی چھوٹا ہے۔ مد بصر تک ایک رجسٹر ہے جبکہ بدیوں کے ننانوے رجسٹر ہیں ادھر یہ ایک چھوٹا سا پرزہ ہے۔ میں کیا دیکھوں گا جا کے یہیں سے مجھے جہنم میں بھیج دے۔ یہ اس کا انداز ہوگا۔

اب وہ یہ سوچتا ہے کہ میرا تو اب کچھ بن ہی نہیں سکتا۔ اتنے زیادہ گناہ میں نیکی ہے کوئی نہیں اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے چلو تو سہی ظلم تم پر نہیں کیا جائے گا۔ اب لوگ دیکھ رہے ہیں۔

فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كِفَّةٍ

ترازو کے ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے۔ اور وہ ترازو اس نوعیت کا ہوگا کہ اتنے بڑے رجسٹر اس میں آسکتے ہیں۔ ایک طرف وہ رکھ دیا جائیگا۔

وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كِفَّةٍ

دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ رکھا جائے گا جس میں وہ کلمہ لکھا ہے جو روزانہ صبح شام پڑھتے ہو۔ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ جونہی رجسٹروں کے مقابلے میں دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ رکھا گیا تو کیا ہوا؟

طَاشَتِ السِّجِلَّاتُ

وہ سارے رجسٹر ہلکے پڑ گئے اور پرزے والا پلڑا بھاری ہو گیا۔

تو اللہ نے اس وقت یہ فیصلہ کر دیا اور فرمایا کہ اللہ کا نام ایسا ہے بھلا اس کے وزن کی کیا چیز ہو سکتی ہے۔ میرے بندے تو گھبرایا ہوا تھا لیکن تیرے سینے میں یہ بات

موجود تھی۔ اس انداز سے حشر کے دن اللہ تعالیٰ اس عظمت کو واضح کرے گا۔ لہذا یہ کلمہ جو ہمیں میسر ہے اسکو پڑھ کے پھر اسکے تقاضے پورے کرنے کا سوچنا چاہیے۔ کبھی یہ مومن کی شان نہیں کہ وہ یہ سوچ کہ میرے پاس تو ہے کچھ نہیں۔ ساری دنیا تو دنیا والے لے گیے ہیں میں بالکل نادار رہ گیا ہوں۔ نہیں نہیں اسے کون نادار کہتا ہے اسکے سینے میں وہ کچھ ہے۔ جو ننانوے رجسٹروں سے بھی بھاری وزن رکھنے والا ہے۔

اب اس مرحلے سے جس وقت انسان آگے گذرتا ہے۔ چونکہ اگر ایمان کے عمل نہیں ہے تو یہ رب کی شان ہے چاہے تو معاف کردے لیکن قانون کے مطابق اگر چاہے تو اس کو جھنم میں بھیج دے اور کلمہ کا اثر پھر بھی رہے گا۔ جس نے نہیں پڑھا وہ دائمی جہنمی ہے۔ جس نے کلمہ پڑھا وہ گناہوں کی سزا لے کر بالاخر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن جھنم میں جانا ہی نہ پڑے اسکے لئے آگے نصاب دے دیا۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَعَمِلُوۡا الصّٰلِحٰتِ

فرمایا جنھوں نے ایمان کے بعد نیک کام کیے ان کو اللہ تعالیٰ دوسرے نمبر پر بڑی کامیابی عطا فرمائے گا۔ مجموعی طور پر ساری صفات جمع ہونگی۔ اب عمل صالح کی حیثیت کو دیکھو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسکو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ جس وقت انسان اپنی قبر میں پہنچے گا۔ اور سوالات کا مرحلہ گذرا جائے گا۔ میرے محبوب علیہ السلام کی قبر میں جلوہ گری ہو چکی ہوگی۔ اور یہ بندہ مومن پہچان چکا ہوگا۔ جب فرشتے پوچھ رہے تھے تم ان کے بارے میں کیا کہتے ہو تو بول رہا تھا۔

غم ہجر میں موت کا منتظر تھا
سنا تھا قبر میں دیدار ہوگا

میں نے تو زندگی کے دن اس ملاقات کے لیے گذارے تھے۔اور اب پوچھتے ہو مجھ سے کہ یہ کون ہیں۔زندگی بھر ان کا نام لیتا رہا رب کی ربوبیت کا بھی بیان ہو گیا دین کی عظمت کا بھی بیان ہو گیا۔محبوب علیہ السلام کی پہچان کا بھی تذکرہ ہو گیا۔ میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

پھر قبر کے اندر ایک انسان جلوہ گر ہو جائے گا۔

یَاتِیَهٗ رَجُلٌ

ایک رجل آجائے گا؛ یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔قبر خود غیب ہے اور یہ ہزاروں کا معاملہ ہے۔میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں قبر میں یَاتِیهِ رَجُل" ایک رجل آئے گا اور وہ قبر میں پہنچے گا تو اسکا تعارف کیا ہوگا اس کی چاہت کیا ہوگی؟

اَحْسَنُ الْوَجْهِ

نہایت ہی خوبصورت ہوگا۔

حَسَنُ الثِّیَابِ

بڑے خوبصورت کپڑوں والا بڑے خوبصورت چہرے والا

طِیْبُ الرِّیْحِ

اور اچھی خوشبو والا اچانک قبر میں رونما ہو جائے گا۔قبر والا دیکھ کے بڑا تعجب کرے گا۔اور کھل اٹھے گا اور کہے گا۔

مَنْ اَنْتَ؟

تم کون ہو۔ یہ کہے گا۔

اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ

خوش ہو جائے قبر والے میں تمھیں یہ بشارت دینے آیا ہوں۔

هٰذَا یَوْمُکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُوْعَدُ

یہ وہ دن ہے کہ جس کے وعدے قرآن نے کیے تھے۔ جو نیکی کرے گا قبر میں اس کے لیے جنت کے دو روازے کھل جائیں گے۔ اب میں تجھے بشارت دینے کے لیے آ گیا ہوں۔ یہ پھر پوچھتا ہے بتاؤ تو سہی تم ہو کون؟ یہاں تو کوئی آ ہی نہیں سکتا یہ دیوار ہی ایسی ہے جہاں سے بھائی بھی پیچھے پلٹتے ہیں اور بیٹے بھی پیچھے چلے جاتے ہیں۔ جگری دوست اس دیوار کو کراس نہیں کر سکتے۔ بڑے بڑے رشتوں کے آہنی بند اس موت کی گرمی سے پگھل جاتے ہیں۔ اور بڑی پکی دوستیوں کے پیوند ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

وہ اٹھا کے لے جاتے ہیں اور چھوڑ کے آ جاتے ہیں۔ اب قبر کا مکیں پوچھتا ہے۔ یہاں تو کوئی آ ہی نہیں سکتا۔ صرف میرے دل کے محبوب آ سکتے تھے انکی تو جلوہ گری ہوگی تم بتاؤ تم کون ہو اور کیسے آ گئے ہو۔ تمھارا چہرہ دیکھنے سے لگ رہا ہے کہ تم اچھی نیت سے آئے ہو۔ مگر تم یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو۔

جس وقت قبر کا مکین یہ پوچھے گا تو آگے سے جواب ملے گا۔

بڑا قیمتی جواب ہے اور آج یہ دل کی تختی پر لکھنے والا جواب ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں وہ انسان جو قبر میں نوری پیکر ہے۔

خوبصورت ہے وہ قبر کے مکین کو کہے گا۔

انَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ

اے بندے میں تیرا نیک عمل بن کے آیا ہوں

میں تیرا نیک عمل ہوں وہ دنیا کی تیری نیکی وہ دنیا کی تیری پرہیزگاری وہ دنیا کا تیرا تقویٰ وہ تیری سحر گاہی وہ اللہ کے دربار میں سجدے وہ تیرے ہاتھوں کا صدقہ خیرات وہ تیرا میدان جہاد میں کفار کو بچھاڑنا اور وہ تیرا حج اور وہ تیرے لب کا درود سلام وہ تیری آنکھوں کا آنسو وہ تیرا قرآن مجید کا مطالعہ وہ تیرا فہم دین کورس اور وہ تیری بندگی کے سارے ضابطے

اِنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ

اے بندے گھبرا نہیں میں تیری نیکی ہوں تجھ سے ملنے آئی ہوں

اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحٰتِ

جو ایمان لے آئے اور انھوں نے نیک کام کیے۔ عمل صالح کتنا بڑا ذریعہ ہے عمل صالح کتنا بڑا سہارا ہے۔ اور عمل صالح کا کتنا بڑا فائدہ ہے۔ جہاں اور کوئی نہیں جاسکتا تھا۔ وہاں بھی پیچھے جاتا ہے۔ پیچھے پہنچتا ہے۔ محبوب علیہ السلام نے غیب کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ ہمارا تو سو فیصد یقین ہے کہ بالکل سچ بیان فرماتے ہیں۔ اور جب ایک وحی یوحیٰ کی تار نہیں ملتی اس وقت تک تو میرے محبوب علیہ السلام کی زبان نہیں کھلتی۔ اس زبان سے یہ اعلان کر رہے ہیں۔

وہ رجل یقیناً قبر میں آتا ہے۔ آ کے بتاتا ہے۔ اب آج ہم اپنے دوستوں کے ساتھ گپیں لگاتے ہوئے۔ دن گذار دیتے ہیں۔ رات گذار دیتے ہیں۔ یہ تو بے وفائی

کی دوستی ہے۔ قبر پر جا کے ٹوٹ جائے گی۔ اگر پہلے نہ بھی ٹوٹی قبر تک جا کر ختم ہو جائے گی۔ مگر عمل صالح کی دوستی وہ ہے جو قبر میں بھی ساتھ رہے گی۔

تو آج رمضان المبارک کا یہ وقت فہم دین کورس کا یہ افتتاحی سیشن اسمیں ہمیں یہ تجیہ کرنا ہے کہ مومن کا مقصد حیات کیا ہے۔ سب سے پہلے ایمان اس کو میسر ہے۔ پھر عمل صالح کے لیے دن رات گذار دینا۔ اسی چاہت میں رہنا ہر وقت یہ سوچنا کہ کون کونسے کام ہیں۔ جو کروں گا تو رب مسکرائے گا اور راضی ہو جائے گا۔ ہر وقت اسی تڑپ میں رہتا ہے۔ اور اسی تلاش میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنا پسند کر لیتا ہے کہ اب اس ماحول میں جہاں کسی کے لیے کوئی پرسان حال نہیں اللہ نے عمل کو اچھی صورت دیکر بھیجا ہے۔

اے تہجد اپنے بندے کے پاس جا جو تجھے پڑھتا تھا۔ اس کو جا کے دلا سا دے۔ تلاوت قرآن مجید اچھے کپڑے پہن لے اور خوبصورت بن کے قبر میں پہنچ جا۔ یہ انسان بیس رکعت تراویح میں پڑھتا تھا تجھے سنتا تھا اس نے زندگی بھر تجھے پڑھنے میں پڑھانے میں گذاری تھی۔ قرآن جا کے اس کو ایک پیغام دے دو۔

اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ

قبر کے اس ماحول میں بندے کا نیک عمل اس کی ملاقات بھی کرے گا اور خوشخبری بھی سنائے گا۔

یہاں ضمناً یہ بات بھی عرض کر دوں کچھ لوگوں کے چھوٹے چھوٹے ضابطے ہیں۔

جب رسول اکرم ﷺ کو رجل کہا جائے۔ رجل عربی زبان میں مرد کو کہتے ہیں۔ تو وہ فوراً بول اٹھتے ہیں اگر نور ہوتے تو رجل کیوں کہا جاتا۔ نور ہوتے تو لفظ رجل

کیوں بولا جاتا۔

حدیث دیکھو نماز نور ہے لیکن لفظ کیا ہے یاتیہ رجل قبر میں ایک رجل آتا ہے۔تو پتہ چلا رجل کبھی مٹی کا بھی ہوتا اور رجل کبھی نور کا بھی ہوتا ہے۔اور اس انداز میں اسکا ظہور ہوتا ہے کہ وہ آتا ہےاور مشکلیں حل بھی کر دیتا ہے۔

اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ

قبر والے خوش ہو جا میں تجھے خوشی کا پیغام دینے آیا ہوں۔

محتشم سامعین حضرات

جس وقت انسان کو یہ صورتحال عمل صالح کی میسر ہے۔اس کی وجہ سے اس کی زندگی میں بہار ہےاور انقلاب ہےاور اسمیں اگر کسی طرح کی کوتاہی ہوگئی تو پھر اس کو جو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔اس کا انداز بیان بھی اس طرح کا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔جس وقت انسان عمل صالح کی حیثیت کو بھول جاتا ہے۔اس وقت ھلاکتیں دنیا میں بھی ہیں عقبی میں بھی ہیں۔اور حقیقی مومن کو اللہ تعالی دنیا میں بھی بہار دیتا ہے برزخ کا ماحول بھی ایک علیحدہ زندگی کا ہوتا ہے۔اٹھتا ہےتو فردوس کے بالاخانے اس کے قدم چومنے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔

الزواجر کی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۸۵ پر رسول اکرم ﷺ کا فرمان موجود ہے۔

آج ہمارے سامنے جو مختلف مسائل ہیں۔وہ اس وجہ سے ہیں کہ ایمان کی کمزوری ہے۔ایمان کی کمزوری نہ رہےتو کوئی کمزوری باقی نہیں رہے گی۔اسواسطے کہ جو حبیب قلوب ہیں۔اور طبیب قلوب ہیں۔انھوں نے اس وقت چیک اپ کر کے بتا دیا تھا۔کہ کیا کیا ہو جائے گا کیسے عمل کی کمی آجائے گی۔اور اس عمل کی کمی کی

کی دوستی ہے۔ قبر پر جا کے ٹوٹ جائے گی۔ اگر پہلے نہ بھی ٹوٹی قبر تک جا کر ختم ہو جائے گی۔ مگر عمل صالح کی دوستی وہ ہے جو قبر میں بھی ساتھ رہے گی۔

تو آج رمضان المبارک کا یہ وقت فہم دین کورس کا یہ افتتاحی سیشن اسمیں ہمیں یہ تجیہ کرنا ہے کہ مومن کا مقصد حیات کیا ہے۔ سب سے پہلے ایمان اس کو میسر ہے۔ پھر عمل صالح کے لیے دن رات گذار دینا۔ اسی چاہت میں رہنا ہر وقت یہ سوچنا کہ کون کونسے کام ہیں۔ جو کروں گا تو رب مسکرائے گا اور راضی ہو جائے گا۔ ہر وقت اسی تڑپ میں رہتا ہے۔ اور اسی تلاش میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنا پسند کر لیتا ہے کہ اب اس ماحول میں جہاں کسی کے لیے کوئی پرسان حال نہیں اللہ نے عمل کو اچھی صورت دیکر بھیجا ہے۔

اے تہجد اپنے بندے کے پاس جا جو تجھے پڑھتا تھا۔ اس کو جا کے دلا سا دے۔ تلاوت قرآن مجید اچھے کپڑے پہن لے اور خوبصورت بن کے قبر میں پہنچ جا۔ یہ انسان بیس رکعت تراویح میں پڑھتا تھا تجھے سنتا تھا اس نے زندگی بھر تجھے پڑھنے میں پڑھانے میں گذاری تھی۔ قرآن جا کے اس کو ایک پیغام دے دو۔

اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ

قبر کے اس ماحول میں بندے کا نیک عمل اس کی ملاقات بھی کرے گا اور خوشخبری بھی سنائے گا۔

یہاں ضمناً یہ بات بھی عرض کر دوں کچھ لوگوں کے چھوٹے چھوٹے ضابطے ہیں۔

جب رسول اکرم ﷺ کو رجل کہا جائے۔ رجل عربی زبان میں مرد کو کہتے ہیں۔ تو وہ فوراً بول اٹھتے ہیں اگر نور ہوتے تو رجل کیوں کہا جاتا۔ نور ہوتے تو لفظ رجل

کیوں بولا جاتا۔

حدیث دیکھو نماز نور ہے لیکن لفظ کیا ہے کیا جیء رجل قبر میں ایک رجل آتا ہے۔ تو پتہ چلا رجل کبھی مٹی کا بھی ہوتا اور رجل کبھی نور کا بھی ہوتا ہے۔ اور اس انداز میں اسکا ظہور ہوتا ہے کہ وہ آتا ہے اور مشکلیں حل بھی کر دیتا ہے۔

اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ

قبر والے خوش ہو جا میں تجھے خوشی کا پیغام دینے آیا ہوں۔

محتشم سامعین حضرات

جس وقت انسان کو یہ صورتحال عمل صالح کی میسر ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی زندگی میں بہار ہے اور انقلاب ہے اور اسمیں اگر کسی طرح کی کوتاہی ہوگئی تو پھر اس کو جو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس کا انداز بیان بھی اس طرح کا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس وقت انسان عمل صالح کی حیثیت کو بھول جاتا ہے۔ اس وقت ہلاکتیں دنیا میں بھی ہیں عقبی میں بھی ہیں۔ اور حقیقی مومن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی بہار دیتا ہے برزخ کا ماحول بھی ایک علیحدہ زندگی کا ہوتا ہے۔ اٹھتا ہے تو فردوس کے بالاخانے اس کے قدم چومنے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔

الزواجر کی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۸۵ پر رسول اکرم ﷺ کا فرمان موجود ہے۔

آج ہمارے سامنے جو مختلف مسائل ہیں۔ وہ اس وجہ سے ہیں کہ ایمان کی کمزوری ہے۔ ایمان کی کمزوری نہ رہے تو کوئی کمزوری باقی نہیں رہے گی۔ اسواسطے کہ جو حبیب قلوب ہیں۔ اور طبیب قلوب ہیں۔ انھوں نے اس وقت چیک اپ کر کے بتا دیا تھا۔ کہ کیا کیا ہو جائے گا کیسے عمل کی کمی آجائے گی۔ اور اس عمل کی کمی کی

وجہ سے کیسے خسارے ہونگے جوانسان کامیاب زندگی گذارنا چاہتا ہے۔اپنے مقصد حیات کو پانا چاہتا ہے۔

محبوب علیہ السلام فرمارہے ہیں جو ہم نے نشاندہی کی ہے ان وادیوں سے بچ کے رہو گے تو زندگی کا مقصد مکمل ہو جائے گا۔

کیا حکمت بھرا جملہ ہے۔بیہقی نے اسکو دلائل میں اور حاکم نے اس کو اپنی مستدرک میں ذکر کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَاظَهَرَتْ الْفَاحِشَةُ فِىْ قَوْمٍ قَطُّ يَعْمَلُ بِهَا فِيْهِمْ اِلَّاظَهَرَ فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَ وْجَاعُ الَّتِىْ لَمْ تَكُنْ فِىْ اَسْلَافِهِمْ.

کتنا روشن جملہ ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جس قوم کے اندر فحاشی آئے گی اس قوم میں بندوں کو وہ درد ہونگے جن کا کبھی نام بھی نہیں سنا گیا تھا۔لَمْ تَكُنْ فِى اَسْلَافِهِمْ۔ باپ دادا کو وہ مرض کبھی لگا ہی نہیں تھا۔انسان اس بیماری کا نام ہی نہیں جانتا۔ کب پیدا ہوگی فرمایا جب فحاشی آئے گی عریانی آئے گی بے حیائی آجائے گی۔عورتیں ننگے سر پھریں گے۔بے حجاب رہیں گی۔اس وقت نہ چہرے کا پردہ ہوگا نہ بالوں کا پردہ ہوگا جس وقت معاشرے کے اندر انسان کی آنکھ صاف نہیں رہے گی اور فحاشی کا لاوا پھٹ جائے گا تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں عمل صالح کی نفی کی وجہ سے کیا ہوگا وہ درد ہونگے جن کا کبھی نام بھی نہیں سنا ہوگا۔

طاعون کا مرض آسکتا ہے۔درد آسکتے ہیں۔آج تم خود مشاہدہ کررہے ہو ایسی ایسی بیماریاں جنم لے رہی ہیں آج سے پہلے کا انسان جب سائنس کے نام کی کوئی چیز نہ

تھی وہ بیماریوں سے محفوظ تھا۔ آج ترقی بھی ہوگئی لیکن مسلسل ایسی بیماریاں آرہی ہیں۔ تو ھلاکت اس وجہ سے آگئی ہے کہ عمل صالح میں کمی کی وجہ یہ سزا کا ایک سلسلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف نئی بیماریوں کی شکل میں سامنے آجاتا ہے۔

دوسرے نمبر پر میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

مَامَنَعَ قَوْمٌ اَصْدِقَاءَ اِلَّا مَنَعَ الْمَطْرَمِنَ السَّمَاءِ

جو قوم زکواۃ دینے سے انکار کردیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بارشیں برسانے سے انکار کردیتا ہے۔

لَوْلَا الْبَھَائِمُ لَمْ یُمْطَرُوْا

اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو اللہ کبھی بھی بارش نہ برساتا اب جو کچھ آتی ہے تو ان حیوانوں کی وجہ سے یا زکوٰۃ دینے والے انسانون کی وجہ سے باقی کا بھی گذارہ ہورہا ہے ورنہ یہ عمل ایسا ہے جس وقت کثرت سے لوگ ادائیگی زکواۃ سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کے دروازے بند کردیتا ہے۔ اور اس قوم کو آزمائش اور ابتلا میں مبتلا فرمادیتا ہے۔

عمل صالح کی نفی کیسے ہوتی ہے فرمایا۔

مَابَخَسَ قَوْمٌ اَلْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا اُخِذُوْا بِالسِّنِیْنَ

آج اقتصادی معاملہ ہے لوگ اور تو سوچتے ہیں کہ کہیں وہ ہم سے ناراض ہوگیا ہے اسواسطے ہماری معیشت تنگ ہوگئی ہے۔ اب ہمیں ورلڈ بینک سے کچھ نہیں مل رہا۔

مومن کی یہ شان ہے کہ وہ بندوں کی ناراضگی کا نہیں اللہ کی ناراضگی کا کھوج لگاتا ہے۔ ایسا تو نہیں ہوا کہ ہم سے کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہے۔ جس سے رزق کی برکت اٹھ گئی ہے کروڑوں کی حیثیت ہزاروں میں بھی نہیں آرہی۔ آخر وجہ کیا ہے میرے

محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

مَابَخَسَ قَوْمٌ الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا اُخِذُوْابِالسِّنِیْنَ

جس قوم کے اندر کم تولا جاتا کم ناپا جاتا ہے تو اس قوم پر قحط مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جس وقت عمل صالح کی یہ شق معاملات میں امانت اور عدالت فوت ہو جائیگی پھر خود مسائل بھوک کے آ جائیں گے۔ اقتصادی حالت کے معیشت اور معاشرت کے مسائل سامنے آ جائیں گے۔

ہمارا بحیثیت مومن سب سے پہلا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم پہلے ان اسباق کو دیکھیں کہ جن کو سرکار پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اگر چاہتے ہو کہ قحط سے بچ جائیں۔ اگر چاہتے ہو کہ نحوستوں سے محفوظ ہو جائیں۔ اگر چاہتے ہو کہ نئی نئی بیماریوں سے محفوظ ہو جائیں۔ تو پھر وہ کام کرو جو علاج سرکار نے بیان کیے ہیں۔ معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ کب بنے گا جب طہارت ہوگی تقویٰ ہوگا بے حیائی نہیں ہوگی۔ عریانی فحاشی کا دور دورہ نہیں ہوگا۔ جب ناپ تول کے پیمانے مکمل ہونگے۔ جھوٹی قسمیں اٹھا کے سودے نہیں بیچے جائیں گے۔ جب تاجر صادق اور صدوق ہوگا تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ گلی گلی محلے محلے رحمتوں کے جلوس نازل فرمادے گا۔

محتشم سامعین حضرات

اس سے اگلا مسئلہ اس سے بھی بڑا سخت ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی بنیاد پر ایک قحط پڑتا ہے دوسرا جور سلطان۔ جب قوم خائن ہو جاتی ہے اسے اپنے بادشاہوں کے ظلم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے اقتدار والے لوگوں کے جبر و تشدد کا مشق ستم بن جاتے ہیں۔ اس بنیاد پر

کہ خود انہوں نے اس بنیاد پر اپنے آپ کو یوں بگاڑ لیا ہے۔ اور یہ کام انھوں نے شروع کر دیے ہیں۔ اور پھر میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَلَا حَکَمَ اُمَرَاءُ ھُمْ بِغَیْرِ مَاانْزَلَ اللّٰہُ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ عَدُوَّھُمْ

یہ سب سے زیادہ چشم کشا معاملہ ہے ہمارے لئے اور آج کے اجتماعی مسائل کو سرفہرست سمجھنا چاہیے۔ میرے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جس وقت میری امت کے بادشاہ میرے قانون کو چھوڑ کر اپنے فیصلے لاگو کریں گے اور اللہ کے اتارے ہوئے قانون قرآن کو بند کر کے عدالتوں کچہریوں میں تھانوں میں ملک میں اپنی باتیں منوالیں گے تو کیا ہوگا؟ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ عَدُوَّھُمْ

ان مسلمانوں پر اللہ دشمن کو مسلط کر دے گا۔

مسلمانوں پر دشمن راج کرنے آجائے گا۔ دشمن مسلط ہو جائیں گے کب؟ فرمایا جب مسلم امہ کے حکمران مَاانْزَلَ اللّٰہ کو پس پشت ڈال دیں گے۔ قرآن کے فیصلے جب نہیں ہونگے۔ قرآن مسجد کی الماریوں میں بند ہو کے رہ جائیگا۔ اس وقت کیا ہوگا فرمایا اس وقت اللہ دشمن کو مسلط کر دے گا۔ کیا کسی ایک بات کا بھی کوئی انکار کر سکتا ہے۔

یہ میرے محبوب علیہ السلام کا وہ خطبہ ہے۔ جو صفا کی چوٹیوں سے صفہ کی فضاؤں سے امت کے دلوں میں آج بھی اپنے اثر کو مرتب کر رہا ہے اور یہ ہی فہم دین کا تقاضا ہے۔ اور یہ ہی مومن کا مقصد حیات ہے کہ اپنی زندگی سے ہر اس کانٹے کو کاٹ کے جڑیں نکال دے جس سے سرکار نے منع کیا ہے اور ہر وہ پھول جسکو دل کے آنگن میں لگانے کا نبی علیہ السلام نے حکم فرمایا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام نے اس کی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے۔ارشاد فرمایا
آج جو کچھ ہمارے سامنے ہے اس نگاہ نبوت نے کب سے دیکھا فرمایا ایک
دن امت مسلمہ پر دشمن مسلط ہو جائیگا۔دوسرا

فَاسْتَنْقَذُوْا بَعْضَ مَافِی اَیْدِیْهِمْ

وہ اتنا مسلط ہو جائے گا کہ وہ ان سے لقمہ بھی چھین کے لے جائے گا۔
آج جو عراق کے تیل کے ساتھ سلوک ہو رہا ہے۔مسلم امہ کے سرمائے اور
وسائل کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔اور میرے محبوب علیہ السلام کے یہ جملے دیکھو
اور پھر اس مرض کو دور کرنے کا سوچو کہ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔جب
ہمارے نظام سے بغاوت کرو گے اور اسکو چھوڑ دو گے تو پھر یہ ہوگا کہ دشمن آجائے گا۔
اور تو اور رہا گھروں میں جو پڑا ہے وہ لوٹ کے لے جائے گا۔وہ تو دور کی بات ہے
جو لقمہ منہ میں لے کے تم کھانے کو تیار بیٹھے ہو وہ بھی چھین کے لے جائیں گے۔اور تم
دیکھتے اور تکتے رہ جاؤ گے یہ صورتحال تم دیکھ رہے ہو کیا ہو رہا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ

اگر تم چاہتے ہو کہ خسارے سے بچ جاؤ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تو پھر
ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرو عمل صالح کرو گے تو دوسرا کامیابی کا ثبوت آجائے گا۔

محتشم سامعین حضرات!

اسکا آخری جملہ یہ تھا

مَا عَطَّلُوْا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِیِّهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَیْنَهُمْ

جس وقت میری امت میں قرآن وسنت کو معطل کر دیا جائے گا۔قرآن کو محض

قسمیں اٹھانے کے لیے بنالیا جائے گا۔ان سے مسئلہ نہیں پوچھا جائے گا۔ان سے فیصلہ نہیں کروایا جائے گا۔فیصلہ عنصر کے قانون سے کروائے جائیں گے تو کیا ہوگا، میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اِلَّا جَعَلَ اللّٰہُ بَاسَھُمْ بَیْنَھُمْ

مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہو جائیگی۔آپس میں لڑائی شروع ہو جائے گی۔تو یہ سارے امراض اور انکا علاج بیان کر دیا گیا ہے۔وہ مریض کتنا بے وقوف ہے کہ جس کی بیماری کا بھی ذکر کر دیا جائے اور علاج بھی بتا دیا جائے اور پھر بھی وہ بیمار ہوتا رہے اور اپنی صحت کا نہ سوچے اس سے گیا گزرا اور کون انسان ہوسکتا ہے۔یہ فہم دین کورس ہمارے دل کی دھرتی پر دستک دے رہا ہے کہ ہم نے ان ساری بیماریوں سے اللہ کے فضل سے بچنا ہے اور کچھ لوگ بچے ہوئے ہیں لیکن ابھی بہت سا کام باقی ہے۔تو یہ ہمارے نبی علیہ السلام کا فرمان ہے جو ہمارے ایمان کی جان ہے۔اور اس نے ہمیں واضح کر دیا ہے۔اگر تم چاہتے ہو تو پھر

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ

باقی تو انسان خسارے میں ہے لیکن ایمان کے ساتھ جس وقت عمل صالح کی طرف آجاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اس قدر نواز دے گا کہ اس کی وجہ سے ہر لحہ برکت کی خوشبو کا بن جائے گا۔اور ہر طرف اللہ تعالیٰ بہار ہی بہار عطا فرما دے گا۔

محتشم سامعین حضرات:

اس مجموعی صورتحال کے لحاظ سے اب دو لفظ اس کے باقی رہ گئے۔لیکن بحث بڑی طویل ہے میں اس وقت اس کو مختصر کرنا چاہتا ہوں۔

اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

وہ کامیاب ہیں جو ایمان بھی لے آئیں اور متقی بھی بن جائیں مگر صرف خود ہی نہیں اوروں کو بھی متقی بنائیں۔

خود سراپا نور بن جانے سے کب بنتا ہے کام
تجھ کو اس ظلمت کدے میں نور پھیلانا بھی ہے
حق نے کردیں دھری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

اے عظیم لوگوں یہ بات سن رہے ہو۔اے عظیم پردے کی حامل خواتین اے مسلم امہ کی دختران یہ بات تمھارے لئے بھی پوری زندگی کا ایک نصاب ہے۔اے عظیم رجال یہ ہمارے ہر وقت کا نصاب ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور اللہ کے قرآن نے لازم کردیا ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

لوگوں کو بچانے کے لیے کردار ادا بھی کرو ڈوبنے والے ڈوبتے رہیں تم اپنا مصلّٰی سمیٹ کے کسی کونے میں بیٹھے رہو تو اللہ تعالیٰ ایسے تقویٰ کو پسند نہیں کرتا وہ تب پسند کرتا ہے جب تم بر سر میدان آجاؤ۔اور گندگی ونحوست کے میدان میں کھڑے ہوکر اللہ کا پیغام سناؤ کوئی مانتا ہے مان جائے نہیں مانتا نہ مانے موذن کا کام آذان پڑھنا ہے۔نمازی آئے پھر بھی بھلا ہے نہ آئے پھر بھی تو اس نے حق ادا کردیا اسواسطے حق کا علمبردار بن کے جو سنا سمجھا ہے اس کو یاد کر کے آگے آپ نے کردار بھی ادا کرنا ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہماری نیکی کو جو کر سکے ہیں محفوظ کردے گا۔اسمیں عظمتیں

دے گا ترقی ہوگی۔ اور اسکی وجہ سے اوروں کی زندگی بھی سنور جائے گی۔

اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ نے مثال دیکر سمجھا دیا۔

مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ وَالْوَاقِعُ فِیْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِیْنَةً

مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۴۳۶ رواہ البخاری

کچھ لوگ ہیں جو گناہ میں ڈوبے ہوئے ہیں کچھ وہ ہیں جو پارسا ہیں کنارے پہ کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ ان کی مثال کیا ہے فرمایا جس طرح کہ ایک بحری جہاز ہوتا ہے۔ اسکے دو طبقے ہیں ایک نیچے پانی میں اور دوسرا اوپر ہے۔ اب دونوں نے اپنا اپنا حصہ ہے۔ یہ ہماری پالیسی کا جملہ ہے۔ اپنے گھر میں چھج بجائے یا چھانتی ہم کوئی دخل نہیں دیں گے۔

یہ اسلام کا جملہ نہیں ہے۔ یہ دین کا پیغام نہیں ہے۔ یہ کس طرح ہمیں سوچنا ہوگا میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں سوسائٹی میں دو طبقے ہیں ایک نیکوں کا ہے دوسرا بُروں کا ہے اور یہ مثال ہے کہ جسطرح بحری جہاز سمندر میں چل رہا ہے۔ ایک حصہ نچلا ہے دوسرا اوپر والا ہے نچلے لوگوں کو پانی کی ضرورت پڑتی ہے اوپر جاتے ہیں ڈول لٹکاتے ہیں۔ پانی لیکے آجاتے ہیں۔ اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ بار بار آرہے ہیں۔ نچلے بھی تنگ آگئے چلو ٹھیک ہے اوپر والے پانی نہیں لینے دیتے تو ہم یہاں سے ہی سوراخ کر لیتے ہیں۔ آخر یہ ہمارا حصہ ہے۔ جو چاہیں کریں۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کیا ہوا

فَاَخَذَ فَاساً

نچلے طبقے میں ایک شخص نے کلہاڑا پکڑ لیا

فَجَعَلَ یَنقُرُ اَسفَلَ سَفِینَۃِ

اس نے کشتی کے اندر سوراخ کرنا شروع کر دیا جس وقت سوراخ شروع ہوا تو اوپر والوں کا امتحان آ گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ تو سوراخ کر رہا ہے۔ اب اگر یہ پالیسی ہو کہ چھج بجائے یا چھانی ہم یہاں بیٹھے رہیں گے تو کیا ہوگا سوراخ کرلے گا۔ پانی داخل ہوگا۔ صرف نچلے ہی نہیں اوپر والے بھی ڈوبیں گے۔ سب ڈوب جائیں گے۔ سب فنا اور تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اگر وہ اوپر والے آ گئے اور اَخَذُوْ اعَلٰی یَدَیْہِ اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا کہ ہوش کر بھائی یہ کیا کرنے لگا ہے۔ ہمیں بھی ڈبو دے گا خود بھی ڈوب جائے گا۔ پانی اوپر آ کے لے لیا کرو یہ سوراخ نہ کرو۔ فرمایا

اِنْ اَخَذُوْ اعَلٰی یَدَیْہِ اَنْجَوْہُ وَ نَجَّوْ ا اَنْفُسَھُمْ

اگر وہ ہاتھ پکڑ لیں گے خود بھی بچ جائیں گے اگر نہیں پکڑیں گے تو وہ بھی مر جائے گا یہ بھی مر جائیں گے۔ اب یہ حدیث گھنٹوں بحث کی مستحق ہے۔ یہ میرے محبوب علیہ السلام کا ایک ایک جملہ کہ جس میں معنی کے کئی سمندر موجود ہیں۔ اور یہ سارا سمٹ کے ایک مثال میں مسئلہ سامنے آ گیا۔

زمانے میں جو متقی پرہیز گار ہے اس کا تقویٰ بھی تب برقرار رہے گا اور ثواب بھی ملے گا۔ جب وہ بروں کو سمجھانے کے لیے کردار ادا کرے گا۔ اگر کہے کہ وہ بُرا ہے تو اپنے گھر میں چلے مجھے کیا ہے۔ نہیں نہیں پھر جب ماحول ڈوبے گا تو سب کو لے ڈوبے گا۔ اس سلسلے میں جو لوگ اس امت کے بحری جہاز میں دن رات سوراخ کر رہے ہیں عریانی کے ساتھ فحاشی کے ساتھ حرام خوری کیساتھ بداعتقادی کے

ساتھ اور امریکہ نوازی کے ساتھ اور مختلف معاملات کے ساتھ اگر اس سوراخ کو نہ روکا گیا۔ تو کیا ہوگا پانی داخل ہوگا۔ پانی داخل ہوا تو سارا جہاز بھر جائے گا۔ جب بھرے گا تو سب ڈوب جائیں گے۔

پھر دیکھ لیا سلسلہ تم آج کہتے ہو کہ بچے چھوٹے چھوٹے سکولوں میں تھے وہ کیسے چلے گئے۔ پانی بھرتا ہے تو سب ڈوب جاتے ہیں۔ قبل اس کے کہ سوراخ ہو جائے۔ اپنا کردار ادا کرو اور وہ ظالم جو سوراخ کر رہے ہیں ان کے ہاتھ پکڑ کے ان سے درخواست کرو کہ اپنا اپنا حق اپنی جگہ سے وصول کرتے رہو۔ لیکن وہ کام نہ کرو جس سے پوری امت کے تباہ و برباد ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے۔

محتشم سامعین حضرات

یہ پیغام رب ذوالجلال کا اور یہ پیغام آمنہ کے لال حضرت محمد ﷺ کا ہے ہم نے ان کا کلمہ پڑھ کے یہ اقرار کیا ہے یہ عہد کیا ہے کہ اے محبوب جو تمھارا فرمان ہوگا۔ وہ ہمارا ایمان ہوگا۔ اس پر رہیں گے اس پر چلیں گے۔ آج وقت امتحان آیا ہے مختلف قسم کی جو دلکش چیزیں آ رہی ہیں مومن کا جی بھی کبھی للچاتا ہے لیکن حقیقی مومن ادھر نہیں دیکھتا۔ جب بھی دیکھتا ہے تو کعبہ کے نور کی طرف گنبد خضراء کی ہریالی کی طرف دیکھتا ہے

آج اس گفتگو میں یہ بات بھی بڑی قابل غور ہے۔ ہم اب اس کورس کو ختم کر رہے ہیں۔ چھوٹا سا کورس تھا یہ سوچو تو سہی کہ ان چھبیس دنوں میں جو لذتیں آپ نے لوٹیں ان لوگوں کا حال دیکھو جو دس سال یہ پڑھتے ہیں۔ اور درس نظامی کو مکمل کرتے ہیں۔ اور پھر آخری سانس تک ہی پڑھاتے رہتے ہیں۔

تو میری آپ سے یہ درخواست بھی ہے کہ اس امت کا آپ پر یہ حق ہے کہ اپنا

ایک ایک بیٹا تو دین کا پیشوا بنا دو۔ دین کے سپیشلسٹ ختم ہو گئے باقی سپیشلسٹ کی بھی ضرورت ہے لیکن یہ دین تو مقدم ہے۔ اس کے سپیشلسٹ کہاں گئے ۔ چھوٹے چھوٹے کورس آج لوگ پڑھا کے تیار ہوتے ہیں۔ تو ذائقہ وہی ہوتا ہے۔ جو برائیلر مرغ کا ہوتا ہے۔ کوئی علم میں ذائقہ نہیں اور کوئی بات میں لذت ہی نہیں۔ لیکن جس وقت تفصیل کے ساتھ وقت گزارا جائے گا۔ پھر علم سے نور چمکے گا۔ اسواسطے ہم نے اس سلسلہ کا مستقل پلیٹ فارم لاہور میں قائم کر رکھا ہے۔ جامعہ جلالیہ کے نام سے اور اب ایک اور صراط مستقیم کے نام سے ایک جامعہ کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اپنے بچوں کو ہمارے حوالے کر دو ان شاء اللہ تمھاری امانت میں خیانت نہیں ہو گی دس سال تک جب پڑھ کے نکلیں گے تو وہ جب بولیں گے تو لگے گا رازی غزالی بول رہے ہیں۔ اللہ کے فضل سے یہ سوز بٹے گا۔ تو ایک تو یہ بات بڑی قابل غور ہے۔ اور ماؤں بہنوں کو بھی اس سلسلے میں ضرور سوچنا چاہیے۔ ٹھیک ہے کسی کو پائیلٹ بنا دو لیکن ایک کو تو دین کا بھی جہاز ران بنا دو جو امت کی کشتی کی نگرانی کرتا پھرے اور اس میں امانت کے لحاظ سے اپنا فریضہ سرانجام دیتا رہے۔

دوسری گفتگو یہ ہے کہ

اس وقت اس کورس میں جتنے لوگوں نے شرکت کی ان سے یہ پیغام بھی قابل غور ہے کہ تم یہ پڑھا سنا سمجھا اس کے بعد اب آپ پہ بوجھ آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمِمَّا رَزَقْنَا هُمْ يُنْفِقُوْنَ

اللہ فرماتا ہے میں ان لوگوں کی تعریف کر رہا ہوں جو متقی ہیں سب کچھ کرتے

ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا اس سے خرچ بھی کرتے ہیں۔تو امام بیضاوی کہتے ہیں۔
مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ رِزْق سے مراد علم دین بھی ہے کہ جو ہم جس کو رزق دیں وہ اس کو
سنبھال کے بیٹھ نہ جائے۔کہ اب اس کو ہوا نہیں لگنے دوں گا۔اس پر اس کی زکوٰۃ فرض
ہوگئی ہے۔اب بولے جہاں بیٹھا ہے جو آتا ہے وہ بیان کرے اب بیان کرنا لازم
ہوگیا ہے۔یہ علم تم نے سیکھا اب اس کی زکوٰۃ بھی نکالتے رہا کرو۔روزانہ جہاں بیٹھتے
ہو دفتر میں دکان میں کھیت میں کھلیان میں گلی مکان میں جہاں بھی بیٹھتے ہو۔اب اس
کی زکوٰۃ فرض ہے۔جتنے دروس تم پڑھ لیے ہیں اسکی ساری ذمہ داری آپ پر ہے۔
اس میں ایک ایک کیسٹ کو سنیں اور یاد کر کے اسکا درس دینا ہے۔اگر آپ نے زکواۃ نہ
نکالی تو اس پر بھی مواخذاہ ہوگا۔محاسبہ ہوگا کہ تمھارے علم میں تھا۔تم نے پڑھا بھی تھا
اور پھر تم آگے چپ کر کے بیٹھ گئے۔اس لیے یہ زکوٰۃ دو گے تو فائدہ کیا ہوگا۔زکوٰۃ
جب دی جاتی ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقَاتِ

اللہ خود پروان چڑھاتا ہے۔اگر آج تمھیں سو مسائل آتے ہیں آگے پڑھاؤ
گے تو دو سو ہو جائیں گے۔اور بڑھاؤ گے تو ہزار ہو جائیں گے۔علم میں ترقی ہوگی۔

آپ دیکھیں ایک کنواں جس میں دس فٹ پانی ہے اس سے کوئی پانی نکالتا ہی
نہیں تو دو سالوں کے بعد گندہ ہو جاتا ہے اور دوسرے میں دس فٹ ہی تھا لیکن
روزانہ نکلتا ہے تو کیا ہوا آگے کھیت سیراب بھی ہوتے ہیں۔پانی اچھا بھی رہتا ہے۔
تو اسواسطے جو دل کے کنویں میں سوز آگیا ہے اب اس کو گندہ نہیں ہونے دینا اس کو
باسی نہیں ہونے دینا اس کا ذائقہ بدلنے نہیں دینا یہ رمضان المبارک کا خصوصی فیض

ہے کہ اس کو آپ نے آگے آگے تقسیم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا جتنا تقسیم کرواتنا زیادہ اور نیا پانی کنویں میں آجائے گا۔

بالخصوص یہ معاملہ میرا دست بستہ ہے مجھے بالکل چھوٹا سا اور حقیر سمجھتے ہوئے اسکو میرے نبی علیہ اسلام کے وکیل کی حیثیت سے قبول کر لینا ہے اور علیحدہ بیٹھ کے بھی سوچنا۔ اس وقت امت پر جو فتنے ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں۔ گمراہ کرنے والوں نے وہ حیلے اپنائے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔

سب سے بڑی گمراہی اس وقت قرآن مجید کی آڑ میں پھیلائی جا رہی ہے۔ درس قرآن کے نام دیکر لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام کا فرمان ابن کثیر میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اے میری امت مجھے تم پر قرآن کا خطرہ ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ قرآن تو خطرے مٹانے آیا ہے اب کیا خطرہ باقی رہ گیا ہے۔ فرمایا

یَتَعَلَّمُهُ الْمُنَافِقُوْنَ فَيُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ

خطرہ یہ ہے کہ درس قرآن پر پابندی نہیں ہو سکے گی کہ یہ صرف مومن ہی دے میرے قرآن کا درس منافق بھی دے گا۔ وہ بھی عالم بن جائے گا فتنہ کیا ہو گا فرمایا درس دے کر چپ نہیں کرے گا۔

يُجَادِلُوْنَ بِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ

قرآن میرا پڑھے گا اور جھگڑا میرے غلاموں سے کرے گا۔

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہے منکر عجب کھانے غرانے والے

اس وقت سرکار نے اس فتنہ کو دیکھ لیا لہذا محض یہ نہ دیکھو کہ سامنے قرآن رکھا ہوا ہے۔ یہ بھی دیکھو کہ قرآن کی چمک کہاں سے آ رہی ہے۔ ورنہ

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا

لہذا آج کے بعد یہ رویہ کسی کا نہیں ہونا چاہیے کہ بغیر سوچے سمجھے کہ جہاں کوئی دستر خواں لگا ہو علمی خوراک لینے کے لیے بیٹھ جائے۔ حلال و حرام کے لحاظ سے بھی ایک امتیاز ہوتا ہے۔

فتنہ اور حق پرستی کے لحاظ سے بھی ایک امتیاز ہوتا ہے۔ لہذا آج کے بعد دھیان کرو کہ ایمان کا معاملہ اتنا کمزور نہیں کہ چار آنے کی ہنڈیا خریدنی ہو تو اس کو تو بار بار بجا کے دیکھا جائے اور ایمان کے معاملے میں بغیر دیکھے سب کچھ کر دیا جائے۔ نہین نہیں سوچ سمجھ کے قدم رکھیں۔ سوچ سمجھ کے چلیں یہ سوز جو تمھیں ملا ہے۔ اس پر پہرہ دو بغیر سرکار مدینہ کی رجسٹریشن جگہ میں نہ بیٹھو اسواسطے کہ محبوب علیہ السلام کے رابطے سے یہ قرآن ملا ہے۔

یہ قرآن تو پہاڑ پر نازل نہیں ہو سکتا تھا۔ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ آخر جس کے صدقے میں ملا اس دل کا بھی تو پاس کرنا ہے۔ تو محبوب علیہ السلام کے صدقے سے یہ قرآن ملا ورنہ ایک لفظ کون پڑھ سکتا تھا۔ یہ پہاڑ پہ نازل ہوتا تو وہ بھی ریزہ ہو جاتا تو ایک طالب علم پورا قرآن کیسے پڑھ سکتا۔ یہ میرے محبوب علیہ السلام کی مشکل کشائی ہے۔ قرآن کے جلال کو خود برداشت کیا جمال بنا کے ہمیں عطا فرما دیا ہے۔

اسواسطے شروع سے جب یہاں سے معاملہ کٹ جائے کہ وہ مشکل کشائی اللہ کے اذن سے کر ہی نہیں سکتے تو قرآن کہاں سے پڑھ سکیں گے۔ قرآن کیسے راضی ہوگا

قرآن کیسے ان کے ساتھ چلے گا۔ لفظ پڑھتے رہیں گے معنی ناراض ہو کے چلا جائے گا۔ اس واسطے اس بات کو بھی آپ نے لوح دل پر پکا لکھنا ہے اور اسکو ہمیشہ اپنی زندگی میں مشعل راہ سمجھنا ہے۔ اور اس کے ساتھ امت کو سمجھانے کے لیے امتیوں کی تین قسمیں بیان کی تھیں۔ آپ نے ان میں سے کوئی بھی قسم نہیں بننا آپ نے بھیڑ کے ساتھ مثال دی تھی۔

کوئی بندہ برا نہ منائے میں یہ مثال نہیں دے رہا میرے محبوب علیہ السلام کی مثال ہے وہ چاہے کسی کو گدھا کہیں یا کسی کو گھوڑا کہیں کسی کو بھیڑ کہیں انکی اپنی مرضی ہے۔ لیکن ہماری یہ حالت ہونی چاہیے کہ مثال پڑھ کر بھیڑ بننے سے بچ کر محبوب علیہ السلام کا شیر بننے کی کوشش کریں۔

مسند احمد میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔ مشکواۃ شریف کے صفحہ نمبر 31 پر بھی موجود ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح بکریوں بھیڑوں کا ایک بھیڑیا ہوتا ہے اسی طرح انسانوں کا بھی ایک بھیڑیا ہوتا ہے۔ بھیڑوں کا بھیڑیا اور ہے انسانوں کا بھیڑیا اور ہے۔ بھیڑوں کا بھیڑیا جو کہ مشہور ہے اور انسانوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

تو تین قسم کی بھیڑیں بھیڑیا اٹھاتا ہے۔ اور فرمایا تین قسم کے انسانوں کو شیطان اٹھا کے لے جاتا ہے۔ یہ آخری سبق ہے اس میں ہم نے کوشش کرنی ہے کہ ان تین قسموں میں کوئی نہیں بننا وہ بھیڑوں کی کیا کیا قسمیں ہیں۔ فرمایا

يَاخُذُ الشَّاذَةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ

اور پھر یہ بطور خاص عظیم دختران اسلام سے بھی عرض کرتا ہوں۔ان کو جو محلے کی خاتون کہتی ہے کہ چلو وہاں چلیں تو وہ سوچتی نہیں کہ کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے، کیا سننا ہے اور کس سے سننا ہے۔

جس کا تعلق ہی بارگاہ نبوت سے نہیں ہے اس سے خوشبو کہاں سے آئے گی ایک محلے والی سب کو ہانک کے لے جاتی ہے۔نہیں نہیں سوچ کے رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث سامنے رکھو۔

اس کے مطابق زندگی گزارو فرمایا بھیڑیا آتا ہے تین قسم کی بھیڑوں کو اٹھا کے لے جاتا ہے۔ساری زندگی پھر بھیڑیے سے بری نہیں ہوتیں مرجاتی ہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں۔

آپ نے فرمایا

يَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ

شَاذَة:

وہ بھیڑ یں ہے جو کارواں کیساتھ نہیں چلتی پیچھے پیچھے رہتی ہے کیوں اس کو کارواں سے نفرت ہے۔وہ کہتی ہے باقی بھیڑیں گندی ہیں میں بڑی ستھری ہوں وہ کارواں کے ساتھ نہیں رہتی تو جب کارواں سے وہ بھیڑ جدا ہوتی ہے کارواں تو اکٹھا تھا اجتماعیت کی برکت سے منزل تک پہنچ جاتا ہے۔وہ بے چاری شیطان کے پنجے میں آتی ہے اور ماری جاتی ہے۔اسواسطے کوئی بندہ ہم میں ایسا نہ ہو جو اپنے ہی کارواں پر تنقید کر کے نفرت کر رہا ہو اور نفرت کا وہ حامی بن چکا ہو۔جس کو اپنی جماعت پسند نہیں اپنا عقیدہ پسند نہیں اپنے نظریات پسند نہیں اپنے معمولات پسند نہیں۔یہ ایک فیشن بنتا

جا رہا ہے۔ اسلام پہ تنقید کرنا سن لو میرے محبوب علیہ السلام فرمارہے ہیں جو اسطرح کرے کہ کارواں مسجد میں ہے اور وہ سینما میں بیٹھا ہوا ہے۔ کارواں روزے رکھ رہا ہے وہ دن کو کھانے کھا رہا ہے۔ کارواں نماز تراویح میں ہے وہ بازار میں گپیں لگا رہا ہے۔ کارواں اہم منصب پہ پہنچ چکا ہے۔ اور اس کو ان نیکی کے کاموں سے نفرت ہے۔ فرمایا بھیڑیا آئے گا اٹھا کر لیجائے گا۔ ساری زندگی اس کی قید میں ہی بسر کرتا رہے گا۔ دوسری بھیڑ کونسی ہے۔

اَلْقَاصِیَۃ

قاصیہ وہ ہے جس کو کارواں سے نفرت نہیں لیکن وہ لالچن بھیڑ ہے اس نے ایک چراگاہ دیکھی ہوئی ہے۔ وہ کہتی ہے ساری چلی جائیں میں اکیلی وہاں جاؤں گی۔ اگر یہ ساتھ ہونگی تو میرے حصے میں تو کچھ نہیں آئیگا۔ میں اکیلی جاؤنگی اب ساری اپنی منزل پر چلی گئیں یہ لالچ کے مارے پیچھے رہی کہ ابھی جا کے میں کسی کے ڈالر پہ پلتی ہوں اور ابھی کسی کے ریال لیتی ہوں اور ابھی کسی کے نظارے لیتی ہوں جس وقت یہ بھیڑ کارواں سے جدا ہوئی تو آقا فرماتے ہیں بھیڑیا آ گیا اسکو اٹھا کر لے گیا۔ نہ لالچ ملا نہ وصال صنم بھیڑیا اٹھا کے لے گیا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

یہ بھیڑ بھی ماری جائے گی۔ تو فرمایا میری امت کا کوئی بندہ غیروں کے رزق کو دیکھ کر ان کے پیسوں کو دیکھ کر اور غیروں کی چمک کو دیکھ کر کارواں کو چھوڑ کے نہ جائے۔ لالچی نہ بنے کارواں بھوکا بھی منزل پہ پہنچ جائے گا وہ لالچ کے مارے ماری

جائے گی۔ اور پھر کبھی بھی اپنی زندگی کو بچا نہیں سکے گی۔ بعض لوگ کسی مجلس کی ایک چاول کی پلیٹ پر بک جاتے ہیں۔ اور چلے جاتے ہیں کہ وہاں یہ ہو رہا ہے اور مل جائے گا۔ آج تو آئیس کریم کے اور مختلف قسم کے چاولوں کے سلسلے نماز تراویح کے ساتھ شروع ہو چکے ہیں۔ تو ایسے میں اپنے آپ کو ہوشیار اور محتاط رکھنا لازم ہے۔

اور کہیں لالچی بھیڑ کی طرح ان کی طرف نہ دیکھو۔ کارواں کے ساتھ رہو کارواں بھوکا ہی سہی اللہ والا تو ہے اسکے ساتھ رہو گے بیڑے پار ہو جائیں گے۔

اَلنَّاجِیَۃَ

یہ وہ بھیڑ ہے جو نہ لالچی ہے اور نہ ہی نفرت کرنے والی ہے کہ اس کو اپنے کپڑوں پہ زیادہ ناز ہو کہ میں بڑی نفیس ہوں اور دوسری نفیس نہیں وہ بھیڑ کیسی ہے فرمایا الناحیہ صرف سستی کی ماری ہوئی بھیڑ ہے۔ اس کا کوئی مرض اور نہیں بلکہ سستی میں ہے۔ اس کو پتہ ہی نہیں کہ کارواں کہاں ہے۔ دوکان میں مصروف ہے، کھیت میں مصروف ہے۔ فیکٹری میں مصروف ہے۔ اسکو پتہ ہی نہیں کتنے مسلمان شہید ہو گئے کتنے زلزلے میں آ گئے۔ کتنوں کے اوپر پتھر آ گئے۔ اور کتنے مسلمان بے گھر ہو گئے۔ یہ بس سستی کی ماری ہوئی بھیڑ ہے۔ کارواں کہیں چلا جاتا ہے یہ کہیں بیٹھی رہتی ہے۔ اسکو بھی بھیڑیا اٹھا کے لے جاتا ہے۔

یہ تین بھیڑیں ہیں جن کے بارے میں یہ خطرہ ہے باقی کارواں سلامتی کے ساتھ منزل پہ پہنچتا ہے۔ مسلک حق اہلسنت و جماعت سے اور اسلام کی اس اہم تشریح کے ساتھ تعلق رکھنے والو صراط مستقیم پہ چلتے ہوئے ہم پہ لازم ہے۔ کہ ہم کبھی بھی دائیں بائیں کی وادیوں اور کھیتوں اور کھلیانوں کی طرف متوجہ ہو کر امت کے کارواں سے جدا نہ ہوں۔ اس امت کے کارواں سے تھوڑا سا بھی کوئی ہٹ جائے گا اپنی سوچ فکر اور

چاہت کے لحاظ سے جدا ہو جائے گا۔ تین بھیڑوں میں سے کسی کا کردار اپنا لے گا تو اس کا سب کچھ رائیگاں ہو جائے گا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ

کا وہ مصداق بن جائے گا اور صراط مستقیم کا راہی وہی ہوگا۔ جو یہ شناخت پیدا کر کے منزل تک پہنچ جائے گا۔

محتشم سامعین حضرات

اس وقت یہ گفتگو کا آخری پیغام تھا اسکو پیش نظر رکھنا ہے اور اپنے علم کی زکوٰۃ نکالنی ہے۔ یہ پلیٹ فارم ادارہ صراط مستقیم کا دیکھا۔ اگرچہ اسکا کوئی تعارف اور ضابطہ آپ کے سامنے نہیں آیا لیکن جو کچھ آپ نے ان چھبیس دنوں میں دیکھا یہی اسکا تعارف ہے۔ اور اس مقصد کے لئے صراط مستقیم کا ادارہ بنایا گیا ہے۔ اسکی آپ نے رکنیت بھی حاصل کرنی ہے۔ تاکہ مضبوط پلیٹ فارم سے پوری کائنات میں ایک نور اور اجالے کی ایک تحریک چلادی جائے۔ اور اس سوز کو آگے تقسیم کیا جائے۔

اس سلسلے میں بھی آپ نے بیدار مغز ہو کر اسکا کام کرنا ہے۔ اسکا کام کسی شخصیت کے لئے نہیں اللہ کی رضا کے لئے کرنا ہے۔ اور جو آپ کے پاس رابطہ فارم پہنچا ہے۔ اس کو فل کریں یہ ابتدائی رابطہ ہے۔ اس کے بعد اجلاس کی آپ مکمل رکنیت حاصل کریں اور اسمیں باقاعدہ شامل ہو کر اس پروگرام کو آگے بڑھائیں تاکہ حقانیت اسلام کو زندگی کے ہر شعبے کے اندر واضح کیا جا سکے۔

میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

فہرست کتب : صراط مستقیم پبلی کیشنز

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب (بانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان)

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
1	فہم دین (اوّل تا پنجم)	محمد اشرف آصف جلالی	فی جلد 260
2	غائبانہ جنازہ جائز نہیں	محمد اشرف آصف جلالی	220
3	مفہوم قرآن بدلنے کی واردات (جلد اوّل)	محمد اشرف آصف جلالی	140
4	محاسن اخلاق	محمد اشرف آصف جلالی	100
5	ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں	محمد اشرف آصف جلالی	40
6	میرے لئے اللہ کافی ہے	محمد اشرف آصف جلالی	40
7	حق چار یار	محمد اشرف آصف جلالی	40
8	جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام	محمد اشرف آصف جلالی	40
9	فکر آخرت	محمد اشرف آصف جلالی	40
10	ہاں ہم سنی ہیں	محمد اشرف آصف جلالی	40
11	سرکار غوث اعظم اور آپکا آستانہ	محمد اشرف آصف جلالی	40
12	ایک نومسلم کے سوالات کے جوابات	محمد اشرف آصف جلالی	40
13	شانِ رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق	محمد اشرف آصف جلالی	40
14	توحید وشرک	محمد اشرف آصف جلالی	40
15	احقاق حق (مناظرے)	محمد اشرف آصف جلالی	40
16	تحفظ ناموسِ رسالت ایک فرض ایک قرض	محمد اشرف آصف جلالی	40
17	چٹا گانگ میں چند روز	محمد اشرف آصف جلالی	30
18	تحفظ حدود اللہ اور ترمیمی بل	محمد اشرف آصف جلالی	30
19	ایصال ثواب اور گیارھویں شریف کی شرعی حیثیت	محمد اشرف آصف جلالی	30

20	فقہ حنفی سنت نبوی کے آئینے میں	محمد اشرف آصف جلالی	
21	دختران اسلام کے لیے آئیڈل کردار	محمد اشرف آصف جلالی	30
22	یورپ میں اسلام کے پھیلتے اثرات	محمد اشرف آصف جلالی	20
23	جادو کی حرمت	محمد اشرف آصف جلالی	20
24	اصلاح اور اُس کا اجر	محمد اشرف آصف جلالی	20
25	نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیوں؟	محمد اشرف آصف جلالی	
26	شانِ ولائیت قرآن وحدیث کی روشنی میں	محمد اشرف آصف جلالی	
27	محبت ولی کی شرعی حیثیت	محمد اشرف آصف جلالی	20
28	صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں؟	محمد اشرف آصف جلالی	20
29	فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات	محمد اشرف آصف جلالی	20
30	ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں	محمد اشرف آصف جلالی	20
31	خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام	محمد اشرف آصف جلالی	20
32	فحش گانوں کا عذاب	محمد اشرف آصف جلالی	20
33	رسول اللہ ﷺ کی نماز	محمد اشرف آصف جلالی	20
34	ترک تقلید کی تباہ کاریاں	محمد اشرف آصف جلالی	20
35	اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور اُن کا حل	محمد اشرف آصف جلالی	20
36	صراط مستقیم کی روشنی	محمد اشرف آصف جلالی	20
37	مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے؟	محمد اشرف آصف جلالی	20
38	رسول اللہ ﷺ بحیثیت بشر	محمد اشرف آصف جلالی	20
39	منصب نبوت اور عقیدہ مومن	محمد اشرف آصف جلالی	20
40	محبت الٰہی اور اسکی چاشنی	محمد اشرف آصف جلالی	20
41	فہم زکوٰۃ	محمد اشرف آصف جلالی	20
42	حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ	محمد اشرف آصف جلالی	20

43	توحید باری تعالیٰ	محمد اشرف آصف جلالی	20
44	قربانی صرف تین دن جائز ہے مع قربانی کے جانور	محمد اشرف آصف جلالی	
45	نماز تراویح 20 رکعت سنت ہے	محمد اشرف آصف جلالی	10
46	حضرت عمر کا علمی ذوق	محمد اشرف آصف جلالی	20
47	ظہور امام مہدی مع حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانی	محمد اشرف آصف جلالی	10
48	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ بحیثیت بانی فقہ	محمد اشرف آصف جلالی	20
49	تربیتِ اولاد	محمد اشرف آصف جلالی	30
50	رنج والم سے نجات کا راستہ	محمد اشرف آصف جلالی	40
51	مسئلہ حاضر و ناظر	محمد اشرف آصف جلالی	40
52	اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (کا قرآنی مفہوم)	محمد اشرف آصف جلالی	40

فہرست کتب (اویسی بک سٹال مع جلالیہ پبلی کیشنز)

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	قیمت
1	عرفان الحدیث	مفتی محمد اشرف جلالی	250
2	گوشہ خواتین	مفتی محمد اشرف جلالی	220
3	انوار حافظ الحدیث	محمد نعیم اللہ خاں قادری	180
4	آؤ میلاد منائیں	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	220
5	دروس القرآن	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	170
6	مسئلہ رفع یدین	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	120
7	بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	120
8	اہل جنت اہل سنت	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	120
9	اختلاف ختم ہو سکتا ہے	غلام مرتضیٰ ساقی صاحب	120
10	زیارت قبور	علامہ ارشد سعید کاظمی	40
11	تحفہ رمضان المبارک	محمد نعیم اللہ خاں قادری	280

نمبر	کتاب	مصنف	قیمت
12	تحفہ شعبان المعظم	محمد نعیم اللہ خاں قادری	100
13	رسائل رمضان المبارک	محمد نعیم اللہ خاں قادری	120
14	ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں	محمد نعیم اللہ خاں قادری	100
15	خلاصۃ القرآن	عران معراج نافع القادری	40
16	قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ	محمد نعیم اللہ خاں قادری	380
17	غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اوّل تا چہارم)	محمد نعیم اللہ خاں قادری	450 فی جلد
18	غیر مقلدین کا علمی محاسبہ	محمد نعیم اللہ خاں قادری	450
19	سرور کونین کی نورانیت و بشریت	محمد نعیم اللہ خاں قادری	450
20	فیصلہ کن مناظرے	محمد نعیم اللہ خاں قادری	450
21	مجموعہ رسائل	محمد نعیم اللہ خاں قادری	150
22	مالک کل	محمد شریف القادری	30
23	مختصر شرح سلام رضا	محمد نعیم اللہ خاں قادری	70
24	محمدی نماز	محمد عبدالرشید نوری	
25	حرمت رسول پر سب کچھ قربان	نعیم اللہ خاں قادری	40
26	شاہراہ اہلسنت	ابوکلیم محمد صدیق فانی	250
27	آئینہ اہلسنت	ابوکلیم محمد صدیق فانی	250
28	مقالات جلالیہ	مفتی ظہور احمد جلالی	180
29	جرأتوں کا قافلہ	ابوکلیم محمد صدیق فانی	20
30	آپکے مسائل کا شرعی حل	مفتی اصغر علی رضوی جلالی	150
31	سنی جاگ	سید محمد عرفان شاہ مشہدی	15
32	زندہ نبی کے زندہ صحابہ	مولانا محمد سرور گوندلوی	40
33	نماز کا سنت طریقہ	مولانا محمد سرور گوندلوی	20
34	میاں بیوی کے باہمی معاملات	قاری گلزار حسین چشتی	120
35	تحقیق مسئلہ ختم نبوت	محمد نواز بشیر جلالی	20

36	بھیڑ نما بھیڑیے	صوفی اللہ دتہ	20
37	یزید علمائے اہلسنت کی نظر میں	صوفی اللہ دتہ	20
38	الحق المبین	علامہ سید احمد سعید کاظمی	40
39	میلاد النبی	علامہ سید احمد سعید کاظمی	24
40	بارہ ماہ کے فضائل و مسائل	مفتی محمد اشرف رضا قادری	36
41	عقائد و معمولات اہلسنت	مفتی عبدالمبین صاحب	30
42	سات متنازعہ مسائل اور اہلسنت کا موقف	مفتی محمد رضوان الرحمٰن	20
43	شفاء اور برکت	مولانا محمد انور رضوی	20
44	ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے	سید زین العابدین شاہ	20
45	میں سنی کیوں ہوا؟	ڈاکٹر محمد سلیمان قادری	30
47	حقیقت ایصال ثواب	مولانا محمد رمضان اویسی	60
48	فیض النحو	مولانا محمد رمضان اویسی	50
49	فیض الصرف	مولانا محمد رمضان اویسی	80
50	فضائل درود شریف	محمد منور حسین عثمانی	20
51	ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟		20
52	تبلیغی جماعت کے کارنامے	مفتی فیض احمد اویسی	20
53	بزرگان دین کا نعتیہ کلام (اول دوم سوم)	صلاح الدین سعیدی	30-36
54	والیان نجد و حجاز کا تاریخی جائزہ	یسین اختر مصباحی	30
55	منتخب حدیثیں تخریج شدہ	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی	120
56	نماز کورس	حافظ محمد اکرم	80
57	ذکر اویس	مفتی محمد فیض احمد اویسی	120
58	ذکر سیرانی	مفتی محمد فیض احمد اویسی	120
59	کالج اور لڑکی	مفتی محمد فیض احمد اویسی	90
60	غم ٹال وظیفے	مفتی محمد فیض احمد اویسی	70

61	علم حضرت یعقوب علیہ السلام	مفتی محمد فیض احمد اویسی	40
62	بہشتی دروازہ	مفتی محمد فیض احمد اویسی	30
63	تبلیغی جماعت کے کارنامے	مفتی محمد فیض احمد اویسی	20
64	بسنت تہوار یا غضب کردگار	مفتی محمد فیض احمد اویسی	15
65	گلدستہ تقاریر (اوّل دوم)	مولانا محمد حنیف اختر	240فی جلد
66	شاہِ شہیداں	مولانا محمد حنیف اختر	70
67	سو غلط مسائل	مولانا محمد حنیف اختر	20
68	باپ کی نصیحت بیٹی کے نام		50
69	کامیاب شادی	یسین اختر مصباحی	40
70	محفل میلاد برائے خواتین	صلاح الدین سعیدی محمد عبدالرشید نوری	170
71	استخارہ	مولانا محمد عمران معراج	30
72	امام احمد رضا کے تعلیمی تصورات کا تحقیقی جائزہ	غزالہ سعید توصیف زمان	30
73	مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ ارشد القادری، انڈیا	120
74	انیس الجلیس	امام جلال الدین سیوطیؒ	200
75	ضرب حیدری	پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری	100
76	سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مناظرہ)	علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ	80
77	اوجھڑی کی کراہت	مفتی فیض احمد اویسی	25
78	مردے سنتے ہیں	انجم سعید	20
79	باعث تخلیق کائنات کی دھوم	ریاست علی مجددی	140
80	[illegible]	[illegible]	40
81	نعرہ رسالت پر اجماع اُمت (مع) پکارو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حافظ محمد احسان الحق فیصل آباد	50
82	صدائے حق	میاں محمد جمیل احمد شرقپوری	40
83	اہلسنت کی پہچان	غلام مرتضیٰ ساقی مجددی	140

انک لتہدی الی صراط مستقیم

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

فہم دین

(آٹھ جلدیں)

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کا اہم اور اچھوتے موضوعات پر لٹریچر

جلد اول

- فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں • محبت الٰہی اور اس کی چاشنی • منصب نبوت اور عقیدہ مومن • محاسبہ نفس [illegible] • فہم زکوٰۃ
- رسول اللہ ﷺ کی نماز • گھر کا اسلامی ماحول • آداب زبان • تعارف آئمہ اربعہ • قادیانیت کا تعاقب • صراط [illegible]
- نظام مصطفےٰ ﷺ کی بالادستی • حل مشکلات اور عقیدہ صحابہ

جلد دوم

- اسلام میں دوستی کا معیار اور طریق کار • سود اور اسکی اقسام • ہم اور ہمارے عقائد • اسوہ حسنہ اور فیشن پرستی • مسئلہ حیات النبی ﷺ
- ترک اور تقلید کی تباہ کاریاں • مؤمن کا مقصد حیات • جہاد اور دہشت گردی میں فرق • تصوف اور اسلام • حواس نبوی ﷺ
- اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن • جنتی آنکھ • اسلام کو درپیش چیلنجز کا ادراک اور ان کا حل

جلد سوئم

- مفاہیم اسم اللہ تعالیٰ عزوجل • مفاہیم اسم محمد ﷺ • روزہ کے اسرار و رموز • امتیازات نماز • شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق
- زندگی اور اس کی اقسام • خلفائے راشدین سے حضرت علیؓ کی عقیدت • ماں کی شان اور امتحان • بدعت کا معنی و مفہوم • امتیازات نماز

جلد چہارم

- احادیث ختم نبوت • سماجی خدمت کا اسلامی فلسفہ • ہاں ہم سنی میں • ورع و پرہیزگاری کے ماڈل • طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم
- نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے • دختران اسلام کیلئے آئیڈیل کردار • عہد شباب کا اسلامی نصاب
- کاروباری شراکت کے اسلامی اصول • تحفظ ناموس رسالت ایک فرض اور قرض

جلد پنجم

- تربیت اولاد • تقلید سے متعلق شبہات کا ازالہ • اسلام بمقابلہ یہودیت و عیسائیت • اور دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا
- جنہیں دیکھ کر رب مسکرائے • قرآن اور تفکر کائنات • تصوف عقیدہ توحید کی معرفت • رنج و الم سے نجات کا راستہ
- مسئلہ حاضر و ناظر • اے غریب الوطن اسلام کے ہم وطنو!

جلد ششم

- میرے رب سے مجھے محبت ہے • رسول اللہ ﷺ کی جسمانی نفاست • شان رسالت کی یکتائی • زکوٰۃ کے اسرار و رموز [illegible]
- عزت اور اسکے حصول کا طریقہ • قیمتی اوقات اور زرخیز لمحے • مبارک خرمن ایمان کے لئے چنگاری • حق چار یار [illegible]

جلد ہفتم

- پاکستان اور اہلسنت کا باہمی رشتہ • آئیں حج فرمائیں • یہود و نصاریٰ اور ہمارا جداگانہ تشخص [illegible]
- دین میں رائے اور تقلید کی گنجائش • [illegible]
- ناموس رسالت کے پہرے دار [illegible]

جلد ہشتم

- خانقاہیں اور لذت اسرار • میرے لئے اللہ کافی ہے • [illegible]
- جب رسالت خود نعرہ زن ہو • حرمت شراب • انسانی جان کا صحیح استعمال • [illegible]

☆ نمایاں کی گئی کتابیں الگ کتابچوں کی صورت میں بھی دستیاب ہیں۔

صراط مستقیم پبلیکیشنز

5,6۔ مرکز الاویس ۔ دربار مارکیٹ ۔ شیخ ہندی سٹریٹ ۔ لاہور

042-7115771, 0333-8173630, 0321-9407699